نورِ بصیرت

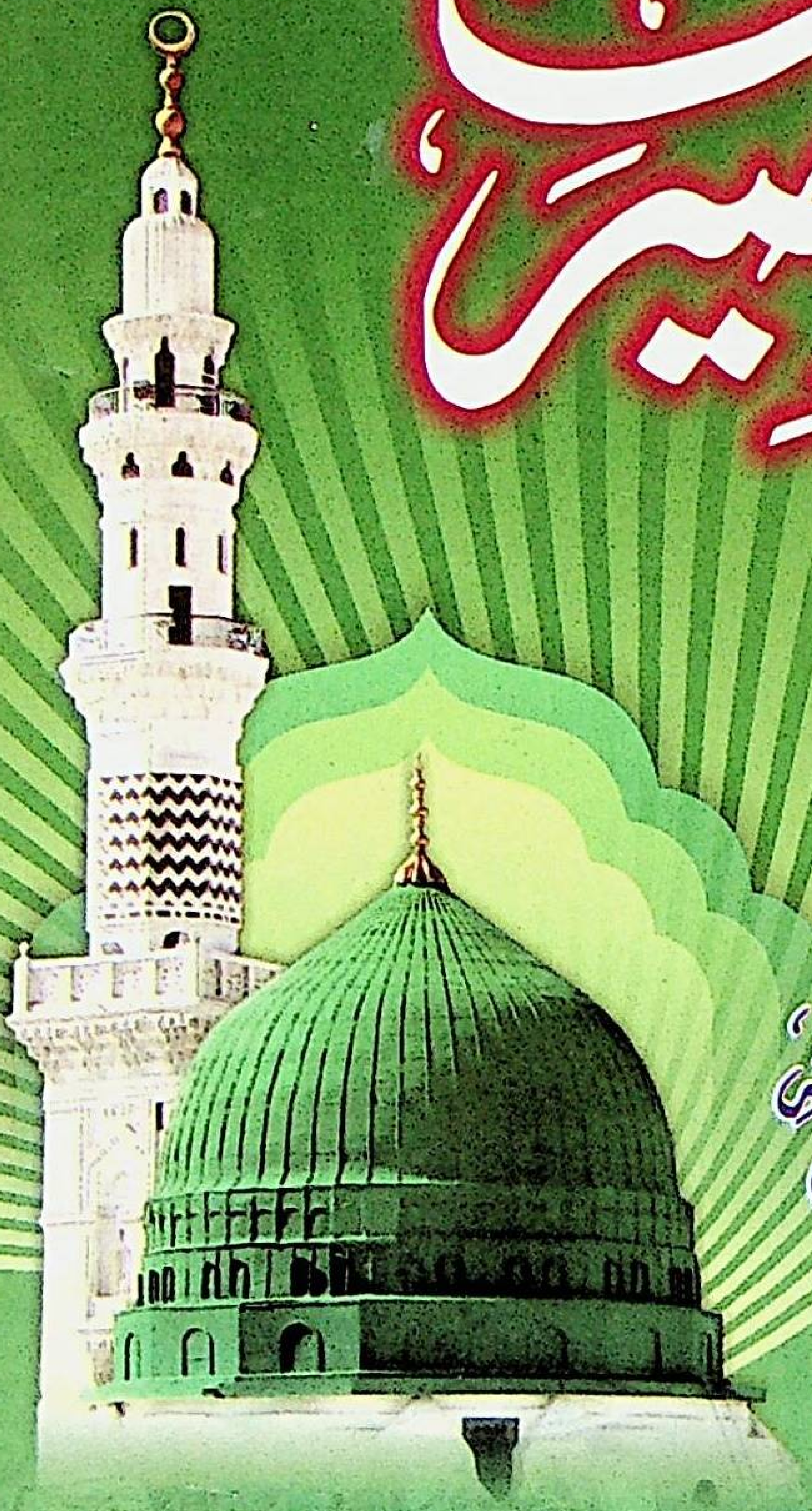

مکتوبات

جناب محمد نور الدین رحمۃ اللہ علیہ

اویسی امینی کشمیری (قطب الاقطاب)

مرتبہ

ریاض احمد خیال اویسی

شعبہ نشر و اشاعت

سلسلہ عالیہ اویسیہ ایبٹ آباد

(ہزارہ) پاکستان۔ بھمبر آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نورِ بصیرت

مکتوبات

جنابِ محمد نور الدین رحمۃ اللہ علیہ
اویسی امینی کشمیری (قطب الاقطاب)

مرتبہ

ریاض احمد خیال اویسی

شعبہ نشر و اشاعت
سلسلہ عالیہ اویسیہ ایبٹ آباد
(ہزارہ) پاکستان۔ بھمبر آزاد کشمیر

سلسلہ اویسیہ پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : نورِ بصیرت

مکتوبات : محمد نورالدین اویسیؒ

ایڈیشن : دوم

طباعت : جون ۲۰۱۷ء

﴿برائے رابطہ﴾

(۱) محمد بشیر اویسی بلیک برن انگلینڈ فون:00441254671126

(۲) ریاض احمد خیال اویسی بھمبر آزاد کشمیر فون:03451566483,03007424574

(۳) محمود احمد طائر پلاہل کلاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر فون:03465259352

فہرست مشمولات

نمبر شمار	عنوان/خط بنام	صفحہ نمبر	نمبر شمار	خط بنام	صفحہ نمبر
1	فہرست مشمولات	1	17	خط بنام رئیس امروہوی	84
2	الفاتحہ	3	18	خط بنام افتخار الدین	91
3	درود اویسی	3	19	خط بنام محمد ذوالقرنین خان	97
4	دیباچہ طبع دوم	4	20	خط بنام زیتون بیگم	101
5	تعارف	6	21	خط بنام ایڈیٹر روزنامہ جنگ	103
6	گزارش احوال	9	22	خط بنام محمود احمد طائر	107
7	خط بنام مولانا احتشام الحق تھانوی	13	23	خط بنام محمود احمد طائر	108
8	خط بنام مولانا احتشام الحق تھانوی	25	24	خط بنام مینجر تنظیم جشن آزادی	110
9	خط بنام ایڈیٹر ہفتہ روزنامہ انجام	38	25	خط بنام محمد ذوالقرنین خان	119
10	خط بنام ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت	39	26	خط بنام محمد اکرم ادریس	121
11	خط بنام ایڈیٹر روزیر مذہبی امور	47	27	خط بنام زیتون بیگم	123
12	خط بنام رئیس امروہوی	49	28	خط بنام زیتون بیگم	125
13	خط بنام رئیس امروہوی	54	29	خط بنام محمد اکرم ادریس	126
14	خط بنام رئیس امروہوی	66	30	خط بنام محمد ذوالقرنین خان	127
15	خط بنام چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر	69	31	خط بنام محمد اکرم ادریس	129
16	"محمد افضل چیرمین اسلامی نظریاتی کونسل	75	32	خط بنام محمد اکرم ادریس	131

نمبر شمار	خط بنام	صفحہ نمبر
33	خط بنام راجہ محمد ایوب خان	134
34	خط بنام محمد سلطان طاہر	136
35	خط بنام محمد سلطان طاہر	137
36	خط بنام محمود احمد طائر	139
37	خط بنام اشفاق احمد	141
38	خط بنام این میری شمل	147
39	خط بنام ریاض احمد خیال	150
40	خط بنام انوار ایوب راجہ	152
41	خط بنام ریاض احمد خیال	153
42	خط بنام زاہد حسین	154
43	خط بنام محمد اعظم	155
44	خط بنام راجہ محمد ایوب خان	157
45	خط بنام محمد ذوالقرنین خان	159
46	خط بنام ریاض احمد خیال	160
47	خط بنام ریاض احمد خیال	161
48	خط بنام ریاض احمد خیال	162
49	خط بنام محمد رشید صدیقی	163
50	خط بنام ریاض احمد خیال	164
51	خط بنام ریاض احمد خیال	165
52	خط بنام ریاض احمد خیال	166

☆.........☆.........☆

الفاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ○

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے بڑا مہربان نہایت رحم والا

مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ○

مالک روز جزا کا اے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ

ہمیں سیدھے راستہ پر چلا ان لوگوں کے راستہ پر

اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ○ ؑ

جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے

درودِ اویسی

اَللّٰھُمَّ

صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا

وَمَوۡلٰنَا یَا مُحَمَّدُ نِ النَّبِیُّ

الۡاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ

وَسَلِّمۡ

دیباچہ طبع دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خطوط بلاشبہ شخصیت کا آئینہ دار اور عکاس ہوتے ہیں۔ خط میں خاص طور پر نجی خطوط میں لکھنے والے کی غیر محسوس طور ایسی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ جس میں تصنع وتکلف اور ملمع سازی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ کیونکہ خط لکھتے وقت یہ خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ کسی تیسرے شخص کے سامنے آئیں گے یا یہ کہ یہ کبھی زیورِ طبع سے آراستہ ہونگے۔ اس میں جہاں ایک طرف موصوف کی زبان و بیان۔ لب و لہجہ۔ طرزِ تحریر۔ الفاظ کا انتخاب۔ روزمرہ اور محاورہ کا استعمال۔ علم وادبی معیار اور مافی الضمیر بیان کرنے کی قدرت وصلاحیت عیاں ہوتی ہے۔ وہاں اخلاقی۔ معاشرتی۔ سیاسی۔ علمی۔ ادبی۔ مذہبی رجحانات کی گیرائی۔ گہرائی۔ پیش آمدہ حالات وواقعات کا ادراک اور انکے متعلق نظریات نیز معاشرتی روابط کے علم کا اظہار ہوتا ہے۔

علمی خطوط میں زبان و بیان کی قدرت وصلاحیت۔ موضوع پر گرفت۔ روزمرہ اور محاورے کے برجستہ استعمال کا ملکہ۔ لکھنے والے کی شائستگی۔ رواداری اور سلیقہ سے بادلائل تحریر کی استعداد کا اظہار۔ نیز قرآن وحدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ صرف ونحو اور دیگر متعلقہ علوم۔ اور جدید ومروجہ علوم پر عبور اور دسترس کا بھی علم ہوتا ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مختصر مجموعہ ''نورِ بصیرت'' جو چھیالیس علمی اور نجی خطوط پر مشتمل تھا اپریل 2001ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ ان میں متذکرہ بالا خصوصیات بدرجہ اتم واکمل موجود ہونے کے ساتھ ساتھ چونکہ آپ سلسلہ اویسیہ کے ولی اکمل ہیں۔ اور آپ سے وابستگان وفیض یافتگان چہار دانگ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلئے ان کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ ان میں علمی موضوعات کی توضیح وتشریح بڑی جاندار اور بصیرت افروز اور توجہ طلب ہے۔ نجی خطوط

میں مصائب ومشکلات والم کی فلاسفی اور حل کی تدابیر۔ حقیقت ومعرفت کی گتھیوں کو بڑے عام فہم انداز میں وا کیا گیا ہے۔ غیر محسوس طور پر ہلکے پھلکے انداز میں آدابِ انسانیت۔ آدابِ مجلس۔ آدابِ ہمسائیگی۔ آدابِ دوستی۔ آدابِ معاشرت۔ آدابِ شریعت۔ اصولِ طریقت۔ آدابِ پیری۔ آدابِ مریدی کو سمجھاتے ہوئے۔ انسان کے تخلیق کے مقصدِ حقیقی وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (پارہ ۲۷ سورۃ ۵۱ آیت ۵۶) کے سلسلہ میں راہنمائی اور ترغیب ہی نہیں بلکہ پیارے اور انتہائی موثر انداز میں تربیت بھی کی گئی ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے خطوط کا دوسرا مجموعہ "نورِ ہدایت" انشاء اللہ جون ۲۰۱۷ء میں شعبہ نشر اشاعت سلسلہ عالیہ اویسیہ کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔

"نور بصیرت" کا دوسرا ایڈیشن پیشِ خدمت ہے۔ یہ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیفات کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کے سلسلہ کی کڑی ہے۔ محترم محمود احمد طائر صاحب کی شب و روز مساعی۔ لگن۔ محنت۔ تعاون اور راہنمائی شامل نہ ہوتی تو یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچنا ناممکن تھا۔ اللہ انہیں اسکی جزا دے۔

"نور بصیرت" کی بہتری کیلئے آپکی تجاویز اور راہنمائی کا مشکور ہونگا۔

ریاض احمد خیال

ریٹائرڈ ناظم اعلیٰ تعلیم سکولز

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر

یکے از غلامانِ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ

محررہ: یکم جون 2017ء

تعارف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

حمد و ثناء کے لائق وہی ذات لامحدود۔ اللہ ہی ہے۔ جو خالق کائنات۔ خالق ارض و سماوات ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے کمال حُب کے تابع اپنے ہی نور کے بطن میں اپنی معرفت و پہچان کی خاطر نور مقدس۔ نور محمدیؐ کو پیدا فرما کر بنی نوع انسان کی کلی راہنمائی کیلئے مقرر فرمایا۔ لاتعداد درود وسلام ہوں اس آقا و مولا پر جو اپنے چاہنے والوں پر حد درجہ فیاض و کریم ہیں۔ حَرِیۡص" عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَؤُف" رَّحِیۡم"

بشر تمثیل یک حرف عیاں ہے   وجودان کا خلق سے ماوریٰ ہے
انہیں کے نور سے روشن جہاں ہے   کہ وہ وجہ ظہور دوسرا ہے

زیرِ نظر مجموعہ مکتوبات بہ موسوم "نور بصیرت" میرے آقا و مولا۔ محسن عظیم۔ نائب رسول۔ پیر اکمل حضرت نور الدین اویسی۔ امینیؒ کے چند خطوط پر مشتمل ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس پیش کش کا مقصد ایک طرف ان گوہر پاروں کو کتابی شکل دیکر محفوظ کرنا اور دوسری طرف طالبان علم و معرفت کیلئے ایک ولی اکمل کی قلم سے نکلے ہوئے انمول موتیوں کو پیش کر کے ظاہری و باطنی زندگی کو دین محمدیؐ کے اصول و ضوابط سے آراستہ کرنے کا سامان مہیا کرنا ہے۔ چونکہ ایک "بندہ حق" ولی اکمل کا ہر فعل۔ ہر گفت۔ رضائے الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بُود   گر چہ از حلقوم عبداللہ بُود

حضور پر نور قبلہ و کعبہ حضرت محمد نور الدین اویسیؒ کا مختصر تعارف قابل احترام جناب ریاض احمد خیال نے "گزارش احوال" کے عنوان میں درج کیا ہے۔ حضور قبلہ عالم ایک عالمگیر شخصیت کے حامل۔ اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل۔ اکمل نمونہ تھے۔ جن کی گہرائیوں کو پانا کسی مادی ذہن

کے تصور میں آنا ممکن نہیں۔آپ آسمانِ ولایت کے ایک درخشندہ ستارہ۔سلسلہ حضرت اویس قرنیؓ کے مایہ ناز اولوالعزم ولی ہیں۔جو بحیثیت ولی اکمل۔نائب رسول کائنات کے تمام علوم پر بدرجہ اتم عبور رکھتے ہیں۔واضح رہے کہ علم طریقت میں ولی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱)۔ولی کامل۔وہ شخص جو عالم ناسوت کی اکتالیس منازل طے کر کے عالم ملکوت کی ابتدائی منزل اول اجلاس محمدیؐ تک رسائی رکھتا ہو۔

(۲)۔ولی مکمل۔وہ شخص ہوتا ہے جو اول اجلاس محمدیؐ سے لیکر تا ذات الٰہی۔یعنی عالم ملکوت۔عالم جبروت۔عالم لاہوت کی تمام منزلوں کا عرفان حاصل کر کے ذات احد کا قرب وعرفان حاصل کر چکا ہو۔

(۳)۔ولی اکمل۔ایسا شخص جو ولی مکمل کی طرح اپنے عرفان ومشاہدہ کی کلی طور تکمیل کر چکا ہو۔اور اس کے ساتھ ہی طریق نبوت کے مطابق۔تلاوت۔تزکیہ۔علم اور حکمت کے طریق سے واقف ہو۔اور ایک طالب کو بغیر مجاہدہ ایک آن میں اپنی روحانی قوت سے ولی مکمل بنا دینے کی قدرت رکھتا ہو۔

یہی طریق اویسیؒ ہے کہ حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کو انتہائی حُب کے تابع۔سرور کائناتؐ کی بارگاہ میں اعلیٰ وارفع مقام محبوبیت عطا ہوا۔اس محبوبیت کے طفیل سلسلہ اویسیہ کے ایک ولی کو بلا تزکیہ و مجاہدہ ایک آن میں حضوری حاصل ہوتی ہے۔آخر ایسا کیوں نہ ہو۔شہنشاہ دو عالم۔سرور کونین۔فخر موجودات۔افضل المخلوقات۔رحمت اللعالمینؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی۔بعد از رحلت اپنا جبہ مبارک اپنے عاشق مکرم اویسؓ کو یمن کی گمنام وادیوں میں بھیج کرامت کی بخشش کی دعا کرنے کا حکم فرمایا۔گویا یہ علم رسالت ہے جو محبوب خدا نے اپنے عاشق دائم کو عطا فرما کر''دعائے اویسی'' کے ذریعہ بنی نوع انسان کی نجات کیلئے تا قیامت سبب پیدا فرمایا۔تا کہ یُزَکِّیھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کا یہ عمل جو حضورؐ کی زندگی میں جاری تھا۔آئندہ آپ کے خلفاً کے ذریعہ پورا ہوتا رہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک ولی اکمل کی پہچان مادی علم وعقل سے ممکن نہیں۔اسکے لئے روحانی نسبت کی ضرورت ہوتی ہے۔جس کے نتیجہ میں ایک طالب فقہ قلبی ومشاہدہ سے۔نسبت ولی اکمل سے۔ولی اکمل کی روح رحمانی میں جذب حاصل کر کے مدارج باطنی کی طرف پرواز کرتا ہے۔حضورؐ کا ارشاد ہے۔میرے دوست میری قبا میں ہیں۔انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔

حضور قبلہ عالمؒ کا درِ فیض ہر خاص و عام کیلئے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے۔ یہاں معرفت کا سمندر اپنے عاشقوں کو حیرت و درماندگی میں ڈالنے کیلئے سدا بہار ٹھاٹھیں مارتا منتظر رہتا ہے۔ جہاں حسن ازل کی ضیا پاشیوں سے عاشقانِ حقیقت۔ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ۔ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔ کی حقیقی تفسیر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جہاں حضورؐ کی سنت کے تابع کوئی سوالی کبھی خالی ہاتھ واپس نہ لوٹا۔ جہاں بے قرار دلوں کو قرار ملتا ہے۔ حقیقت و معرفت کے طلبگاروں کو راہ ہدایت ملتی ہے۔ جہاں امیدوں کا دامن بھرتا ہے۔ آرزوں و تمناؤں کی تکمیل ہوتی ہے۔ الغرض میرے محبوب کے در پر ہر مرض کا مداوا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ فرماتے ہیں۔ ہم خود باطنی خزانوں پر مامور تقسیم کرنے والے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ وراثتِ فیض اویسیؒ۔ امینیؒ ہے۔

اس مجموعہ مکتوبات کو ''نور بصیرت'' کا نام بجا طور پر دیا گیا ہے۔ ان مکتوبات میں۔ وجہ تخلیق کائنات۔ تخلیق آدم۔ بنی آدم کی خصوصیات نبوت و خلافت۔ حصول علم و معرفت۔ غرض انسانی زندگی سے متعلق لاتعداد پہلوؤں کو قرآن و سنت اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں دلکش اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ خلوص نیت سے ذہن میں طلب حقیقت رکھ کر۔ ان مکتوبات کا مطالعہ کریں۔ تو انشاء اللہ یہ عمل ظاہری و باطنی فیض رسانی کا باعث ہوگا۔

''نور بصیرت'' حضور قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے خطوط کی پہلی جلد ہے۔ دوسری جلد جو کہ کلیتاً آپؒ کے سلسلہ کے احباب کو لکھے گئے خطوط۔ جن میں طریقت کے گوناگوں مسائل۔ اور مریدان کی ہمہ گیر تربیت کے امور زیر بحث ہیں پر مشتمل ہوگی۔ انشاء اللہ مستقل قریب میں طبع ہوگی۔

میں جناب ریاض احمد خیال اور سلسلہ اویسیہ امینیہ۔ نوریہ سے منسلک درود خوان حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جن کی انتھک کاوشوں اور پیر اکمل سے حد درجہ حُب کے نتیجہ میں یہ صحیفہ منظر عام پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس مخلصانہ سعی کو درجہ قبولیت عطا فرما کر اپنے حبیبؐ کے طفیل ان کے مراتب میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

العارض

محمد بشیر اویسی بلیک برن۔ انگلینڈ

گزارشِ احوال

''نور بصیرت'' قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے کچھ خطوط پر مشتمل مجموعہ ہے۔ آپ کی ذاتِ والا تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ آسمانِ ولایت کے وہ ماہِ کامل تھے۔ جن کے نور سے ایک جہاں منور ہوا۔ اور نائب رسولؐ ہونے کی حیثیت سے آپ نے وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے فریضہ کیلئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ اسوۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تصویر تھے۔ آپ 1919ء میں مائسمہ امیرا کدل (سرینگر) میں پیدا ہوئے۔ 1939ء میں سلسلہ اویسیہ کے مہر تاباں الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب سے بیعت ہوئے۔ آپؒ کی کیمیا اثر توجہ نے نوجوانی ہی میں حضرت محمد نور الدین اویسیؒ کو وہ پارس بنا دیا جنکی ایک توجہ اور ایک پل کی صحبت مس خام کو کندن بنانے کیلئے کافی تھی۔ اکملیت سے سرفراز کرنے کے بعد آپ کو پاکستان بھیجا گیا۔ جہاں آپ نے ایبٹ آباد کی سرزمین کو اپنے قیام کی سعادت سے بہرہ ور کرتے ہوئے یہاں سے سلسلہ رشد وہدایت جاری کیا اور طالبان حق کو صحیح دین محمدیؐ سے روشناس کرا کے معرفت الٰہی میں کامل واکمل کرتے رہے۔ آپ مروجہ پیری مریدی کے طریق کار کو پسند نہ فرماتے۔ آپ اپنے مریدان کو سنت رسولؐ کی پیروی میں دوست یا بھائی کہتے اور سمجھتے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور طریقت وروحانیت کے وہ سربستہ پہلو جن کو راز کہا اور سمجھا جاتا تھا اور جن پر بحث کرنا شجر ممنوعہ تھا۔ اور اگر ان پر بات کی بھی جاتی تو اشارتی طور پر الفاظ کے گورکھ دھندا میں اسطرح ملفوف کر کے کہ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ کو بڑے آسان فہم۔ دل نشین اور سائنٹفک انداز سے وا کیا ہے۔ آپ کی کتب نور العرفان۔ شرح منازل فقر۔ حقیقت تصوف۔ راہ حقیقت۔ علم العرفان۔ فتنۂ مرزائیت۔ تاریخ خلافت اسلامی۔ سیرت النبیؐ اور روح البیان شعبہ نشر واشاعت سلسلہ اویسیہ عالیہ ایبٹ آباد کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔

آپ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کی تعمیل میں 8 مارچ 1997ء کو واصل الی الحق

ہوئے۔آپ کا مزار مقدس ایبٹ آباد (ہزارہ) میں ہے۔آپ کے فیض یافتگان آپکی توجہ باطنی سے فیض اویسی کو چاردانگ عالم میں پہنچارہے ہیں۔اوراس سرچشمہ رشد وہدایت سے انشاءاللہ تاابد بندگان خدا فیض یاب ہوکر دعائے اویسی کی تکمیل کا موجب بنتے رہیں گے۔آپکی سوانح حیات ''عرفانِ حقیقت'' کے نام سے شعبہ نشرواشاعت سلسلہ اویسیہ نے شائع کی ہے۔آپ کے بارے میں تفصیل کے مشتاق مذکور کتاب سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

آپؒ کی حیات مبارکہ ہی میں کچھ احباب کے صلاح ومشورہ سے یہ تجویز کیا گیا۔کہ قبلہ وکعبہ کے خطوط کوشائع کیا جائے۔کیونکہ آپ کے خطوط علم وحکمت کے وہ شہ پارے ہیں۔جن کو کتابی شکل دیکر محفوظ کرنا نہ صرف حال بلکہ مستقبل کیلئے بھی انتہائی ضروری ہے۔اور جن کو اگر محفوظ نہ کیا گیا۔توعلم و حکمت کا یہ انمول خزانہ ضائع ہوسکتا ہے۔اور مختلف احباب کے پاس تبرکاًان گوہر پاروں کے ہونے سے ہر کوئی ان سے کماحقہٗ مستفید نہیں ہوسکتا۔حقائق متذکرہ کے پیش نظر احباب نے ''اپنے قبلہ وکعبہ پیر صاحب'' کے ان کے تبرکات (خطوط) کو ناچیز کے پاس جمع کرانا شروع کردیا۔اور جلد ہی سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے خطوط جمع ہوگئے۔

میں نے قبلہ وکعبہ سے بھی اسکا تذکرہ کیا۔اور عرض کی کہ آپ کے خطوط بھی تبلیغ وترویج دین محمدیؐ کے سلسلہ کی کڑی ہیں۔اگرآپ اجازت مرحمت فرمائیں۔توان کوشائع کردیا جائے۔آپ نے کمال مہربانی فرماکراس تجویز کوشرف قبولیت بخشا۔میں متذکرہ جمع شدہ خطوط میں سے کچھ منتخب کر کے ان کولکھ کر۔یہ نسخہ برائے ملاحظہ 1996ء کے وسط میں قبلہ وکعبہ کو پیش کیا۔لیکن آپ کی تیزی سے گرتی ہوئی صحت اورانتہائی مصروفیات آڑے آتی رہیں۔خطوط کو کتابی شکل میں منضبط کرنے کے سلسلہ میں آپ سے کئی دفعہ تفصیلاً گفتگو بھی ہوئی۔آپ نے شفقت اور حوصلہ افزائی فرماکر ہدایات اور زریں مشوروں سے نوازا۔بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں احباب کوخطوط لکھوں گا کہ ان کے پاس جوخطوط ہیں وہ ہیڈ ماسٹر ریاض احمد خیال کو بھیج دیں۔لیکن آپ کی بگڑتی ہوئی صحت نے یہ مہلت نہ دی۔قبلہ وکعبہ کے داعی اجل کو لبیک کہہ جانے پرآپ کی وصیت کے مطابق دیگر کاغذات کے ساتھ خطوط کا متذکرہ مسودہ میرے پاس آگیا۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے ظاہراً پردہ فرما جانے کے بعد اس امر کو محسوس کرتے ہوئے۔ کہ آپ کی ذات بابرکات اور سلسلہ اویسیہ کے تعارف کیلئے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ آپ کی سوانح ''عرفانِ حقیقت'' کی تالیف میں مصروف رہا۔ جو کہ قبلہ وکعبہ کے کرم سے فروری 2000ء میں زیورطبع سے آراستہ ہوئی۔ بعد میں آپ کے مختلف مسودوں پر کام ہوتا رہا لیکن احباب کے مشورہ سے یہی مناسب سمجھا کہ خطوط کی پہلی جلد شائع کردی جائے۔ متذکرہ بالا مسودہ خطوط پر دوبارہ نظر ثانی کی۔ کچھ نئے خطوط شامل کئے اور کچھ موخر کردیئے۔

خطوط کا انتخاب کرتے ہوئے درج ذیل امور پیش نظر رہے کہ ایسے خطوط شامل کئے جائیں۔

(i) جن میں علمی۔ دینی۔ روحانی اور طریقت کے مختلف موضوعات زیر بحث آئے ہوں۔

(ii) ایسے خطوط جن میں نجی اور انتہائی پرائیویٹ معاملات کم سے کم ہوں۔

(iii) ایسے خط جن میں آدابِ انسانیت۔ آدابِ معاشرت۔ آدابِ پیری ومریدی۔ آدابِ طریقت کا کسی طور احاطہ کیا گیا ہو۔ یعنی ان کا بالواسطہ یا بلاواسطہ درس دیا گیا ہو۔

قبلہ وکعبہ کی ہدایت کی روشنی میں نجی خطوط کی اشاعت کیلئے مکتوب الیھان کی تحریری اجازت حاصل کی گئی۔ اس مجموعہ میں کل چھیالیس خطوط شامل ہیں۔ یہ خطوط بڑے متنوع ہیں۔ ان میں جہاں ایک طرف علمی۔ مذہبی اور پیش آمدہ مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ وہاں یہ خطوط آداب پیری و مریدی۔ آداب معاشرت کا عمدہ درس بھی دیتے ہیں۔ بادی النظر میں قبلہ وکعبہ کے نجی خطوط میں کسی مخصوص شخص کے نجی حالات و معاملات زیر بحث آئے ہیں۔ مشکلات ومصائب کا حل بتایا گیا ہے۔ پیچیدہ وگنجلک عقدوا کئے گئے ہیں۔ کوئی ہدایت دی گئی ہے کسی مشورے سے نوازا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے ہر کوئی بقدر استطاعت واہلیت راہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔ قطع النظر علمی وروحانی اہمیت کے یہ خطوط قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی بے مثل شخصیت کے کئی ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جو عام لوگوں کی نظر سے عموماً مستور رہے۔

خطوط کی ترتیب کے بارے میں مختلف اسلوب پیش نظر رہے مثلاً مکتوب الیھان کے لحاظ سے ترتیب۔ موضوعات کے لحاظ سے ترتیب۔ لیکن کافی سوچ بچار کے بعد ماہ وسال کے لحاظ سے خطوط

کی ترتیب کو ہی کسی حد تک اختیار کیا گیا۔ میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے قبلہ و کعبہ کے خطوط مہیا کر کے دریا دلی کا ثبوت دیکر اس کتاب کی اشاعت کو ممکن بنایا۔

قابل صد احترام محمد بشیر صاحب مدظلہ العالی نے اس کتاب کیلئے پُر مغز تعارف لکھ کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ عزیزم محمد سلطان طاہر کی تحریک اور تعاون کیلئے انتہائی مشکور و ممنون ہوں۔ حسب سابق محمود احمد طائر صاحب کی ہر ہر لحہ معاونت۔ راہنمائی مجھے حاصل رہی۔ اللہ رب العزت انہیں اسکی جزا دے اور اپنی معرفت میں کامل و اکمل کرے۔ آمین۔

کتاب کی بہتری کیلئے تجاویز اور راہنمائی کا منتظر رہوں گا۔

العارض

ریاض احمد خیال

یکے از غلامانِ جناب محمد نورالدین اویسیؒ

عالی حضرت! محتشمی محترمی قبلہ مولانا صاحب[1]۔ السلام علیکم

جنگ اخبار میں۔ آنجناب نے جو سلسلہ ''درس قرآن'' کا شروع کر رکھا ہے۔ یہ طریق قرآن کریم سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے بے حد مفید ہے۔ یقیناً آنجناب کے بیان سے قلب میں سرور اور کلامِ الٰہی کی حقیقی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے۔ کہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے قرآنی آیات کا حقیقی مفہوم سمجھ سکیں۔

یوں تو ہر مسلمان صبح شام تلاوت کرتا ہے۔ بعض لوگ قرآن کریم کے مفہوم سمجھنے کیلئے تفسیر و ترجمہ کا مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی تفسیر مختلف نظریات و عقائد میں کی جاتی ہے۔ یعنی مفسر اپنے عقائد کے مطابق ہی آیاتِ قرآنی کی تاویل کرتا ہے۔ جس میں ایک عام پڑھنے والے انسان کیلئے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کہ قرآن کریم کے معنی و تفسیر میں کونسا نظریہ حقیقی اور مستحکم ہے۔ یہ ضروری ہے کہ جسقدر قرآن کریم کے معانی اور تفسیر میں حقیقی آثار کی وضاحت کی گئی ہو۔ اسی قدر عقائد و نظریات میں استحکام۔ اور ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ بلاشبہ یہ چیز آپکے حسنِ بیان میں بطریق احسن پائی جاتی ہے۔ لفظ لفظ کی حقیقی کیفیت دل میں اتر جاتی ہے۔

آنجناب نے ''درس قرآن'' میں گزشتہ دو اشاعتوں میں وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ .... کی آیات پر جو شرح فرمائی ہے۔ بلاشبہ اس بیان میں قرآنی آیات کی اصل آسانی سے ذہن میں متصور ہو جاتی ہے۔ لیکن میری خواہش ہے۔ کہ اس بارے میں آنجناب سے مزید شرح کی درخواست کروں۔ اسلئے کہ قرآنی آیات کے معنی میں لاانتہا وسعت پائی جاتی ہے۔ یہ درخواست اسلئے ہے۔ کہ اس سے پیشتر جو مفہوم مجھے حاصل ہو چکا ہے۔ بعض تفسیروں سے۔ یا قرآنی معانی سے جو خود میں سمجھ رہا ہوں۔ کہاں تک میرا علم مبنی بر حقیقت ہے! تا کہ بعض اوقات مختلف قسم کی قرآنی تفاسیر میں اختلاف کی وجہ سے جو تذبذب طاری ہو جاتا ہے۔ اس سے نجات ہو جائے۔ اور علم حاصل کرنے میں صحیح راہنمائی

---

[1] ممتاز عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی۔ آپ قصبہ تھانہ بھون (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیو بند سے فارغ التحصیل تھے۔ 1948ء میں ٹنڈو الہ یار میں دیو بند کے نمونے پر دارالعلوم قائم کیا۔ 1980ء میں مدراس میں جہاں وہ سیرت کانفرس میں شرکت کیلئے گئے ہوئے تھے۔ ہارٹ اٹیک سے رحلت کر گئے۔ (ناشر)

حاصل ہو۔

مقصد عرض کرتا ہوں۔ مثال کے طور:۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ لا فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ج فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ لا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لا وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ ○

ان آیاتِ قرآنی میں ایک واقعہ کا مکمل بیان پایا جاتا ہے۔ جس میں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔ کہ زمین پر ایک خلیفہ بنانا۔ جسکے لئے اللہ تعالیٰ دانستہ طور اس کیفیت کو ایک خصوصی واقعہ کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو ملائکہ کے ساتھ مکالمہ کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کا یہ اندازِ بیان اصطلاح قریش میں مستعمل ہے۔ اور وہ لوگ اس اندازِ بیان سے قرآنی مطلب کو بخوبی سمجھ جاتے تھے۔ جسکے سمجھنے کیلئے ہمیں بحیثیت عجمی کئی قسم کے علوم سیکھنے پڑھتے ہیں۔ مثلاً۔ صرف ونحو۔ معقول۔ منقول وغیرہ۔ کیونکہ ایک عجمی کو قرآن سمجھنے کیلئے عربی سمجھنا۔ پھر عربی اصطلاح۔ محاورہ۔ استعارہ۔ متشابہات وغیرہ قسم کی ترکیبوں کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک آدمی صرف ترجمہ پڑھکر ہی قرآن کو سمجھ نہیں سکتا۔ مثلاً آیت قرآنی ہے وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ۔ اللہ تعالیٰ کا تخت پانی پر تھا۔ اسی ترجمہ پر اکتفا کیا جائے۔ تو ہمیں یہ تصور حاصل ہوگا کہ ایک تخت ہے جس پر پانی احاطہ کئے ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ تخت پر بیٹھا تو لازمی ہے تخت نے اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) احاطہ کر لیا۔ حالانکہ ذات الٰہی لامحدود ہے۔ اسکے سمجھنے کیلئے اصطلاح قریش۔ اور وسیع اُلعلم۔ عالم کی ضرورت ہے۔ اسی علم کی روشنی میں مندرجہ بالا آیت کا مفہوم حاصل کرنا ضروری ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط اس آیت میں اَرْضِ کا تصور ہمیں زمین کی شکل میں حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن جس اندازِ بیان سے آنجناب شرح فرماتے ہیں۔ اس میں ''زمین'' کہنے کیلئے

ہمیں ارض کی گردان یا تفسیر سے پورا علمی ثبوت مل جاتا ہے۔ جیسے یہ کہا جائے۔ کہ اَرْضِ کے معنی ایک خاکی یا سفلی مقام۔ اسی طرح ان آیات کے معنی کو حقیقی طور فہم میں لانے سے اس واقعہ کی حقیقی نوعیت ہم پر واضح ہو جائیگی۔ مثال کے طور اس آیت میں ارض۔ اور خلیفہ پر عمیق تحقیق کرنی ہے۔ سب سے اول یہ کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ۔ ''میں بنانے والا ہوں'' ابھی بنایا نہیں۔ اور مخلوق سے پہلے ملائکہ سے مکالمہ کی شکل میں یہ واقعہ بیان کرنے سے مراد۔ کہ اس واقعہ کے تمام جزئیات کی فہم حاصل ہو۔ وہ ہے خصوصیت خلافت جس پر علماء کے مختلف اقوال و آرا بحث میں آئے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ یعنی جس وقت یہ بیان اللہ تعالیٰ نے دیا اس وقت خود خلیفہ بذاتہٖ موجود نہ تھا۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ ایک ذات کے موجود نہ ہونے پر ملائکہ نے اس ذات کے وجود کا کیسے۔ اور کیا تصور کیا؟ ــــ تو اسکا جواب آیت قرآنی سے ملتا ہے۔ جسکا ذکر دانستہ کیا گیا۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ج۔ یہ تصور در حقیقت لفظِ ارض سے اخذ ہوا۔ اسی لئے یہ بیان ملائکہ کا اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ اگر فِی الْاَرْضِ کا ذکر نہ کیا جاتا تو ملائکہ کیلئے اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہتی۔ کیونکہ انہیں خلیفہ کے مرکب اور وجود کا علم نہ ہوتا کہ وہ کہاں اور کیسے وجود میں آئیگا۔ یا اگر وہ آسمانوں میں پیدا ہوتا تو بھی اعتراض نہ پیدا ہوتا۔ کیونکہ ملائکہ خود آسمانی مخلوق ہے۔ اور وہ سمجھتے تھے وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط پھر بھی ملائکہ اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خلیفہ سے مراد تسبیح وحمد کا حامل ہونا ہے۔ اسی لئے اس اعتراض کے ساتھ ملائکہ نے ایک زائد سوال کیا۔ تو ارض کے لفظ سے ہی خلیفہ پر سوال پیدا ہوا۔ یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ نے ارض کی کیفیت کو کیسے جانا؟ تو اسکا جواب ــــ جیسے میں عرض کر چکا ہوں قرآنی انداز بیان میں۔ عربی اصطلاح قریش۔ استعارات۔ تشابہات۔ اور خود الفاظ کی صفت سے مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثال۔ ثَمَر''۔ فَجر''۔ ثمر عربی اصطلاح میں اِذَا اَثْمَرَ ہے۔ یعنی ''ثمر'' پھلنے والی کیفیت جب پھلتی ہے۔ اذا اثمر سے ثمر کے معنی واضح ہو کر ایک حقیقی تصور سامنے آجاتا ہے۔ اسی طرح فجر کے تصور میں اگر اردو لفظ صبح کو دیکھا جائے تو ''صبح'' فجر کی کیفیت کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اسکے مقابل عربی اصطلاح میں فجر کے لفظ میں خود ایک تصور پایا جاتا ہے۔ جیسے فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ مفسر نے تفسیر میں ''پس پھٹ نکلے''۔ فانفجرت کا ترجمہ کیا ہے۔

لیکن پانی پتھر سے پھٹ کر بہہ نکلتا ہے۔تو ''بہہ نکلے'' سے کیفیت کا مفہوم اور واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ۔ جب پانی چشمہ سے نکلتا ہو۔ تو ''بہنا'' زیادہ موزوں ہے۔ اِسکے حرکت کے لحاظ سے۔ اسلئے فجر کے تصور میں پانی نکلنے کی اصل کیفیت تصور میں آجاتی ہے۔ اور وہ سوراخ جس سے پانی بہتا ہے۔ مثل ''عین'' کے ہوتا ہے۔ اسکی ہیئت کے اعتبار سے اسے عین یعنی چشمہ کہا گیا۔ اسی نسبت سے آنکھ کو فارسی میں چشم کہا گیا۔ اور عین کو چشمہ۔ اسی ہیئت کے مطابق فجر کا مفہوم لیا گیا۔ کہ آنکھ سے آنسو بہنے کے مانند چشمہ سے پانی جسطرح نکلتا ہے۔ اسی طرح سورج مانند عین کے ہے اور روشنی مثل پانی بہنے کے زمین پر بہنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے مراد فجر کے مفہوم قرآن کی دوسری آیت فَانْفَجَرَتْ سے اخذ کیا گیا کہ فجر کے معنے جیسے۔ اِذَا ثْمَرَ سے ثمر کے معنی حاصل ہوتے ہیں۔ روشنی کا بہنا ہے۔

اسی طرح اَلْاَرْضِ۔ کا لفظ خود اپنی صفت کے اعتبار سے اپنا مفہوم پیش کرتا ہے۔ یعنی ملائکہ ترکیب تخلیق کائنات سے آگاہ ہیں۔ کہ نوری کیفیت کے تنزل میں نار وجود پاتا ہے۔ اور نار کی حقیقی کیفیت و مرکب سے واقف ہیں۔ جیسے وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ ملائکہ لفظ نار سے سے نار کی کیفیت کو سمجھ جاتے ہیں۔ اور انہیں معلوم ہے۔ کہ نار کا تنزل خاک سے ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ خاک نار کی معلول ہے۔ اسلئے خاکی مرکب میں کیا کیفیت پائی جاتی ہے۔ اسلئے خاک کی کیفیتِ سفلی کا انہیں اندازہ ہے۔ کہ خاک اَلْاَرض ہے۔ جسکی خاصیت سفلی ہے۔ اور سفلی کیفیت میں فساد و خونریزی کا مادہ ہے۔ اس تصور سے خواہ اَلْاَرض وقت مکالمہ (وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ) موجود ہوئی تھی یا نہ تھی جسطرح خلیفہ کی عدم موجودگی میں انہوں نے ارضی وجود کو کمتر جانا اسی طرح اَلْاَرض کا تصور بھی بغیر وجود کے آسکتا ہے۔ لہٰذا اَلْاَرض اور مخلوقِ ارض خود ایک دوسرے کے تصور کو اپنے اصلی ہیئت میں پیش کرتے ہیں ۔۔۔ اور مخلوق ارضی کو خلیفہ قرار دینے میں یہ اعتراض بجا ہے۔ کہ ارضی مخلوق سفلی اعتبار سے حاملِ تسبیح نہیں ہو سکتی ۔۔۔ اور خلیفہ سے مراد۔ جیسا کہ محققین و مفسرین نے بیان کیا۔ قائم مقام بعد میں آنے والا ۔۔۔ کہیں خلیفۃ اللہ۔ کہیں خلیفہ الارض کہا جاتا ہے۔ تو خلیفہ میں خود خلیفہ کا حقیقی تصور پایا جاتا ہے۔ خلیفۃ اللہ۔ تو اللہ کا قائم مقام ہونا۔ مبالغہ ہے۔ کیونکہ اللہ کے افعال مخلوق سے سرزد ہونا قطعی ناممکن ہے۔ اور خلیفۂ ارض کیلئے یہ ضروری ہے کہ زمین پر زمینی مخلوق سے قبل کوئی ہستی

ہوجسکا قائم مقام۔خلیفہ کو بنایا جائے۔سو ظاہر ہے۔سوائے جن کے زمین پر کوئی پیدائش نہیں۔لیکن ملائکہ سے دانستہ خطاب یہ نشاندہی کرتا ہے۔کہ خلیفہ سے مراد ملائکہ کے بعد ایک ذات کا پیدا ہونا جو تسبیح کی حامل ہو۔اسکی دلیل ملائکہ کے اس دانستہ سوال سے ملتی ہے۔جبکہ ملائکہ نے اَتَجْعَلُ .... کے بعد خود ہی کہا وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ .... گویا اس آیت کے یہ معنی ہوئے۔اے ملائکہ اس سے قبل میں نے تمہیں تسبیح وتقدیس پر باعتبار نور مامور کیا تھا۔لیکن اب میں ایک سفلی مقام پر سفلی مخلوق کو اپنی تسبیح کیلئے تمہاری جگہ منتخب کرتا ہوں یا تمہارے بعد منتخب کرتا ہوں ــــ تو لازمی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ارض کی مخلوق میں فساد وخونریزی کا مادہ ہے جو تسبیح وتقدیس کی حامل نہیں ہوسکتی۔کیا ہم سے تیری تسبیح میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔اسی لئے اسکے جواب میں کہا گیا اِنِّیۡ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔یعنی اس تسبیح کے متعلق جو میرے ارادہ میں منصوبہ بن چکا ہے۔اسکا تمہیں علم نہیں۔یعنی سفلی وجود کا تسبیح وحمد کا حامل ہونا کسی اور نوعیت کا ہے۔چنانچہ اِنِّیۡ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ کی تائید کیلئے اس واقعہ میں مزید بیان دیا گیا۔جو بیان بھی دانستہ طور دیا گیا۔وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا .... ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ ۔قرآن کریم میں یہ بیان ساتھ ساتھ دیا گیا ہے۔لیکن اس آیت سے قبل بعض آیتوں پر بھی توجہ کرنی ضروری ہے۔جس سے معلوم ہوگا کہ ان دو واقعات وَعَلَّمَ اٰدَمَ ....اور ثُمَّ عَرَضَهُمۡ ....کے درمیان کچھ وقفہ زمانے کا ہے۔

پہلی آیت انسانی تخلیق سے متعلق ہے۔اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ مِنۡ طِیۡنٍ ۔مِنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۔فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ۔وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ جب کہا آپؐ کے رب نے ملائکہ سے میں ایک بشر بنانے والا ہوں۔پس جب میں اسے سنوار دونگا اور اس میں اپنی روح پھونک دونگا تو تم اسے سجدہ کرو (اپنے سے برتر تسلیم کرو)۔

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً ۔میں بیان مختصر معلوم ہوتا ہے۔لیکن دوسری آیت میں نہ الارض کا ذکر ہے۔نہ خلیفہ کا بلکہ بَشَرٌ "کا ذکر ہے۔اور بشر کے ساتھ دو زائد کیفیتوں کا ذکر ہے فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ۔اور وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ۔اور ان دو کیفیتوں کے بعد ملائکہ کو سجدہ کا حکم بھی ہے جو کہ انصاف وعدل پر مبنی ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے۔اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا

کازمانہ اِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے بعد کا ہے۔ اسکے بعد وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ــــ اسکے بعد ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ بعد کا واقعہ ہے۔ ظاہر ہوتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ" ــــ اور اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ کے اظہار کے بعد اللہ تعالیٰ تخلیق ارضی کی طرف متوجہ ہوا۔ یا یہ کہ ارادہ ازلی کی تکمیل کا وقت آ گیا۔ جس سے اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ کا راز ملائکہ پر ظاہر ہو۔ اسوقت پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے تفصیل کے ساتھ خطاب کیا۔ اِنِّیْ خَالِقٌ" مِنْ طِیْنٍ ۔ میں اب بنانے والا ہوں۔ خلیفہ کو۔ بشر کی ہیئت میں مٹی سے۔ وہ مٹی حماءِ مسنون ہے ــــ طین سے تو ارض کی ہیئت مراد ہے۔ اور حماءِ مسنون بشر کا مرکب ہے تو۔ حماءِ مسنون کا کیا تصور ہے؟ ــــ ترجمہ ہے لیس دار کیچڑ ــــ لیکن اسکی خاصیت و اجزاء کیا ہیں کیونکہ اس حماءِ مسنون سے بشری مرکب اور اَلْاَرض کا مادہ ظاہر ہونا ہے۔ اسکے متعلق قرآن نے خود اس مرکب کا حوالہ دیا ــــ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ بنایا انسان کو مٹی کے جوہر سے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ایک کیفیت کو مجملاً ذکر کرنے سے ملائکہ طین۔ حماء مسنون کو سمجھتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ایسی بات کرنے سے پاک ہے کہ وہ ایسی بات کرے جو مخاطب نہ سمجھ سکے۔ ہاں کیفیات دو طرح کی ہیں۔ ایک ظاہر۔ دوسری متشابہات۔ متشابہ کیفیت ظاہر سمجھی نہیں جا سکتی۔ لیکن اسکے سمجھنے کیلئے بھی۔ قوت پائی جاتی ہے ــــ اسلئے ملائکہ حماء مسنون کی کیفیت اسکے لفظ سے ہی سمجھ سکتے ہیں اور ارض کی ہیئت جاننے کے بعد حماء مسنون سمجھنا تو آسان ہے۔ کہ یہ زمینی جواہر کا مرکب ہے۔ اور زمینی جواہر کے مرکب میں کیا خاصیت پائی جاتی ہے۔ اسکے تصور کیلئے قرآن نے ایک اور کیفیت بتا دی۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۙ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ۝۔ بنایا انسان کو ٹھیکری کی مانند بجتی مٹی سے۔ اور وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝۔ بنایا جنوں کو انسان سے پہلے آگ کی لوؤں سے۔ یہ نار کیا چیز ہے! ظاہر ہے۔ جن زمین کی مخلوق ہے۔ زمین سے بنی ہے۔ جیسا اقوال محققین و مفسرین سے ثابت ہے۔ تو اس دانستہ ذکر سے زمین کی ایک کیفیت کا قبل از خاک تصور آ جاتا ہے۔ یعنی خاک سے قبل زمین ناری تھی جسکی لوؤں سے جن مخلوق ہوئے۔ اسی کیفیت کے ساتھ صلصال کا ذکر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ صلصال زمین کی وہ کیفیت ہے۔ جبکہ زمین نے ناری ہیئت سے مادی ہیئت میں انتقال کیا اور یہ صلصال

نار وخاک کی درمیانی کیفیت ہے۔ کہ مکمل نار بھی نہیں اور مکمل خاک بھی نہیں ـــ لیکن بشر کی تخلیق میں حمإِ مسنون میں (صلصال سے متضاد کیفیت) لیس دار کیچڑ ہے جس کے معنے مٹی اور پانی کا مرکب ـــ اس میں پانی کا وجود شامل ہے۔ اور دو کیفیتیں ٹھیکری۔ اور کیچڑ ایک تصور میں نہیں آسکتیں ـــ! تو معلوم ہوتا ہے۔ صلصال اشارہ ہے زمین کے مادے کی طرف جو ایک وقت نار تھی اور اس پر پانی کے آثار پیدا ہوئے یہی پانی وجہ حیات ہے جس سے یہی ناری ہیئت لیس دار کیچڑ کی ہیئت میں آگئی۔ اس بیان کی دلیل ہمیں قرآنی آیت سے ہی ملتی ہے۔ جس میں کسی تواریخ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ القائی اور تحقیقی فکر کی ضرورت ہے۔ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَاط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ط۔ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا! یہ الفاظ فکر کی تحریک دیتے ہیں۔ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ۔ پس پھرو زمین میں اور فکر کرو۔ دیکھو اللہ نے تخلیق کی ابتدا کیسے کی ہے۔ اس تحقیق کیلئے ایک سمت بھی بتائی جاتی ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ تحقیق آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں نشاناتِ خالقیت کا پتہ چل جاتا ہے تمہارے وجود میں بھی۔ کیا تم نہیں دیکھتے! اسی آیت بالا میں زمین کی کیفیت یا وجود کو آسمان میں سمایا۔ ظاہر کیا گیا ہے۔ رَتْقًا اور آسمان سے زمین کا جدا ہونا۔ یا نکلنا فَتَقَ کا تصور ہے ـــ اس آیت سے ظاہر ہے کہ رَتْقًا میں زمین کا مادہ نوری تصور ہوگا۔ اور نور وخاک کی درمیانی کیفیت ناری ہونا لازمی ہے۔ اسی ناری ہیئت کو صَلْصَالٍ اور جَآنَّ کے تصور سے ظاہر کیا گیا۔ اور حمإِ مسنون کی ہیئت وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ سے پیدا ہوئی۔ اب یہ جاننا آسان ہوگا کہ زمین کا بنیادی وجود نور سے ہے۔ نور کی تنزلی کیفیت نار ہے۔ اور نار کا کیا تصور؟ اسکا تصور یہ ہے۔ کہ کائناتِ ارضی کی تمام قوتوں کا جوہری مجموعہ۔ جس میں ایتھر۔ ایٹم۔ بجلی۔ ہائیڈروجن۔ جملہ اقسام مخلوق جو زمین پر ظاہر ہو چکی ہیں اور آئندہ ظاہر ہونے والی ہیں۔ اور صلصال اسی ناری جوہر کی جز ہے۔ جو ناری زمین پانی سے ایک زمانہ میں مانند ٹھیکری ہوگئی اور بارش (پانی) کی کثرت نے اسے خاکی حالت میں لاکر قابلِ حیات۔ قابل روئیدگی بنایا۔ پانی نے ایک زمانہ میں زمین پر غلبہ پایا اور زمین پانی سے سیراب ہوگئی اور تمام ناری ذرات پانی میں جذب ہوگئے۔ انہیں ناری ذرات نے جزوی

حیثیت میں متحرک ہیئتیں پائیں انہیں یہاں حیاتی (جاندار) سمجھا گیا۔لیکن یہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ حیات یعنی زندگی وحرکت ازل سے آرہی ہے۔اور یہی زندگیاں ایک ایک مرحلہ پر تنزلی روپ میں ظاہر ہوتی ہیں۔اسلئے ناری ذرات بجائے خودزندہ وجود ہیں۔جنہوں نے پانی سے مادہ حاصل کر کے نئی محسوس ومتحرک شکل اختیار کی۔یہاں متحرک ہیئت سے مراد ایک زندگی کا کسی دوسری زندگی سے رابطہ حاصل کر کے دو وجودوں سے ایک نئے وجود میں ظاہر ہونا۔چونکہ ناری ہیئت غیر محسوس ہے اور خاکی ہیئت ٹھوس ہونے کی وجہ سے حواس کے احاطہ میں آتی ہے اسلئے ایک ہیئت کی حرکت سے اس کیفیت کے وجود کا احساس ہو جاتا ہے۔اسلئے حماءِ مسنون وہی صلصال ہے جس میں تمام ایثری قوتیں پائی جاتی ہیں۔اسی قوت نے پانی میں جذب ہو کر مختلف کیڑوں کی شکل اختیار کی۔جنہوں نے اپنی ارتقائی منزلوں میں بڑھ کر۔پودے۔درخت۔نباتات۔کیڑے۔مچھلی۔سانپ۔چیونٹی۔بھیڑ۔گھوڑا۔ہاتھی۔شیر وغیرہ کی شکلوں تک بڑھتے بڑھتے قرار پکڑا۔کیونکہ ان ناری ذرات میں اتنی ہی ارتقائی (خاکی) وسعت تھی۔اور اسکے ساتھ ہی زمین کے تمام جواہرات کا مرکب زمین کے وسط میں پانی میں ملکر جمع ہو گیا۔ہزاروں سال کی سورج کی تمازت نے پانی خشک کر دیا۔اور آخر اس جوہر دار پانی نے لیس دار کیچڑ کی ہیئت اختیار کی جسے حماء مسنون کہا جاتا ہے۔اسکا تصور ایسا ہے۔جیسے کیچڑ کا لفظ کہنے سے ہمیں۔لیس دار مٹی پانی میں ملی ہوئی کا تصور خود بخود آجاتا ہے۔ہاں۔ہمارے ذہن میں جب تک اجزائے زمینی کے تمام قوتوں کا تصور نہ ہو لیس دار کیچڑ کا صحیح تصور نہیں آسکتا۔

تو حماء مسنون سے مراد کائناتِ ارضی کے تمام قوی قوتوں کا جوہر ہے۔جس سے بشر کی بناوٹ ہوئی۔بشر میں یہ تمام قوتوں کا جوہر پایا جاتا ہے۔اور بشر سے کیا مراد؟ قرآن نے بعض جگہوں پر بشر کی ہیئت کا ذکر کیا ہے۔فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔پس ہم نے بھیجا طرف حضرت مریم علیہا السلام کے اپنا روح۔پس وہ مثل بشر حضرت مریم کے سامنے آیا۔۔۔ ظاہر ہے۔اگر روح آتا تو محسوس نہ ہوتا۔اسکے محسوس ہونے کیلئے ایک شکل اختیار کی جس شکل سے روحی ہیئت پہچانی گئی۔ وہ ہیئت انسانی جسم کی سی تھی۔اس تبدیلئے ہیئت میں روح میں اور کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی سوائے اسکے کہ یہ روح شکل جسمانی میں ظاہر ہوئی۔جسے بشر کہا گیا۔معلوم ہوا شکل انسانی میں جسم۔کان۔ناک۔

آنکھ۔سر۔دھڑ کو بشر کہا گیا۔جسکا مرکب حماء مسنون ہے۔اس مقام پر آ کر انسان ایک چلتا پھرتا متحرک وجود محسوس ہوتا ہے۔جو چل سکتا۔کھا سکتا ہے۔یہی حالت باقی متحرک جانداروں (حیوانوں) کی ہے۔ اس بشر اور حیوان میں پیدائشی ترکیب میں کوئی فرق نہیں۔البتہ۔چونکہ انسان ایک مخصوص ومنتخب مخلوق ہے اور اسے خلیفہ قرار دینا ہے اسلئے اسے پہلے اشرف المخلوقات بنانا ہے۔اسلئے اسکے وجودی مرکب میں کائنات ارضی کے تمام قوی قوتوں کا جوہر ہے اور انسان صرف ایک ہی وجود ہے جو اس مقصد کیلئے بنایا گیا۔اس بشری حالت میں اسکے مرکبِ سفلی میں قوت شہویہ پائی جاتی ہے۔جسکا اثر فساد وخونریزی ہے۔اسی زمینی (ارضی) تخلیق پر ملائکہ نے اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا ..... کا تصور کیا۔لیکن اس بشر میں مخلوق سے زائد چیز پیدا کی گئی وہ فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ کی صفت ہے۔کہ اسے سنوارا گیا۔بشری ہیئت میں تو اسکے جسم کے اعضے حسین تناسب میں مکمل ہو چکے ہیں۔کیونکہ اس شکل کو ہی بشر کہا گیا۔اب سوئ سے انسانی قوت میں اضافہ کرنا ہے۔وہ یہ کہ آنکھ۔کان۔دل ودماغ کو باقی حیوانی مخلوق کے مقابلہ میں آراستہ اور قوی کرنا۔تاکہ آنکھ سے دیکھ کر کان سے سن کر دماغ سے کام لیکر ارتقا کی طرف قدم اٹھائے۔ یہی ارتقائی قوتیں ہیں جو اس بشر کو باقی مخلوقِ حیوانی کے مقابلہ میں ممتاز واشرف کرتی ہیں اسی دل ودماغ سے انسان میں ایک قوی قوتِ ارادی پیدا ہوتی ہے۔جو خیر وشر کی تمیز کے ساتھ اسکی سفلی قوتوں کا کنٹرول کرتی ہے۔اسطرح ایک بشر خود بدی اور نیکی کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔اب چاہے۔بدی۔کرے۔ چاہے نیکی کرے۔اب فساد وخونریزی کا جذبہ کسی قوت کے غلبہ کی حد میں پابند ہو جاتا ہے۔اسی لئے فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ کا دانستہ ذکر کیا گیا۔کہ اس قوت سے ملائکہ کے اعتراض سے پاک ہو جاتا ہے۔یہ ضروری ہے کہ انسان اپنی سفلی قوتوں کے اعتبار سے فساد پر ہی مائل ہوگا۔لیکن اسکے ساتھ ہی اسے ایک محرک کی ضرورت ہے جو اسے نیکی کی طرف تحریک دے۔وہ کیفیت بھی ایک زائد چیز ہے۔ وَ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ۔انسان کے تصور میں ایک ایسی کیفیت ڈالی جائے۔جسکے تصور سے وہ خود بخود بدی سے باز رہے۔وہ ایک روح ہے۔جسکا تعلق انسانی زندگی سے نہیں۔کیونکہ انسانی زندگی اب برسرِ عمل ہو چکی ہے۔یہ روح روحی کہلاتی ہے۔جیسے قرآن نے روح کے متعلق ذکر کیا۔ فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا۔یہ ملائکہ نوری پیکر ہے۔اسے بھی روحنا کہا گیا۔یعنی یہ اللہ کی ذات کی روح نہیں بلکہ ایک مخلوق روح ہے۔

دوسرے فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا اور ہم نے حضرت مریم میں ایک نور (روح) القایا نفخ (دم) کیا۔ یہ ایک مخصوص نور ہے جس نے رحم مادر میں مادہ کی طرف رجوع کر کے ہیئتِ بشری اختیار کی۔ اسی طرح وَ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ انسانی زندگی کی تکمیل کے بعد اور سویٰ کے بعد نفخ کی جاتی ہے جو بشر کو مقامِ خلافت کی طرف لے جاتی ہے۔ اس روح کی کیا ضرورت ہے؟ سو قرآن ساتھ ساتھ دانستہ ذکر کر رہا ہے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ۔ جہاں تک ایک انسانی پیدائش کا تعلق ہے۔ اسکی پیدائش کی تکمیل بشر پر پوری ہو جاتی ہے۔ اور انسانی اعتبار سے یہ اپنی سویٰ سے انتہائی وسعتوں تک ارتقا کر سکتا ہے۔ تو پھر روح کے نفخ کا کیا مقصد؟ اور پھر آدم کو علم الاسماء کس لئے دیا جاتا ہے۔! یہ اسلئے ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَةِ ۔ اسے ملائکہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ــــ تو جاننا ہے کہ وہ کیسا علم ہے۔ جس سے ملائکہ اور انسان کا مقابلہ کرانا ہے ــــ تو یہاں دو کیفیتوں کی دلیل کی ضرورت ہے۔ اول اسماء کا علم کیا ہے۔ دوسرے ملائکہ سے کیوں مقابلہ کرایا جاتا ہے۔ تو یہ مقابلہ دونوں فریق کی کمالیت کا ہے تا کہ اس تقابل سے ایک کو دوسرے پر فوقیت ہو۔ اس فوقیت کیلئے ضروری ہے۔ کہ انسان کو ملائکہ سے بالاتر کمال حاصل ہو۔ تو یہ کمال علم سے ظاہر کرنا ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ انسان کو ملائکہ سے بالاتر علم عطا کیا جائے۔ سو اگر یہ کہا جائے کہ آدم علیہ السلام کو زمینی اشیاء کا علم دیا گیا۔ زمینی اشیاء کی حیثیت کثیف ہے۔ یہ تو خود بشر کے علم میں آسکتی ہیں۔ ملائکہ تو اس کشف و علم میں باعتبارِ نوری ان کیفیتوں پر بشر سے زیادہ احاطہ کر سکتے ہیں۔ اسلئے علـم وہ ہو جس پر ملائکہ احاطہ نہ کر سکیں اور بشر احاطہ کر سکے۔ لیکن بشر سفلی حیثیت میں ملائکہ سے بالاتر قوتوں کا احاطہ و ادراک نہیں کر سکتا جب تک کہ اس میں ایک نوری قوت موجود نہ ہو۔ سو اسی غرض سے اس میں روحــــی کی قوت ودیعت کی گئی تا کہ اسی روح سے علم الاسماء کا ادراک و مشاہدہ کرے۔ لہٰذا روحی کا نفخ صرف علم الاسماء کیلئے ہوا۔ اور اسماء سے مراد اسماء ملکوتی۔ اسرار و آثار ملکوتی تا ذاتِ الٰہی ثُمَّ عَرَضَهُمۡ میں ملائکہ سے مقابلہ ہے۔ اسلئے اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ میں یہی راز ہے۔ جسکا علم ملائکہ کو نہیں ہو سکتا۔ اور ملائکہ پر ظاہر کرنے کیلئے یہ مقابلہ کیا گیا۔ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۔ پہل ملائکہ سے ہوتی ہے۔ اے ملائکہ اگر تم اپنے قول معترض میں درست ہو کہ تمہیں تسبیح کے حامل ہو سکتے ہو۔ تو تسبیح کے نتیجہ میں تمہیں اسماء کا مشاہدہ ادراک ہونا چاہیے۔ تم اپنے

آثار ملکوتی کی خبر دو۔لیکن یہ تو مقررہ قانون ہے ملائکہ آسمانوں میں مقیم ہیں۔اس سے اوپر جا نہیں سکتے انہیں آسمانی اسرار و آثار کی خبر نہیں۔آسمان اول کے فرشتہ کو آسمان ہفتم کی خبر نہیں۔آسمان ہفتم کے ملائکہ کو عرش کرسی کی خبر نہیں۔تو ملائکہ نے تسلیم کیا۔قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ تو غلط کہنے اور غلط کرنے سے پاک ہے۔تو جو کرتا ہے وہ حق ہے۔لیکن ہمیں ان اسماء کا کلی طور علم نہیں۔مگر جتنا تو نے ہمیں دیا۔"جتنا تو نے ہمیں دیا" اس بیان سے صاف ظاہر ہے۔کہ ملائکہ زمینی کیفیات کے ادراک میں عاجز نہیں البتہ ان کیفیات و اسرار کو پانے میں عاجز ہیں جہاں انکی رسائی نہیں۔اور بات بھی معقول ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنانا ــــ اسکے مقابل ملائکہ کا تسبیح وحمد کا سوال کرنا۔اور پھر ملائکہ سے مقابلہ کرانا ــــ زمین کی کثیف کیفیات کے علم ہونے میں کیا خصوصیت ہے جو بشر کو ملائکہ سے اشرف بنا سکتی ہے۔!قَالَ یٰآدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ پس کہا اللہ نے اے آدم اب تم انکو انکے احوال و آثار کی خبر دو ــــ آدم۔سویٰ اور نفخ روح کے بعد تسبیح وحمد کا حامل ہو گیا اور اسکی تسبیح وحمد کیا ہے؟ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔حضرت آدم مشاہدۂ اسرار الٰہی اور مشاہدۂ ذاتِ الٰہی میں مشغول ہے ــــ یہی اسکی معرفت ہے۔یہی اسکا عرفانِ الٰہی ہے۔یہی اسکا مقام خلافت ہے۔یہی تسبیح جس سے ملائکہ بے خبر ہیں۔اسی مشاہدۂ اسرار الٰہی سے فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ پس جب آدم نے ملائکہ کو انکے اسماء۔احوال و آثار کی خبر دی۔تو یہ خبر پانے والا ــــ خبر دینے والا۔نبی کہلایا ــــ اسی علم نبوت اور مقامِ نبوت کو خلافت سے تعبیر دیا جاتا ہے۔اسی صاحب خلافت کو خلیفہ تصور کیا جاتا ہے۔یہی بشر روحانی اعتبار سے اشرف الملائکہ ہے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۔یہ ایک اخلاقی اصول وانصاف ہے۔جب ملائکہ نے آدم کے کمال نبوت کو دیکھا تو خوشی سے پیدائشِ ارض کی عظمت کو تسلیم کیا۔ورنہ اللہ تعالیٰ نے کسی بہانہ سے ملائکہ کو قائل کرنے کی کوشش نہیں کی ــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بالدلیل ملائکہ سے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لا وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یہ دعویٰ ہے۔اظہار حقیقت کا۔کہ میں نے تم سے کہا نہیں تھا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔میں تو جانتا تھا کہ تم بغیر تحقیق اور ظاہری مشاہدہ کے ارضی تخلیق کو اپنے سے برتر تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے اندرون ــــ اب حضرت آدم کے بعد۔کیا وہ مخلوق بھی خلیفہ کی صفت میں شامل ہے۔جو زمین پر (اولاد آدم) پیدا ہو

گی۔اسکے متعلق آئندہ بشرطِ زندگی درس قرآن میں آنجناب کا بیان ہوگا۔تو ہمیں سبق ملیگا۔مزید برآں التماس خدمت ہے۔کہ بندہ حد درجہ کم علم ہے۔صرف علماء امت کے علم پر ہی نظر رکھتا ہے۔البتہ اپنے نظریات وعقائد اور علم پر بھی اپنے عمل کی جزا ہے۔اسلئے مستدعی ہوں کہ میرے اس بیان میں جو بھی خامی اور غلط تاویل ہو بندہ کو آگاہ فرمائیں اور اسکی اصلاح فرمائیں۔یہ ضروری ہے۔کہ کم علم آدمی اپنی لاعلمی کی وجہ سے غلط عقائد پر بضد ڈٹ جاتا ہے۔جس وجہ سے انسان کا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔اگر آنجناب جیسی عالم ہستیاں دنیا پر نہ ہوں تو انسان نہ صحیح عمل کرسکتا ہے نہ صحیح جزا پا سکتا ہے۔اور زندگی گمراہی میں گزار کر آخر نقصان پاتا ہے۔براہ کرم بندہ کے ان نظریات کی اصلاح فرما کر مشکور فرمائیں۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔

آئندہ درس قرآن کے سبق میں بندہ مطالعہ کرتا ہی رہیگا۔اسطرح بھی میری اصلاح ہوتی رہیگی۔مشکور ہونگا۔اگر آنجناب للّٰہی تکلیف فرما کر براہ راست بندہ کو جوابی خط میں میری غلطیوں سے مجھے آگاہ کریں۔

العبد

محمد نورالدین ایبٹ آباد

۷۸۶

ازایبٹ آباد محررہ ۲۴۔اپریل ۱۹۷۳ء

محتشمی جناب مولانا۔احتشام الحق صاحب۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موصول ہوا ___ مجھے افسوس ہے۔کہ باوجود طویل تحریر کے میں اپنا مقصد بیان کرنے میں ناکام رہا۔میں نے اپنی تحریر میں۔جواندازِ بیان اختیار کیا ___ امید تھی کہ میں اپنے خیالات کا صحیح اظہار کرسکونگا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔اسلئے میں دوبارہ اپنا مطمحِ نظر آپکے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں۔کہ مسائل خواہ احکام سے متعلق ہوں ___ یا متشابہات سے ___ مادیت سے متعلق ہوں یا روحانیت سے ___ ہر کیفیت کی تحقیق میں۔قرآن وحدیث سے دلائل حاصل کرنا ضروری ہے ___ اسی اصول کے تحت مجھے آنجناب کی خدمت میں یہ عرضداشت پیش کرنے کی ضرورت پڑی ___ کہ مفسرین یا علمائے شریعت قرآنی دلائل کی موجودگی میں ___ کیوں نظریات و عقائد میں اختلاف وتضاد رکھتے ہیں۔؟ جبکہ امت کو انہیں مفسرین ومحققینِ اسلام سے۔قرآن وحدیث کی فہم کا علم حاصل ہوتا ہے ___ یا عوام الناس کے عقائد ونظریات کی بنیاد۔انہیں علماء کی تفسیر واقوال پر ہی منحصر ہوتے ہیں ___ !

درسِ قرآن میں گزشتہ ہفتوں۔ اَلْاَسْمَاء سے متعلق جو کچھ بحث کی گئی ___ بیشک قرآن وحدیث کے حوالوں کی روشنی میں ہی کیفیات کے تصورات پیش کیئے گئے ___ انہیں تفصیلات میں مفسرین ومحققین کے مختلف فیہ نظریات سامنے آئے ___ جب کسی کیفیت کی تحقیق میں قرآن وحدیث سے ہی دلائل پیش کیئے جائیں۔تو پھر اس تضاد کا کیا سبب ___ ؟ یہ اختلافِ رائے۔سوائے اسکے نہیں کہ مفسرین ومحققین۔قرآنی آیات واحادیث (عربی) کی شرح وتفسیر میں عقلی اجتہاد سے کام لیکر عجمی تصورات میں کیفیات کا تجزیہ کرتے ہیں ___ یعنی عجمی تصورات۔عربی اصطلاحِ قریش ___ استعارات وتشبیہات ومحاورات کے حقیقی معانی وتصورات کا احاطہ نہیں کر پاتے ___ اس وجہ سے نظریات وعقائد میں اختلاف واقع ہوتا ہے۔اس وجہ سے انسانی ذہن حقیقی تصورات نہ پانے کے باعث حصولِ علم میں تشنگی محسوس کرتا ہے ___

درسِ قرآن کے مطالعہ میں ـــــ یا اس سے علاوہ قرآن و حدیث کے علم و فہم ـــــ میں قرآنی تفاسیر میں مفسرین کے اقوال و آرا میں جو اختلافات محسوس ہوتے ہیں۔ انکے متعلق میں اپنے خیالات کے اظہار کا اعادہ کرتا ہوں۔ یہ اختلافات ـــــ میری لاعلمی۔ ناقص فہم۔ تنگئ ذہن کے باعث ہے ـــــ یا فی الواقع مفسرین کے تفکر میں عقل کو عقل سے اتفاق نہیں ـــــ اس بارہ میں۔ میں اپنی اصلاح کا خواہش مند ہوں۔ جسکے لئے آپکی خدمت میں یہ عرضداشت پیش کرنا چاہتا ہوں ـــــ تاکہ حصولِ علم میں حقیقی تصورات ـــــ عقائد و نظریات۔ میں وہی کیفیت حاصل ہو جو قرآنی علم کی اصل ہے۔ اس سلسلہ میں درس قرآن سے متعلق چند احوال کا ذکر کرتا ہوں۔

آسمان سے متعلق دیئے گئے تصورات میں ـــــ پہلی کیفیت۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ـــــ اس آیت کی روشنی میں مفسرین نے جو بحث کی ہے۔ اس میں بعض نے سیاروں کو آسمان میں جڑے ہوئے بتایا ہے ـــــ اور بعض نے اس تصور کے خلاف معلق فلک میں تیرتے ہوئے ثابت کیا۔ آسمان میں جڑے ہوئے تصور کو غالباً اس وجہ سے پیش کیا گیا ـــــ کہ انسانی نظروں میں سیاروں کو انکی محسوس جسامت کے مطابق۔ چھوٹے نگینے سمجھ کر آسمان میں جڑا ہوا سمجھا گیا ہو ـــــ اور یہ کہ ان اجسام کو ٹھوس جسم کے تصور میں انکی تنصیب کا کوئی نظام ضروری سمجھا گیا ہو ـــــ برعکس اسکے بعض نے قرآنی آیت كُلٌّ" فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ کے تحت ستاروں کو معلق قرار دیا ہو ـــــ ان ہر دو نظریات میں۔ جہاں تک تحقیق و فکر کا تعلق ہے ـــــ اس تحقیق میں یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ مفسرین و محققین نے اپنی عقلی تاویل کو شامل کیا ـــــ اور مختلف عقلی دلائل پیش کئے۔ جنکا ماخذ۔ نہ قرآن ہے۔ نہ حدیث ـــــ سوائے اسکے۔ کہ قرآن نے ایک اجمالی کیفیت۔ آسمان اور سیاروں کے متعلق پیش کی وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ۔ لیکن جو نظریات محققین نے پیش کئے انکی تصدیق کیلئے قرآن نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی ـــــ کہ یہ سیارے آسمان میں جڑے ہوئے ہیں جیسے کہ كُلٌّ" فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ میں ایک تصور پیش کیا جاتا ہے ـــــ اس تصور کی بنیاد پر بھی مفسرین آگے چل کر آسمان کی ہئیت کے مختلف تصورات پیش کرتے ہیں۔ جن میں بھی ـــــ الگ الگ تصورات شامل ہیں ـــــ اسلئے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ ایسے عقلی استدلال میں مفسرین۔ کس علم کا سہارا لیتے ہیں۔؟

اپنی ذاتی عقلی قوت کا۔۔۔ یا ذاتی شخصیت کا۔۔۔؟ نیز یہ کہ علمائے شریعت ایسے علمائے متقدمین کے اقوال کس مصلحت کے تحت پیش کرتے ہیں۔؟ کہ ایسے مختلف فیہ نظریات کو بھی قبول کیا جائے؟ محققین نے انہیں دلائل پر آسمان کو سیال اور لطیف۔۔۔ اور کہیں غیر سیال اور جامد قرار دیا۔ اور اپنے نظریات کی تصدیق کیلئے آسمان کو غیر سیال اور جامد ثابت کرنے کیلئے۔ قرآنی آیت اور حدیث سے۔ آسمانوں میں دروازوں کا ہونا۔ بطور دلیل پیش کیا۔۔۔ یا یہ کہ عقلی طور سیاروں کو جامد وجود تصور کر کے۔۔۔ انکی تنصیب کیلئے آسمان کو غیر سیال اور جامد تصور کرنا ضروری سمجھا۔۔۔ اسی بحث میں۔ زِیْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ کے حوالہ سے۔ ستاروں کو آسمان (چہارم) میں نصب شدہ قرار دیکر۔ آسمان دنیا کو شیشہ کی ہیئت میں تصور کیا گیا۔۔۔

درسِ قرآن میں بارش سے متعلق جو بحث کی گئی ہے۔ اس میں وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ کی آیت سے یہ تصور لیا گیا۔ کہ بارش براہ راست آسمان سے نازل ہوتی ہے۔۔۔ اسی بحث میں بارش کے متعلق قرآنی آیت میں بادلوں سے بارش ہونے کی مکمل تفصیل بیان کی گئی۔۔۔ جیسا کہ درس قرآن میں اسکی تفصیل دی گئی ہے۔ کہ "اللہ وہ ذات ہے۔ جو ہواؤں کو بھیجتا ہے۔۔۔ پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہے۔۔۔ پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے۔۔۔ آسمان میں پھیلاتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔۔۔ پھر دیکھتا ہے تو مینہ نکلتا اسکے اندر سے"۔۔۔ اسی آیت کے حوالے سے بعض نے مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کے تصور کو پختہ کر کے آسمان سے بارش کا ہونا قرار دیا ہے۔۔۔ اور بعض نے "پھر دیکھتا ہے تو مینہ نکلتا اسکے اندر سے۔ یعنی بادلوں سے" کے حوالہ سے بادلوں سے مینہ کا برسنا قرار دیا ہے۔۔۔

ظاہراً ان دونوں نظریات میں تضاد محسوس ہوتا ہے۔ آسمان سے بارش کا تصور بادلوں سے بارش کی نفی کر دیتا ہے اور بادلوں سے بارش کا تصور وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔۔۔ آسمان سے بارش ہونے کی نفی ہو جاتی ہے۔ گویا خود قرآنی آیات میں دو متضاد کیفیتوں کا تصور دیا جاتا ہے۔ اس تضاد کو ختم کرنے کیلئے۔ یا دو مختلف نظریات کو یکجا کرنے کیلئے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو پیش کیا گیا۔۔۔ کہ ان آیات کی رو سے۔ اولاً بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور بادلوں میں جمع ہو جاتی ہے۔۔۔ بعدۂ بادلوں سے زمین پر برستی ہے۔ لیکن اس تحقیق میں ایک سقم باقی رہ جاتا ہے۔ کہ قرآن اپنے تفصیلی بیان میں۔ بارش کی ابتداً۔ ہواؤں۔۔۔ سمندری بخارات سے کرتا ہے۔ پھر یہی بخارات بادلوں

کی شکل میں آسمانی فضا میں اٹھائے جاتے ہیں ـــــ اس طرح آسمانوں میں بارش کی ابتداً کی نفی ہو جاتی ہے ـــــ

دوسری طرف آسمان سے بارش ہونے کی دلیل میں یہ آیت بھی پیش کی گئی ـــــ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ط غالباً متذکرہ واقعات کی روشنی میں ہی اس آیت کے لفظی معنی یہ کئے گئے۔ جس میں آسمان سے بارش کا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ کہ۔ ''کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے۔ جو کافر ہیں۔ یہ کہ آسمانوں کے منہ بند تھے۔ پھر اللہ نے انکا منہ کھولدیا۔ اور آسمان سے بارش ہونے لگی ـــــ اور زمین کا منہ کھول دیا اس میں روئیدگی شروع ہوئی ـــــ اس سے قبل آسمانوں میں بارش بند تھی ـــــ اور زمین پر بارش نہ ہونے کی وجہ سے انبات کا وجود نہ تھا۔'' اس آیت کے متعلق قرآن کریم میں۔ اکثر مفسرین نے جو لفظی ترجمہ کیا ہے۔ اس میں ایک علیٰحدہ تصور بھی پایا گیا ـــــ وہ یہ کہ ''کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جو کافر ہیں۔ کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انہیں جدا جدا کر دیا۔'' اور قرآن کریم کے ایک نسخہ میں یہ تاویل بھی کی گئی ہے۔ یہ قرآنی نسخہ مشہور ہے۔ ''تسہیل القرآن''۔ مرتبہ حاج الحرمین مولانا فیروز الدین خانصاحب (یہ تفسیر: تمام جدید وقدیم تراجم کے مدنظر۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے لفظی ترجمہ کے مطابق ـــــ اور مشہور تفاسیرِ عربی سے ماخذ تفسیر سے لکھی گئی ہے) جو شائع کردہ فیروز سنز ٹرسٹ۔ لاہور سے ہے اس قرآن میں اس آیتِ مذکورہ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے ـــــ ''کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جو کافر ہیں۔ کہ آسمان وزمین اجتماعی صورت میں تھے ـــــ پھر الگ الگ کر دیا ہم نے انکو۔ اور بنائے ہم نے پانی سے جاندار پس کیا وہ یقین نہیں لاتے۔'' اسکی تفسیر اس طرح کی گئی ہے ـــــ ''کیا ان کافروں کو نہیں معلوم کہ زمین اور آسمان خلط ملط ـــــ یعنی کھولتے پانی کی صورت میں تھے۔ پھر قدرتِ الٰہی نے انہیں الگ کر دیا ـــــ کہ اس (کھولتے) پانی سے جو کثیر تعداد میں جھاگ اٹھا۔ انہیں زمین اور جو بخارات اڑے انہیں آسمان بنا دیا ـــــ اسی پانی سے ہر جاندار کو پیدا کیا'' ـــــ اس تصور کیلئے مفسر نے کس قرآنی آیت یا حدیث سے دلیل حاصل کی ہے۔؟ اس تفسیر میں تو آسمان سے بارش ہونے کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔!

گزارش ہے کہ آسمانوں ـــــ سیاروں ـــــ زمین ـــــ دروازوں ـــــ اور بارش وغیرہ کی تحقیق میں ـــــ کیا یہ ضروری نہیں۔ کہ اول ان کیفیات کے بنیادی وجود کا حقیقی تصور حاصل کیا جائے؟ بیشک ان کیفیات کے حقیقی تصورات کو پانے کیلئے۔ قرآنی آیات اور احادیث سے ہی استفادہ کرنا چاہیے۔

قرآنِ کریم میں آسمانوں کے بنیادی وجود ومرکب سے متعلق کوئی تفصیلی بیان نہیں ـــــ احادیث میں بھی نہیں ـــــ تو پھر۔ آسمان کی ہئیت ـــــ اسکا بنیادی وجود ومرکب۔ اسکی تخلیقی ترکیب و ترتیب پر تحقیق کی جائے۔ تو اس تحقیق کا ماخذ کیا ہوگا ـــــ؟ اور جب تک اِن کیفیات کے اصل وجود کا تصور نہ پایا گیا۔ ان کیفیات سے متعلق باقی تصورات حقیقی نہیں ہو سکتے۔ جس کیفیت کی اصل ہئیت علم میں نہ آئے۔ اس پر بحث نامکمل اور اختلافی ہوسکتی ہے ـــــ!

یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ قرآنِ کریم کیفیتوں کے اسماء۔ انکی صفات پر رکھتا ہے۔ یہ طریق اصطلاحِ قریش کی اصل ہے کہ لفظ میں کیفیت کی ترکیب موجود ہوتی ہے۔ مثلاً اَلسَّمَاءُ۔ اَلدُّنیَا۔ اَلْاَرْضُ یا فَجَر"۔ ثَمَر"۔ قَبَر" ـــــ علمِ لغت کی بنیاد اسی صفت پر ہے۔ کہ اسماء کو اسکی صفت سے پہچانا جاتا ہے ـــــ کہ اَلسَّمَاءُ میں اسکی صفت مضمر ہے۔ الدُّنیا "قریب" صفت پر معنٰی کیے گئے ـــــ ارض میں سفلی مقام کا تصور ہے ـــــ فجر میں "بہنے" کی کیفیت ہے۔ ثَمَر" ۔ اِذَا اَثْمَرَ۔ پھلنے والی صفت پر اسکا نام رکھا گیا ـــــ قَبْر" گڑھے کی ہئیت پر تصور قائم کیا گیا ـــــ اسلئے قرآنی شواہد سے ماسوئ علمِ لغت سے اسماء کی کیفیات پہچان کر حقیقی تصور حاصل کیا جاتا ہے ـــــ میرا خیال ہے کہ اسی علم کی بنیاد پر اجتہادِ عقلی کو راہ ملتی ہے ـــــ اسی علم پر قوتِ عقلی وفکری کی تحقیق و بنیاد ہوسکتی ہے۔ جہاں قرآن وحدیث سے مواد حاصل نہ ہو۔ وہاں قرآن کے الفاظ میں مضمر تصورات پر تحقیق کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ انہیں تصورات پر کائنات کی عقلی تحقیق ـــــ کیفیات کے حقیقی تصورات پانے کی قدرت رکھتی ہے۔ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ـــــ اشیائے کائناتِ ارضی ـــــ اور جملہ کائناتِ خلقت کی تحقیق وتفکر پر قرآن خود تحریک دیتا ہے۔ جس میں انسان کی ذاتی قوتِ فکری پر تحقیق کو منحصر کیا گیا ـــــ اور اسی طریقِ تفکر پر سائنس کا وجود قائم ہے ـــــ

السّماء ـــــ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ السّماء کے تصور میں۔ انسانی ذہن میں عالمِ بالا کا تصور آتا

ہے ــــ السماء سے متعلق۔ قرآن میں یہ تصور بھی پیش کیا گیا ہے۔ آسمان کی مخلوق مَلٰئِکَۃ سے موسوم ہے۔ ملائکہ کا تصور دراصل آسمان کی صفت سے ہی لیا گیا ہے۔ کہ ملائکہ سے مراد ــــ ''نوری پیکر'' ــــ نوری پیکر کے تصور سے آسمان کے نوری ہونے کا ثبوت مل جاتا ہے ــــ تو عام ذہن یہ تسلیم کر لیتا ہے۔ کہ آسمان نوری کیفیت ہے ــــ تو ظاہر ہوا۔ کہ آسمان کی ہیئت اسکا مرکب۔ نور سے ہے ــــ نوری ہے ــــ نور کی عام اصطلاح میں تعریف ۔ ماورائے ادراک۔ غیر مجسم۔ لطیف۔ یا سیال وجود ــــ اب آئندہ آسمان سے متعلق کیفیات پر اسی نوری تصور کے ساتھ تجزیہ کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور ــــ اگر ملائکہ کو سطحی نظریہ کے تحت ایک مجسم وجود کے تصور میں دیکھا جائے۔ تو اسکے لئے اس تاویل کی گنجائش پیدا ہوتی ہے ــــ کہ ملائکہ کے رہنے کیلئے ایک مقام کا جامد ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ملائکہ کہاں معلق ہوا میں لٹکتے پھرینگے۔ بجائے اسکے اگر آسمان کو نوری اور ملائکہ کو نوری ہیئت تصور کیا جائے۔ تو اس تاویل کی گنجائش پیدا ہی نہ ہوگی۔ کہ ملائکہ کیسے آسمان میں رہتے ہونگے ــــ اسی طرح اگر ابتدائی طور۔ آسمان ــــ نور کی حقیقت فہم میں لائی جائے تو آسمان کے سیال۔ لطیف یا غیر سیال و جامد تصور کی گنجائش ہی پیدا نہ ہوگی ــــ بلکہ ہر کیفیت کو نوری کیفیت سے نسبت دیکر اسکا تجزیہ کیا جائیگا۔ اسکے برعکس اگر قرآنی آیات یا عقلی اجتہاد سے آسمان کو غیر سیال۔ جامد۔ ٹھوس خشک ہیئت قرار دیا گیا ــــ تو اِس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ایسی قرآنی آیات کا جن سے آسمان کا غیر سیال و جامد ہونا ثابت کیا جاتا ہے ــــ ان آیات پر عمیق غور وفکر کی ضرورت باقی ہے ــــ اب اسی مسئلہ کو لیا جائے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔ اس آیت سے آسمان سے بارش کا ہونا ثابت ہے ــــ اس آیت پر غور وفکر کیلئے مَـآءً کا تجزیہ شامل کیا جائے۔ تو بارش کا کیمیاوی تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ بارش کا پانی۔ زمین کے دو کیمیاوی (جماداتی) اجزا کے مرکب (آکسیجن اور ہائیڈروجن) کا مجموعہ ہے۔ اسلئے بارش زمین کی پیداوار تصور کی جاتی ہے۔ یعنی زمین کا پانی (جو آسمان سے برسایا گیا) ــــ آسمان نوری ہیئت ہے۔ نوری وجود میں مادی مرکبات و اجزا کا تصور قطعاً خلافِ نظامِ تخلیق ہے۔ اسلئے یہ نظریہ خود قرآنی ترتیب کے خلاف ہے۔ جبکہ قرآن خود اس ترتیب میں بارش کو سمندر کے پانی کی پیداوار ہونے کا ثبوت تفصیلی طور پیش کرتا ہے ــــ جہاں تک وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کی آیت کا تعلق ہے ــــ اس

میں آسمان کی حقیقی ہیئت کا از روئے قرآن وحدیث تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ کہ آسمان نوری کیفیت ہے۔ اور از روئے حدیث زمین سے لاتعداد نوری سالوں کی مسافت میں دور ہے۔ ایسی صورت میں اگر مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کی رو سے بارش کا براہ راست آسمان سے برسنا تسلیم کیا جائے۔ تو یہ باور کرنا مشکل ہے۔ کہ اتنی طویل مسافت سے بارش کا زمین تک پہنچنا ممکن ہے۔ اور اتنی طویل مسافت میں جبکہ بارش کو درمیانی انتہائی گرم فضا میں سے گزر کر زمین تک پہنچنا ہے۔ اسکی ہیئت سالم نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا یہ نظریہ نظامِ کائنات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلئے۔ اس آیت مِنَ السَّمَآءِ مَآءً پر غور کرنا ضروری ہے۔ کہ جب قرآن بارش کے متعلق دو مختلف تصورات پیش کرتا ہے تو اس کی ترکیب کیا ہو سکتی ہے۔

خاکسار نے اسی کیفیت کے تجزیہ کیلئے ـــــ السّماء پر بحث میں وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے ابتدا کی تھی۔ کہ وَسِعَ کی ترکیب میں سَبْعَ السَّمٰوٰت کا وجود کُرْسِیّ کے مرکز میں ظہور کرتا ہے ـــــ اسی وَسِعَ کی ترکیب پر ہر آسمان کی تخلیق ہونا لازمی ہے ـــــ اسی ترتیب پر آسمان اول آسمانِ دوم کے مرکز میں وجود پاتا ہے ـــــ آسمان دنیا اپنی ابتدا میں۔ جبکہ کواکب کا وجود پیدا نہیں ہوا ـــــ ایک مجسم نوری وجود ـــــ یا مجسم نوری فضا تصور ہوتی ہے ـــــ اسی نوری وجود میں ستاروں کا وجود پیدا ہوتا ہے۔ ان تمام ستاروں پر فطری تخلیقی ترکیب کے مطابق آسمان دنیا وَاسِعَ ہے ـــــ یعنی زمین کا وجود بھی باقی ستاروں میں شامل ہے۔ اور یہ سب آسمان کی فضا میں تیر رہے ہیں ـــــ ستاروں سے ماسوئی ہر فضا آسمان سے ہی تعبیر ہوتی ہے ـــــ اسکا مطلب یہ ہوا۔ کہ زمین کے ٹھوس وجود سے علاوہ باقی فضا جس میں ہم سانس لے رہے ہیں آسمانی فضا میں شامل ہے ـــــ یہ ہے آسمان کی حقیقی ہیئت ـــــ اسی تصور پر مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کا تجزیہ کیا جائے۔ تو متذکرہ آیت میں بادلوں سے بارش ہونے کی ترتیب اور مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کا تصور ایک ہی ترتیب پیش کرتے ہیں۔ کہ اللہ وہ ذات ہے۔ جو ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ پھر وہ بادلوں کو (اوپر) اٹھاتی ہے ـــــ پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے ـــــ ''آسمان'' میں پھیلاتا ہے....... بادلوں کو آسمان پر پہنچانا ـــــ اور پھر ـــــ ''پھر دیکھتا ہے تو مینہ نکلتا اس کے اندر سے'' آسمان میں۔ بادلوں ہی سے بارش کا برسنا ثابت ہے۔ اس ترکیب میں آسمان کے تصور کو شامل کرنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ بادلوں کا مقام (جبکہ بادل زمین سے چند میلوں کے فاصلہ پر

ہوتا ہے) بھی آسمان کہلاتا ہے ــــ اسی ترتیب پر وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کا تصور حقیقی ہو جاتا ہے۔اور اس طرح دو متضاد ترکیبیں ایک ہی تصور پیدا کرتی ہیں۔ برعکس اسکے کہ اگر آسمان سے براہ راست بارش ہونا تصور کیا جائے۔تو ایسی ترتیب فطری تخلیقی ترکیب کے خلاف تصور کی جاتی ہے۔

از روئے حدیث آسمانِ دنیا لاتعداد نوری سالوں کی مسافت میں واقع ہے ــــ یہ اسی آسمان کا تصور ہے۔ جو ابتداً نوری وجود کا حامل تھا ــــ اب اس وجود میں ستاروں کے پیدا ہونے سے۔ کیفیت میں فرق واقع ہوا ــــ وہ یہ کہ ستاروں کا وجود نور کی تنزلی ہیئت ہے۔یعنی مرکز میں نور ــــ نار میں تقسیم (Analize) ہو کر اسکی فضا ناری ہوگئی ــــ اسطرح آسمان دنیا دو کیفیتوں میں آگیا۔مرکز میں ناری آسمان ــــ اور اوپر (یعنی دائرہ کے قریب) نوری آسمان ــــ ان دو صورتوں میں۔ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کی ترکیب میں بادلوں کی ترکیب شامل ہے ــــ اور اگر نوری آسمان سے بارش کا ہونا قرار دیا جائے ــــ تو فطری عادت کے مطابق۔نوری وجود۔لطیف اور غیر مادی ہوتا ہے۔اسلئے نوری وجود سے مادی کثیف کیفیت کا وجود ظاہر ہونا ــــ خلاف فطرت تصور ہوگا ــــ اور اگر یہ تسلیم کیا جائے۔! پھر بھی یہ باور کرنا مشکل ہے۔کہ آسمانِ نوری لاتعداد نوری سالوں کی مسافت میں دور۔مقام سے بارش کا زمین تک پہنچنا محال اور ناممکن ہے ــــ پھر اس فضائے آسمانی میں ایسی بھی فضا درمیان میں واقع ہے۔جس میں انتہائی تپش پائی جاتی ہے۔کہ اس فضا میں فولاد بھی پگھل کر پانی ہو جاتا ہے۔ایسی فضا سے بارش کے گزرنے میں۔اسکی ہیئت سالم نہیں رہ سکتی۔اسلئے آسمان سے براہ راست بارش کا ہونا حقیقی تصور نہیں ہوسکتا۔اسی طرح جب آسمان کو نوری حیثیت میں تصور کیا جانے کے ساتھ ستاروں کو جڑا ہوا تصور کیا جائے درست نہیں یا اس میں یہ تعبیر کی جائے کہ "ستارے آسمانِ چہارم میں واقع ہیں یا جڑے ہوئے ہیں اور درمیانی آسمان شیشہ کی خاصیت کا ہو جسکے بیچ میں سے ستارے ایسے محسوس ہوتے ہوں کہ یہ آسمان دنیا میں جڑے ہیں" نوری ہیئت کے ساتھ مطابقت نہیں کرتا ــــ یہی کیفیت آسمانوں میں دروازوں کی ہے۔کہ دروازوں کو ٹھوس ہیئت میں سمجھنا قرآن سے ثابت نہیں۔ماسوئی اسکے کہ عجمی تصور میں دروازوں کو ٹھوس سمجھا جائے جس وجہ سے ٹھوس دروازوں کے لئے کسی جامد تنصیب کی ضرورت سمجھی جائے ــــ اسلئے نوری ــــ آسمانوں میں ٹھوس دروازوں کے نصب کرنے میں آسمان کو غیر سیال یا جامد

تصور کرنا فطری تخلیق کے خلاف تصور ہوسکتا ہے۔

قرآنی الفاظ یا بیان میں کیفیات کی اصل کو ذہن میں لانے کیلئے اگر قرآنی طرز بیان۔ قرآنی الفاظ کے لغوی معنی۔ استعارات۔ تشبیہات اور اصطلاح قریش (عربی) کو ملحوظ نہ رکھا گیا۔ اور عقلی قوتِ فکری سے کیفیات پر تحقیق نہ کی گئی ــــ تو خود قرآنی بیان میں ایک کیفیت کی حقیقی ہیئت و ترتیب کے برعکس ایک تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور۔

(۱) ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ" (سورۃ ۴۱ آیت ۱۱)

(۲) اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (سورۃ ۱۳ آیت ۲)

نمبرا پھر متوجہ ہوا "طرف" آسمان کے اور وہ "دھواں" تھا۔

نمبر۲ اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستون کے جنہیں تم دیکھتے ہو۔ پھر "قرار پکڑا" اوپر عرش کے۔

نمبرا جہاں تک آسمان نوری ہیئت میں تصور کئے جائیں۔ "آسمان کا دھواں ہونا" ــــ اس کیفیت میں کثیف مرکب "دھوئیں" کا تصور نوری ہیئت سے مطابق نہیں کر سکتا ــــ اسلئے دُخَان" کے معنی و تصور کو نوری ہیئت میں سمجھا جانا ضروری ہے ــــ یہ تصور عجمی حیثیت میں ذہن میں نہیں آسکتا۔ جب تک کہ عربی اصطلاح سے اسکا اصل تصور حاصل نہ ہو ــــ اسلئے آسمان کو کثیف دھوئیں کے تصور میں سمجھنا صحیح نہیں ہوسکتا ــــ

نمبر۲ ــــ میں اَسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۔میں۔ جیسا کہ مفسرین نے اِسْتَوٰى کو "قرار پکڑنا" یا بیٹھنا معنی کئے ہیں ــــ اللہ تعالیٰ کی لامحدود و واســــع ذات کا عرش (مخلوق) پر سمانا خلاف فطرت ہے۔ اسلئے استویٰ کے معنی میں اللہ کی ذاتِ واسع کا استویٰ۔ ظاہری معنوں میں تصور میں نہیں لایا جاسکتا ــــ جیسے۔

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَے الْمَآءِ ــــ میں اللہ کے تخت کا پانی میں سمانا ــــ خلاف فطرت تصور ہوگا ــــ

اسکے علاوہ۔ انسانی ادراک میں آنے والی کیفیتوں کے متعلق۔ جیسے بادل۔ پانی۔ یا ستارے یا شمس۔ قمر کے متعلق بیان پائے جاتے ہیں۔ ان کیفیتوں کو سمجھنے کیلئے۔ جبکہ یہ کیفیتیں عقلی تحقیق کے

احاطہ میں آسکتی ہیں۔قرآنی طرزِ بیان اور عقلی تحقیق میں بیّن تضاد محسوس ہوتا ہے۔مثال کے طور۔چاند کے متعلق

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ (سورة ٣٦۔آیت ٣٩)اور چاند کو مقرر کردیں ہم نے اسکی منزلیں یہاں تک ہو جاتا ہے مانند سوکھی شاخ کھجور کے۔بظاہر چاند سے متعلق بیان میں یہ معلوم ہوتا ہے ___ کہ چاند کی جسامت اتنی ہی ہے۔جتنی انسانی نظر محسوس کرتی ہے اور ایک ماہ کی مدت میں چاند کی جسامت میں فرق واقع ہوتا ہے ___ اور آخر یہ کھجور کی شاخ جتنا رہ جاتا ہے لیکن وہ خالق اپنی تخلیق سے واقف ہے ___ کہ فطری تخلیق کے تابع چاند ایک سیارہ ہے۔جسکی جسامت زمین کی جسامت کی طرح وسیع ہے ___ اور اپنے مقام پر اسکی ہیئت یکساں حالت میں رہتی ہے ___ اس پر کوئی زمانہ ایسا وارد نہیں ہوتا۔جب اسکی جسامت کھجور کی شاخ جتنی ہو ___ تو ظاہر ہوتا ہے۔کہ قرآن انسانی مشاہدات وادراک کے مطابق ایک کیفیت کا ذکر کرتا ہے۔جبکہ اس کیفیت کی اصل حقیقتاً ایسی نہیں ہوتی ___ ایسی صورت میں عقلی تحقیق سے حاصل کی ہوئی کیفیت اگرچہ ظاہراً قرآنی ماخذ کے خلاف تصور پیش کرتی ہے۔جو کہ فطری تخلیق کے عین مطابق ہو ___ قبول کرنا لازمی ہے ___ اسلئے قرآنی آیت کی ایسی عقلی تاویل جسکا تصور قرآن کے ظاہری الفاظ کے خلاف محسوس ہوتی ہو ___ قرآن کے عین مطابق سمجھی جاسکتی ہے ___ البتہ ایسا ہونا ضرور ہے۔کہ مفسرین و محققین کیفیات کی اصل کو خواہ قرآن وحدیث سے۔خواہ عقلی قوتِ فکری سے (علم الہیئت سے) پہچان لیں ___ تو پھر اعتراض وعدم قبولیت کی گنجائش باقی نہیں رہتی ___ اسی طرح اس نظریہ کی تصدیق قرآنی آیت وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ میں ستاروں کو چراغ (چراغ کی ٹمٹماتی لو) سے تشبیہ دیا گیا۔یہ تصور بھی انسانی مشاہدات وادراک کے تابع ہے۔کہ ___ درحقیقت ستارے اپنی جسامت کے اعتبار سے وسیع ہیئت رکھتے ہیں۔لیکن بُعد اور انسانی نظر کی قوت۔ان ستاروں کو ٹمٹماتے چراغوں کی ہیئت میں محسوس کرتے ہیں۔اسلئے قرآن نے تشبیہی انداز میں مصابیح کے تصور میں انکا ذکر کیا ___ ایسی صورت میں تشبیہی یا مشاہداتی کیفیتوں کو بعینہٖ قرآنی ماخذ کے مطابق قبول کرنا ___ اصل حقیقت کو غلط تصور میں پانے کے برابر ہوسکتا ہے ___ جبکہ عقلی تحقیق سے کیفیتوں کی اصل ہیئت کا احاطہ کیا جاتا ہے ___

غرض اس بیان سے یہ ہے ـــــ کہ بیشک ۔وحی جلی کی فہم میں آیات جنکا تعلق ۔استعارات ۔تشبیہات یا قریشِ عربی کی (عربی) اصطلاحات ومحاورات سے ہو ـــــ اولاً قرآنی آیات کی تفصیلات سے اخذ کیا جائے اور جن آیات کی قرآن میں تفصیل موجود نہ ہو۔تو انکے لئے تفہیم وحی جلی (حدیث) سے رجوع کیا جائے۔لیکن یہ خیال رکھنا ضروری ہے ـــــ حدیث کی کلام بھی قریشی اصطلاح میں بیان کی گئی ہے۔جسکے لئے قریشی اصطلاح کو سمجھنا ضروری ہے ـــــ اسکے لئے "نقل" یعنی تاریخ سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔تاکہ نزولِ زمانہ اور عربی رواجات ـــــ اور طرزِ کلام کا اندازہ ہو ـــــ مثال کے طور۔

قرآنی آیت عربی طرز معاشرت یا رواج کے مطابق بیان کی گئی ہے ـــــ

اَوْجَآءَ اَحَدٌ" مِّنْکُمْ مِنَ الْغَآئِطِ ـــــ یا جائے تم میں سے کوئی نشیبی جگہ میں (یا آئے جگہ سے)۔عجمی (خاص کر ایک شہری باشندہ) اس آیت کے مفہوم کو نہیں پاسکتا جب تک کہ عرب کے ماحول اور رواج سے واقف نہ ہو ـــــ کہ اس بیان میں وہی تصور پایا جاتا ہے ـــــ جو تصور ایک جدید زمانہ کے آدمی کو (انگریزی) جدید طرز کے بیت الخلا (فلش) سے ملتا ہے ـــــ اسی طرح ایک حدیث

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ۔اس حدیث کی روایت امام ترمذیؒ نے کی ہے جس میں آسمانوں اور زمین کا ذکر اور فاصلے بیان کئے گئے۔

یہ حدیث بھی آسمانوں کی ہیئت ومسافت کی تفصیل میں بیان کی گئی ہے ـــــ جس میں تشبیہی اندازِ کلام پایا جاتا ہے۔کہ اگر زمین کی نچلی طرف ڈھول پھینکا جائے۔تو وہ اللہ پر اتریگا ـــــ اس حدیث میں ظاہر تصور تو یہ پایا جاتا ہے۔کہ زمین کے نیچے اللہ (لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ) ہے ـــــ اور انسانی عام تصور یہ ہے۔کہ اللہ اوپر آسمان کی طرف ہے (گو اس تصور کو حقیقی ہیئت میں انسان پا نہ سکا کہ آسمان سے اوپر اللہ کا مقام کیسے ہے) ـــــ تو اس حدیث کے حقیقی مفہوم وتصور کو پانا اس وقت تک ممکن نہیں ـــــ جب تک کہ اَلْاَرْضِ السُّفْلٰی ـــــ آسمان ـــــ اور ذاتِ الٰہی کے وجود ومقام کا اصل تصور حاصل نہ ہو ـــــ جس میں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ـــــ ایٰت" لِّلْمُوْقِنِیْنَ ـــــ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ کی تحقیق میں عقلی قوتِ فکری ـــــ اور وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کی تخلیقی ترکیب وترتیب اور آخر پر اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ" کی حقیقت معلوم کرنا ضروری ہے ـــــ بہ الفاظِ دگر تفہیم وحی جلی (حدیث) کے مفاہیم کو پانا ـــــ تفہیم وحی جلی وخفی۔ یعنی۔ قوتِ فقہ واجتہاد سے ہوسکتا ہے ـــــ قوتِ فقہ واجتہاد۔ مفسرین ومحققین سے ہی ہوسکتا ہے ـــــ اسلئے قرآن و حدیث کی فہم کا تمام تر انحصار۔ مفسرین کے علم پر موقوف ہے ـــــ اور مفسرین کیلئے۔ صاحب علم ـــــ صاحب القا ـــــ صاحب فقہ ـــــ اور وسیع عقلِ سلیم کا ہونا لازمی ہے ـــــ اور جہاں تک قرآن و حدیث میں اشیائے کائنات کا بیان پایا جاتا ہے۔ اسکے لئے قرآن وحدیث کی فہم کیلئے۔ متشابہات کیلئے۔ قوتِ فقہ (مشاہدۂ قلبی) ہونا اشد ضروری ہے۔ اگر مشاہدہ قلبی میسر نہیں تو قوت القاضروری ہے۔ جسکے لئے تزکیہ مجاہدہ۔ عالم کیلئے ضروری ہے۔ کیونکہ مشاہدۂ قلبی کیلئے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَ طْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ـــــ ضروری ہے ـــــ ایک مفسر ومجتہد۔ اَلْعُلَمَآءُ اُمَّتِيْ میں شامل ہے ـــــ عالمِ امت ۔خَلِيْفَةُ رَسُوْلُ اللّٰهِ کہلاتا ہے۔ جسکا کام قرآن وحدیث کے علم کو عامتہ الناس کو سمجھانا ـــــ لیکن وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ کا فرض اسوقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک عالم امت۔ بحیثیت نائب رسول اس آیت کا مصداق نہ ہو ـــــ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ ـــــ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ـــــ وَالْحِكْمَةَ ـــــ قرآن وحدیث کی تلاوت کے ساتھ انسانی نفوس کا "تزکیہ" کرے ـــــ جسمانی تزکیہ اخلاقِ نبوی ـــــ اسوۂ حسنہ ـــــ کے مطابق ـــــ روحانی تزکیہ توجہ نوری کے ذریعہ یہ قوت اسوقت تک ممکن نہیں جب تک عالمِ امت میں نَاشِئَةَ الَّيْلِ اور وَطْاً کی صفت نہ پائی جائے۔ عالمِ امت ایک مبلغ کی حیثیت سے ذمہ دار ہے ـــــ کہ عالمِ انسانی کے ہر فرد کو صراطِ مستقیم تک پہنچائے اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔یہی رسولی مشن ہے۔ جسکے لئے ایک رسول کو بحیثیت نبی مصطفٰے کیا جاتا ہے یہی مشن عالمِ امت کو رسول کے ورثہ سے ملتا ہے ـــــ جسکے لئے صرف قرآنی مسائل کا حل پیش کر کے وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ سے اپنے آپکو تبلیغ سے فارغ کرنا نہیں ـــــ بلکہ وَاَقْوَمُ قِيْلًا کی صفت حاصل کر کے خود مزکی ہونا اور انسان کو جسمانی حیثیت سے علاوہ روحانی حیثیت میں نوری توجہ سے مزکی کرنا۔ جسکی ابتداً وَاَقْوَمُ قِيْلًا سے ہوسکتی ہے یعنی عالم امت میں

نَاشِئَةَ الَّیْلِ کے عمل سے۔زبان وکلام میں تاثیر پیدا کرنا ــــ جو انسانی قلوب میں پیوست ہو کر ــــ انسانی دلوں کو حقیقت سننے اور اس پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا کرے ــــ اور آئندہ قرآن کے ہر حکم کی تعمیل کیلئے انسانی قلوب کو مزکی کر کے عمل پیرا ہونے کی قوت بخشے ــــ تاکہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ قرآنی طرز بیان کے تشبیہی کیفیات کو سمجھنے کی صلاحیت پا سکے ــــ اور وَالْحِكْمَةَ۔قرآن میں کائناتِ خلقت کے جملہ تخلیقی آثار موجود ہیں۔جو زمین سے ماسویٰ ــــ السمٰوٰت۔عرش۔سدرۃ المنتہیٰ ــــ جملہ عالم نورانی ــــ تا ذات الٰہی۔کیفیات ہیں۔انکا مشاہدہ وادراک وعلم حاصل ہو ــــ

افسوس کہ فی زمانہ۔کافر تو کجا ــــ قرآن کا حامل مسلمان ــــ اسلام کا دعویدار ــــ قرآنی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتا ــــ علمائے امت ایک ہی قرآن کی آیات۔اور حدیث کا درس دیتے ہیں۔لیکن نتیجہ یہ ہے۔کہ ہر عالم کی تبلیغ ایک وحدت میں مختلف گروہ کی تقسیم پیدا کرتی ہے ــــ ہر فرقہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتا ہے۔یہیں تک بس نہیں ــــ بلکہ ــــ وہ معارف القرآن ہو ــــ یا ترجمان القرآن یا درسِ قرآن ــــ یا احادیث کا علم ــــ یہی مسلمان اس علم کو پڑھتے ہیں مگر حالت یہ ہے بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ــــ اس کلام الٰہی کو گندی نالیوں میں۔تمباکو۔پکوڑیوں ــــ نمک مرچ کی پڑیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔گندی نالیوں میں نجاست سے بھرا ہوا پیروں تلے روندا جا رہا ہے۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ــــ یہی نتیجہ اس اصلاحی مشن کا ہوتا ہے۔

انہیں واقعات سے متاثر ہو کر یہ خاکسار آپکی خدمت میں درخواست کرتا ہے کہ تبلیغ اسلام میں تبلیغ کی روح شامل ہو ــــ اور اس طریق تبلیغ ودرس وتدریس کو اس انداز سے پیش کیا جائے۔جس سے انسان حقیقی معنوں میں مستفید ہو۔بجائے اسکے مسلمان نظریات وعقائد کی کشمکش میں الجھ کر بجائے ہدایت کے زیادہ سے زیادہ گمراہی کے اندھیروں میں سرگرداں ہو ــــ امید ہے۔آنجناب صمیم قلب سے خاکسار کی گزارش پر توجہ فرمائینگے۔فقط

العبد

محمد نورالدین مکان نمبر ۳۴۰۴۔لنک روڈ۔ایبٹ آباد

جناب ایڈیٹر صاحب[1] ہفتہ روزہ انجام ۔ السلام علیکم

یہ انکشاف ہوا ہے کہ ہفتہ روزہ ''انجام'' منصہ شہود پر آرہا ہے۔ ظاہر ہے۔ اس جریدہ کے اجرأ کا اصل مقصد ــــ انسانی نصب العین کی صحیح سمت متعین کر کے۔ ایک حقیقی ضابطہ کے تحت۔ انسان کی دینی۔ دنیوی (ظاہری۔ باطنی) راہِ عمل اور فلاح و بقا کا ایک جامع تصور پیش کرنا ہے ــــ

جہاں تک صحافت کا تعلق ہے ــــ صحافت ایک کامل و اکمل علم کا ایک جامع دستور ہوتا ہے اور صحافی ایک پاکیزہ کردار کا حامل مبلغ ہوتا ہے۔ جسکا واحد نصب العین مخلوق کی ظاہری و باطنی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔ ایک صحافی کا مقام۔ ایک کامل اکمل لیڈر کی حیثیت میں انسان کیلئے ایک صحیح راہِ عمل پیش کر کے۔ ظاہری۔ باطنی زندگی کیلئے راہ ہموار کرنا ہے ــــ تاکہ انسان حق و باطل میں تمیز کر کے حق کا ساتھ دیکر باطل قوتوں سے نبرد آزما ہو کر اپنے لئے صاف و شفاف راستہ پا کر منزل مقصود کو پالے۔

ظاہر ہے۔ ایسا مقام پانے کیلئے۔ ایک لیڈر۔ ایک صحافی کیلئے۔ حسنِ نیت۔ خلوص و دیانت۔ ایثار و قربانی کا جذبہ پایا جانا لازمی ہے۔ یوں تو صحافت میں اخبارات و جرائد کو ذریعہ معاش بنا کر کثیر دولت کا ذریعہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ امر ضروری ہے کہ ایک صحافی اپنے جریدہ میں ایسے مضامین کو جگہ دے۔ جس میں انسانی فلاح و بہبود کیلئے ٹھوس مواد پایا جائے۔ جس سے حق کو واضح کر کے۔ حق کی حمایت کی جائے۔ باطل کی نشاندہی کر کے۔ بے دریغ اسکی مخالفت کر کے۔ باطل کے ساتھ جہاد کرنے میں تامل نہ کیا جائے۔ مظلوم کی حمایت کر کے۔ ظالم کے ظلم کو ختم کرنے کیلئے۔ تیغ برہنہ بنے ــــ یہی اوصاف ایک لیڈر۔ ایک صحافی میں ہونا ضروری ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جریدہ۔ انجام کے ذریعہ حق کی حمایت و سربلندی میں اور باطل کی مخالفت اور اسکے ختم کرنے میں اپنی پوری سعی و صلاحیت سے کام لینگے۔ دعا کرتا ہوں کہ آپکے جریدہ کو فلاح انسانی کی سعی کی جدوجہد میں استقلال و دوام حاصل ہو۔

خیر اندیش

محمد نور الدین مکان نمبر 3404 لنک روڈ۔ ایبٹ آباد

---

[1] ہفتہ روزہ ''انجام'' مظفر آباد (آزاد کشمیر) سے شائع ہوا اسکے ایڈیٹر و پبلشر حمید مفتی تھے۔ (ناشر)

۷۸۶

محترم جناب ایڈیٹر صاحب روزنامہ نوائے وقت۔ السلام علیکم

آپ کے اخبار میں جناب عزیز احمد صاحب قاضی کے سلسلہ وار مضمون ''فلکیات سے متعلق'' میں۔ چند سوالات حل طلب ہیں اسکے لئے ایک مضمون آپکی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ اگر اس مضمون کی اخبار میں شائع کرنے کی گنجائش ہو۔ تو اسے شائع کردیں بصورتِ دیگر۔ بمہربانی۔ یہ مضمون اپنی وساطت سے جناب عزیز صاحب کی خدمت میں پیش کردیں۔ تاکہ وہ ان سوالات کے جواب آپ کے اخبار کے ذریعہ پیش کریں۔۔۔۔ مشکور رہونگا۔

نوائے وقت مورخہ 6 اپریل 75ء میں عزیز احمد عزیز صاحب نے ایک مضمون سلسلہ وار بعنوان ''علمِ فلکیات اور مشرق و مغرب کے نظریات'' تحریر کیا ہے۔ اسکے بعد مورخہ 27 اپریل 75ء کا ایک اور مضمون بعنوان ''اس کرّے کا نام الارض اس دن رکھا گیا جب چاند اس سے علیٰحدہ ہوا''۔۔۔۔ یہ دونوں مضامین میرے مطالعہ میں آئے۔ ان مضامین سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ موصوف نے خصوصیت کے ساتھ ''شق القمر'' پر بحث کی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا۔ کہ آپ نے معجزۂ شق القمر کے شرعی عقیدہ کو غلط قرار دینے میں خودساختہ نظریات پیش کرکے معجزہ شق القمر کی نفی کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔

اس سلسلہ میں موصوف نے اس عقیدہ کی رد میں دلائل پیش کئے ہیں۔ اصولی طور ایسے دلائل خودساختہ۔ بلاثبوت اور مبالغہ آمیز تصور ہوتے ہیں۔ مثلاً علمائے متقدمین ۔۔۔ مفسرین نے آیت۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کی تفسیر میں معجزہ شق القمر ثابت کیا ہے۔۔۔ آپ کا نظریہ اسکے برعکس یہ ثابت کررہا ہے۔۔ کہ وَانْشَقَّ سے چاند کے دو ٹکڑے ہونا ثابت نہیں۔ جسکے لئے آپ نے چند تاویلیں پیش کی ہیں۔۔۔۔ اول یہ کہ شق کے معنی میں آیت وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ۔۔ تخلیقی ترتیب سے الارض کی ابتدائی کیفیت کا حوالہ دیکر شق القمر کو شق الارض سے منسوب کیا ہے۔۔۔۔ اس میں ابتدائی تخلیقی ترکیب میں مِنَ الْمَآءِ کا ایک انوکھا تصور پیش کیا ہے۔۔۔۔ کہ ''روزِ آفرینش میں جبکہ کائنات کا وجود مستقل طور قائم نہ تھا۔۔۔ غیر محدود خلاؤں میں ایک خاص قسم کا بھاری پانی تھا''۔۔۔۔ یہاں دو کیفیتیں وضاحت طلب ہیں۔

روزِ آفرینش سے آپ کی کیا مراد ہے۔؟ یہ کونسا زمانہ ہے؟۔اور کائنات سے کیا مراد ہے۔؟ ــــ مـآ کے تصور کو ’’بھاری پانی‘‘ سے تشبیہ دیا ہے ــــ اس پانی کا وجود کہاں سے آیا۔؟ اس کا مرکب کیا ہے؟ جبکہ یہ آکسیجن ہائیڈروجن کا مرکب نہیں؟ اس کیفیت کیلئے کیا دلیل ہے۔ جبکہ قرآن وحدیث۔ سائنس۔علم نجوم وفلکیات میں اس کا ذکر وثبوت پیش نہیں کیا گیا۔؟

اگر روزِ آفرینش سے مراد وہ زمانہ ہے۔جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کا وجود موجود نہ تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے بقولِ آپ کے چند کیمیاوی اجزا سائنسی ترکیب سے ملا کر ’’کن‘‘ کہا اور مخلوق کی ابتدا ہوئی ــــ تو ظاہر ہے۔ابتدائی حالت میں کیفیاتِ نوری کا وجود پیدا ہوا۔اس مقام پر کسی بھی صحیفہ۔کسی بھی سائنس میں بھاری پانی (خواہ اسکی ہیئت کچھ بھی ہو) ثابت ہونا ممکن نہیں۔نہ اسکے لئے کوئی دلیل قائم کی جاسکتی ہے ــــ اس زمانہ سے الارض کی تخلیق تک نوری کیفیتیں لاتعداد زمانہ تک مختلف ہیئتوں میں بہ طریق سبب ومسبب۔ Object۔Subject تقسیم۔ Analize ہو کر وجود پذیر ہونا لازمی تھیں ــــ ان کیفیتوں کے آخری مراحل میں عرش۔کرسی۔سبع السمٰوٰت قرآنی رو سے ثابت ہیں ــــ اور سبع السمٰوٰت میں آخری کیفیت آسمانِ دنیا سے موسوم ہے۔اور آسمانِ دنیا میں ہیولائے فلکی (ستارے) قرآن سے ثابت ہیں وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ــــ بِزِينَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ــــ اگر موصوف کے تصور میں روزِ آفرینش اور کائنات یہی آسمانِ دنیا ہے۔تو یہ ابتدائے آفرینش نہیں بلکہ انتہائے آفرینش ہے ــــ تخلیقی ترکیب میں تمام ہیولائے فلکی آسمانِ دنیا کی پیداوار ہیں۔البتہ وسیع آسمان میں ستاروں کی پیدائشی ترکیب ایسی ہی ہے۔جیسے بعض عظیم کروں سے بعض سیارے جدا ہو کر انہیں عظیم سیاروں کی کشش میں گردش کرتے ہیں ایسے مقام پر کسی بھاری پانی کا تصور بے معنی بات ہے ــــ سوائے اسکے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ میں ماء کا وجود سوائے الارض کے کسی مقام پر ہونا ممکن نہیں ــــ قرآن نے اس تخلیقی ترکیب کا مجملاً بیان پیش کیا۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط۔کیا ان لوگوں نے۔جو اللہ کی معبودیت۔رسول کی رسالت۔قرآن کی ہدایت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔نہیں دیکھا! کہ (ابتدأ) یہ آسمان (سبع السمٰوٰت) اور زمین

(بمعہ جملہ سیاروں کے) ایک جز تھے۔ پس ہم نے (تخلیقی ترکیب کے ساتھ) انہیں الگ الگ کر دیا ــــ اور (زمین میں) ہم نے پانی سے اشیائے زمینی کو متحرک محسوس کیا۔ ملاحظہ ہو تذکرہ = حضرت علامہ المشرقی صاحبؒ = اس آیت میں کَانَتَا رَتْقًا میں آسمانوں اور زمین کو یکجز ہونا متصور ہے۔ اور فَفَتَقْنٰهُمَا میں جدا ہونے کی تخلیقی ترکیب ظاہر ہے۔ کہ آسمانوں کو سات طبقات میں تقسیم (Analize) کیا گیا۔ اور آخری منقسم آسمان ــــ آسمان دنیا کہلایا۔ اسی آسمان دنیا سے ستارے وجود میں آئے۔ گویا تخلیقی ترکیب میں ستارے آسمان اول کی پیداوار Object ہیں۔ انہیں ستاروں میں زمین کا ستارہ بھی شامل ہے۔ چونکہ قدرت نے اسی زمین پر اِنِّیْ جَاعِلٌ " فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کے منصوبہ کو تکمیل دینا تھا۔ اسلئے آسمانوں کے ساتھ صرف زمین کا خاصکر ذکر ہوتا ہے ــــ اور اس ناری کرۂ زمینی پر جیسا کہ محققین مغرب سائنسدانوں سے بھی یہ امر ثابت ہے۔ کہ زمین پر کثرت سے بارشیں ہوتی رہیں۔ جس سے زمین کرۂ ناری سے خاکی وجود میں آئی۔ یہی پانی ہے۔ جس میں زمین کے ناری ذرات نے مختلف ہیئتوں میں تبدیل ہو کر نباتات۔ جمادات۔ حیوانات کی شکل اختیار کی۔ اسی کیفیت کی طرف قرآن نے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ کا اشارہ دیا۔

اگر صاحبِ موصوف اسی آسمانِ دنیا کو کائنات تصور کرتے ہیں۔ تو اس میں بھی کسی ہیولائے فلکی کیلئے کسی بھاری پانی مَــــآء کا کوئی علیحدہ تصور نہیں پایا جاتا۔ جبکہ تمام کائناتِ عالم کیلئے قدرت نے ایک منظم نظام کے تحت علت و معلول کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ازل سے ابد تک جاری کیا۔ تاوقتیکہ ایک ہیئت علت کی حیثیت میں معلول میں تقسیم ہو کر۔ کسی دوسری ہیئت میں متبدل و متشکل نہ ہو۔ جیسے سبع السمٰوٰت میں۔ سات آسمان نوری وجودوں میں تقسیم Analize ہو کر۔ سات آسمانوں میں تقسیم ہوا۔ اور ہر آسمانی علتِ نوری سے دوسرا آسمانِ نوری معلول ہو کر آخر میں آسمانِ اول (آسمانِ دنیا) وجود پذیر ہوا ــــ آسمانِ دنیا میں دوسرا آسمان بننے کی قوت باقی نہ رہی۔ تو اس آسمان کے وجود سے ناری ستارے معلول ہوئے۔ اس طرح ناری ستاروں کا وجود براہ راست آسمانِ دنیا سے بنا۔ ایسے مقام پر کسی "بھاری پانی سے ہیولائے فلکی" پیدا ہونا خلاف فطرت ہوتا ہے ــــ اور حیات کا تصور ازل سے ہر وجود۔ ہر کیفیت میں شامل ہے۔ لہٰذا کسی مقام پر حیات کیلئے کسی بھاری پانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہاں

حیات سے مراد کیفیات میں تبدیل ہو کر کسی دوسری ہئیت میں تبدیل ہونا۔ یا متحرک ہونا ہے۔ سو ہر شے ازل سے متحرک ہے۔ انہیں کسی زائد حیات کی ضرورت نہیں۔ یہی تصور حَیّ کا ہے۔ کہ زمینِ ناری کے ذرات کا خاکی وجودوں میں تبدیل ومحسوس ہونا۔ اسکے سوا کچھ نہیں ___ ایسی صورت میں کسی بھاری پانی کا وجہِ حیات ہونا۔ بے معنی بات ہے۔ اسکے لئے نہ قرآن سے کوئی دلیل ثابت ہے۔ نہ سائنس سے۔

اسکے بعد جیسا کہ 6 اپریل کے مضمون میں موصوف نے زمین اور چاند کی تخلیقی ترکیب میں ایک انوکھا تصور دیا۔ کہ ''روز آفرینش میں جب زمین قمر کے مس سے شمس سے علیٰحدہ ہوئی'' قمر کے مس سے علیٰحدہ ہونا۔ تخلیقی ترکیب میں کوئی طریق ثابت نہیں۔ سوائے اسکے کہ فطری تخلیق کے تابع ہر شے ایک مقررہ وقت پر خود بخود ظہور کرتی ہے اور یہ بھی سائنس کی رو سے ثابت ہے۔ کہ زمین سورج سے نکلی۔ اور قمر زمین سے نکلا۔ اس سے قبل کسی صحیفہ۔ کسی سائنس سے کوئی قمری وجود ثابت نہیں ___ کہ قمری مس سے زمین پیدا ہوئی۔ عقلی طور بھی۔ یہ امر قابلِ تسلیم نہیں۔ جب دو کرے آپس میں ٹکرائیں۔ تو شدتِ ٹکراؤ سے دونوں وجود پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ البتہ قدرتی عمل کے مطابق ہر سیارے میں اسکے اجزأ خود بخود منتشر ہو کر فضا میں پھیل کر سیاروں کی شکل میں معلق ہو جاتے ہیں ___ اسلئے زمین اور قمر کے پیدا ہونے میں ایک قدرتی عمل کارفرما ہے۔ کہ زمین خود بخود شمس سے جدا ہوئی۔ اور قمر خود بخود زمین سے جدا ہوا ___ اور یہ ترکیب بھی فطری تخلیق کے خلاف ہے۔ کہ ''خدا نے انسانی نوع کی تخلیق کیلئے اس زمین کے حالات سازگار بنا دینے میں ایک عظیم کارنامہ یوں پیش کیا ___ کہ اس شمسی زمین سے ایک قمری کوہ ٹکرایا۔ اور وہ مس کرتے ہوئے کہیں بھاگ نکلا۔ اس ٹکراؤ سے زمین کے ساتھ معجزہ شق القمر ظہور میں آیا ___ اور اس زمین کا بہت سا حصہ زمین سے نکل کر ایک سمت سیدھا آسمان کی جانب نکل گیا۔ ہمارے علمائے متقدمین اور مفسرین نے شقِ قمر سے مراد اصل جسم کے دو ٹکڑے ہونا ثابت کیا حالانکہ معاملہ ایسا نظر نہیں آتا۔ بلکہ عربی زبان میں شق کے لفظ کے معانی حد درجہ حیرت انگیز ہیں'' ____

اس بیان سے ایک نئی تخلیقی ترکیب ظاہر ہوتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ زمین سے قبل ایک قمر کا وجود تھا۔ یہ بھی القمر کے تصور میں آتا ہے ___ یہ نہیں معلوم یہ قمر کس شمس کے مس سے پیدا ہوا۔ اس قمر کا محور کون ہے! ___ دوسرے قمری کوہ جو زمین سے ٹکرا کر۔ ٹکر مار کر بھاگ نکلنے میں کامیاب

ہوا۔ یہ دوسرا القمر ہے۔ تیسرا شق القمر کی رد میں۔ زمین سے نکلا ہوا بہت سا حصہ جوشق ہو کر آسمان میں جا ٹھہرا۔ تیسرا قمر۔ یہی قمر ہے جو آسمان میں معروف قمر زمین پر روشنی ڈالتا ہے۔ اب معلوم نہیں۔ ان تینوں قمروں میں شق القمر کس قمر سے نسبت دیا جاتا ہے؟ جبکہ کسی صحیفہ۔ کسی سائنس میں تین قمروں کا وجود ثابت نہیں۔ آخر موصوف ان قمروں کیلئے کیا دلیل پیش کرتے ہیں۔ سوائے اسکے بقول موصوف ''جہاں تک ہماری تحقیق کام کرتی ہے'' ــــ لیکن اس تحقیق کی اساس کس علم پر ہے۔؟ اس مضمون کو پھیر کر اصلی مقصد کی طرف لایا گیا۔ کہ اصل میں روزِ آفرینش کی تخلیقی ترکیب میں شق الارض واقع ہوا۔ کہ قمری کوہ کے ٹکراؤ سے زمین دو ٹکڑے ہوئی۔ نہ کہ چاند دو ٹکڑے ہوا ــــ گویا اس ساری تمہید سے شق القمر کے شرعی عقیدہ کی رد کرنا منظور ہے۔ اسکے لئے خصوصیت کے ساتھ قرآنی آیت کی تاویل کر کے۔ شق القمر کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ قرآنی آیت اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ میں شق کے معنی کے مختلف تصورات پیش کر کے۔ ''دو ٹکڑے ہونا'' غلط ثابت کر کے یہ فیصلہ دیا گیا کہ قرآن سے شق القمر ثابت نہیں ــــ موصوف نے عربی اصطلاح سے شق کے معنی قرآنی حوالہ سے پیش کئے ہیں۔

آیت ۸۴۔۱= جب آسمان کائنات سے علیٰحدہ ہوگا ــ یا اپنی حالت بدل لے گا۔ شق کے معنی علیٰحدہ ہونا ــ حالت بدلنا۔

کائنات کیا شے ہے۔؟۔ آسمان کی ہیئت کیا ہے؟ اگر آسمانِ اول ہی کائنات ہے۔ تو آسمان کا کائنات سے علیٰحدہ ہونے کا کیا تصور ہے۔؟ قرآن نے اس آیت میں ورودِ قیامت کا اشارہ دیا ہے۔ کہ آسمان معدوم ہو جائینگے یعنی انکی ظاہری ہیئت کسی دوسری ہیئت میں بدل جائیگی ــ اسلئے شق کے معنی دو ٹکڑے ہونا نہیں۔ لیکن کائنات سے علیٰحدہ ہونے کی ترکیب میں دو ٹکڑے ہونے کا تصور پایا جاتا ہے!

۲۵۔۲۷= پھر جس دن آسمان ابر میں تبدیل ہوگا۔ اس میں پہلی آیت کی ترکیب ہے۔ کہ ابر میں تبدیل ہوگا ــ تو پھر کائنات سے کیسے علیٰحدہ ہوگا؟ اس سے بھی مراد حالت بدلنا ہے۔ اسلئے شق کے معنی دو ٹکڑے ہونا نہیں۔

۸۰۔۲۶= پھر ہم زمین کو ایک حالت سے دوسری حالت میں خوب بدلتے ہیں۔ پھر ہم اس

میں غلہ اگاتے ہیں۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۔گویا اگنے کی کیفیت میں زمین دوٹکڑے نہیں ہوتی۔ اسلئے شق کے معنی دوٹکڑے ہونا نہیں۔لیکن قمری کوہ کے ٹکراؤ سے زمین کا دوٹکڑے ہوکر۔روزِ آفرینش کے واقع کو شق القمر کی رد میں شق الارض ثابت کرنے میں ۔۔۔۔ شق الارض سے دوٹکڑے ہونا تو آپ سے ثابت ہوگیا۔۔۔۔

موصوف نے شق القمر سے متعلق محدثین ۔متقدمین کے حوالہ سے احادیث کی رو سے معجزہ شق القمر کا ہونا بھی اپنے مضمون میں بیان کیا ہے۔لیکن اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کی آیت سے شق القمر کی تائید کو تسلیم نہیں کیا۔اسکی تاویل میں موصوف فرماتے ہیں۔کہ مولوی انشاءاللہ خان ازہری لکھتے ہیں کہ ”میں معجزہ خرق عادت کا قائل ہوں۔معجزہ شق القمر کو ازروئے حدیث مانتا ہوں۔لیکن آیت مذکورہ سے اس معجزہ کا وقوع میری سمجھ میں نہیں آتا ۔۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا میں لفظِ آیت میں شرطیہ اور صیغہ مضارع لانا درست نہ ہوتا ۔۔۔۔ بلکہ وہ بدون شرط۔صیغہ ماضی آیا ہوتا۔کہ لوگوں نے شقِ قمر کو دیکھکر اعتراض کیا کہنے لگے یہ تو جادو ہے“ ۔۔۔۔ گویا ان احادیث سے ماسوئ قرآنی آیات میں شق القمر کی تائید نہ ہونا۔احادیث سے انکار اور شق القمر کی نفی مقصود ہے ۔۔۔۔ احادیث اور شانِ نزول میں مفسرین نے آیت متذکرہ کو معجزہ شق القمر سے نسبت دیا ہے۔یعنی ۔اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کی تفسیر یہ ہے۔کہ مکہ کے لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ طلب کیا۔اس پر تمام محدثین۔مفسرین متفق ہیں ۔۔لیکن آیت میں بیان واقع پر نظر نہیں ڈالی جاتی۔

جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔کہ کفار مکہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر معجزہ طلب کیا۔کہ چاند کے دوٹکڑے کردیں تو حضورؐ نے انگلی کے اشارہ سے چاند کے دوٹکڑے کردیئے ۔۔۔۔ یہ منظر مکہ کے مضافات میں اکثر لوگوں نے دیکھا۔انہیں یہ معلوم نہ تھا۔کہ لوگوں نے حضورؐ سے معجزہ طلب کیا۔لوگ سمجھے کے حادثاتی طور چاند شق ہوگیا۔تو گھبرا کرانہوں نے گمان کیا کہ شاید قیامت وارد ہوئی۔ ۔یا یہ علامت قربِ قیامت کی ہے ۔۔۔۔ اسی واقعہ کو وحی کے ذریعہ دہرایا گیا۔یعنی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۔ لوگ سمجھتے ہیں چاند شق ہوگیا قیامت آنے والی ہے۔یہ لوگوں کا تاثر ہے ۔۔۔۔ قرآن نے بذاتِ خود

قرب قیامت کا اشارہ نہیں دیا۔۔۔ بلکہ شق قمر دیکھ کر لوگوں کے تاثرات کو دہرایا۔ کہ شق قمر کا حادثہ دیکھنے کے بعد جبکہ لوگ یہ جانیں کہ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ یہ کہتے ہیں یہ تو جادو ہے۔ اس پر بھی ایمان نہ لائے ۔۔۔ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا ۔۔۔ یہ معجزہ دیکھکر ایمان نہیں لاتے۔ اور اگر آپ انکو معجزہ دکھائینگے یہ پھر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ جیسا کہ پہلی صورت میں آیت میں سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں۔ یہ ایمان نہ لائینگے۔ یعنی حضورؐ انہیں پہلے بھی ڈراتے رہے۔ تو اس میں قرآنی طرز کلام میں نہیں ایمان لائینگے مستقبل کی طرف ہی اشارہ ہے۔ اس آیت میں حقیقی واقعات پر نظر ڈالنے سے خود بخود واضح ہوتا ہے۔ کہ یہاں شق قمر کی طرف اشارہ ہے۔ جو لوگوں نے دیکھا۔۔۔ رہا یہ سوال کے اس آیت میں واقعہ شق القمر سے زمانہ کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف شق القمر کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ جبکہ اکثر مفسرین تعین زمانہ میں اختلاف کرتے رہے ہیں جیسے پیدائش حضورؐ میں بعض ۱۲ ربیع الاول بتاتے ہیں بعض ۹ ربیع الاول وغیرہ اسی طرح واقعہ معراج میں بھی زمانہ کے تعین کا اختلاف بتایا جاتا ہے۔ بلکہ بعض آیتوں کے نزول میں بھی مفسرین نے زمانہ کے تعین میں اختلاف کیا ہے۔ قطع نظر اسکے قرآن کے بعد اہل ایمان حدیث کی سند لیتے ہیں۔ بلکہ صحیح حدیث کا منکر دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جاسکتا ہے۔ موصوف نے جتنی بھی دلیلیں شق قمر سے متعلق پیش کی ہیں۔ ان دلائل میں کوئی ٹھوس قوت نہیں۔ کہ واقع شق القمر کی از روئے قرآن وحدیث نفی کی جائے۔

بالآخر میں تمام اہلِ قلم محققین حضرات سے خصوصاً محترم جناب عزیز احمد صاحب سے استدعا کرتا ہوں کہ ذاتی تاویلات سے اس روحانی صحیفہ کی روحانیت کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ایسے مضامین جن سے قرآن کریم یا احادیث میں ضعف محسوس ہو بلا دلیل منظر عام پر لانا۔ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ فی زمانہ اہل اسلام (مسلمان) خصوصاً نئی نسل کے نوجوان طالب علم اور مادہ پرست مسلمان ایسے نظریات کو شدت سے پسند کرتے ہیں۔ جس سے قرآن ورسول کی حیثیت کو گھٹا کر پیش کر کے انکے لئے دین سے فرار اور آزادی کیلئے سامان فراہم ہوں۔۔۔ فی زمانہ اخبارات ورسالوں میں ایسے ہی مواد کو شائع کیا جاتا ہے۔ جس سے اسلامی معاشرہ تباہی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ ڈائجسٹ قسم کے رسالوں

میں اخلاق سوز افسانے ہندوانہ شعبدہ بازی کے افسانے دلکش پیرائے میں شائع کر کے مسلمانوں کے خصوصاً نئی نسل کے ذہنوں کو پراگندہ کر کے دین کی طرف لگاؤ کا مادہ یکسر انکے دلوں سے نکل چکا ہے ــــ ایسی نسل سے سینکڑوں سال کسی نیک معاشرہ کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اسلئے اہل صحافت سے بھی استدعا ہے۔ کہ ایسے لٹریچر ایسے مضامین کی اشاعت سے پرہیز کیا جائے۔ ورنہ یہ تمام کی تمام قوم یا تو ہندوؤں کی غلام بن کر رہیگی۔ یا خود اسلام سے بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گی۔ جس سے اسلام کی ظاہری شکل بھی مٹ کر اشاعتِ اسلام کی راہیں مسدود ہو کر مخلوق گمراہ ہو جائیگی۔ فقط

العارض

نورالدین مکان نمبر 3404

لنک روڈ ایبٹ آباد۔ ہزارہ

محررہ یکم مئی 1975ء

مکرمی ایڈیٹر صاحب السلام علیکم

برائے مہربانی میرے اس مضمون کو اپنے اخبار میں موزوں مقام پر شائع کر دیں۔ تاکہ عوام الناس آنے والے مبارک مہینوں کے فیض و برکت سے فیض یاب ہوسکیں۔ یہ مضمون عوام الناس خصوصاً مولانا کوثر نیازی صاحب اور ہلال کمیٹی کی اطلاع کیلئے شائع ہونا ضروری ہے۔ مشکور رہونگا۔

چاند کے ذریعہ مقدس ایام اور راتوں کا صحیح تعین

''سوال کرتے ہیں آپؐ سے ہلال کے متعلق کہہ دیجیے کہ یہ وقت کے تعین کیلئے ہے۔''

زمانہ نزول قرآن کے وقت عرب مخاطبین۔ صحراؤں۔ سمندروں کے سفر میں۔ ستاروں سے وقت اور منزل کا تعین کرتے تھے۔ وہ لوگ شمس و قمر اور کواکب کی منازل اور رفتار و حرکات کا صحیح اندازہ کر لیتے تھے۔ کہ دن میں سورج کس برج۔ کس منزل سے گزر رہا ہے۔ چاند کے مقام اور جسامت سے انہیں اندازہ ہوسکتا تھا۔ کہ چاند کتنی تاریخ کا ہے۔ کب ختم ہوگا۔ اور کس وقت نئے ہلال کی صورت اختیار کریگا۔ نجوم کی رفتار۔ سمت اور مقام سے رات کے اندھیروں میں وقت اور سمت کا صحیح تعین کر سکتے تھے۔ انہیں نئے ماہ کی ابتدا اور ہلال اول کا اندازہ کرنے میں دقت نہ ہوتی تھی اور وہ شعبان رمضان کی پہلی تاریخ آسانی سے دریافت کر سکتے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ میں اہل اسلام بطریق سنت سفر میں بعض جگہوں پر ظہر اور عصر اکٹھی پڑھا کرتے۔ جیسا کہ حضورؐ نے دوران سفر ظہر و عصر اکٹھے ادا کی تھی۔ تو اسکا طریق یہی تھا کہ ظہر کی منزل میں ظہر ادا کیجاتی۔ اور ظہر کی دعا ختم کرنے تک سورج عصر کی منزل میں داخل ہوتا۔ تو عصر کی نماز بھی ساتھ ہی ادا کی جاتی۔ ہمارے اہل اسلام کا طریقہ مسنن یہ ہے۔ کہ ظہر کے وقت میں ہی عصر کی نماز اکٹھی ادا کی جاتی ہے۔ یا اگر ظہر کی نماز وقت پر ادا نہ کی تو عصر کے وقت میں ظہر کی نماز (اکٹھی) ادا کی یہ طریق سنت تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ طریق درست نہیں۔ جب تک کہ ظہر اور عصر کے زمانہ کو اکٹھے کر کے ظہر ظہر میں اور عصر عصر میں نہ پڑھی جائے ــــــ اسی طرح شعبان و رمضان کی اول تاریخ کا صحیح تعین نہ ہو۔ تو شعبان کی شب برات پندرھویں رات کا صحیح تعین نہ ہو کر چودھویں یا سولھویں رات میں عبادت کی گئی تو برأت کی رحمت حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح رمضان المبارک میں پہلی تاریخ کا صحیح تعین نہ ہو تو آخر عشرہ میں طاق راتوں کی بجائے جفت راتوں میں عبادت

ہوتی ہے۔اور لیلۃ القدر کی رات کی عبادت حاصل نہیں ہوتی۔

اسلئے استدعا ہے۔کہ ہلال کمیٹی کے حضرات اس بات کا بھی اہتمام کریں۔کہ ہر ماہ کی بارہویں ۔ تیرہویں۔ چودہویں ۔ پندرہویں رات کے چاند کو خصوصی طور دیکھا جائے کہ کس دن تیرہویں۔چودہویں۔پندرہویں کا چاند ہوتا ہے۔یعنی بارہ تاریخ کی شام کا چاند پورا ہوتا ہے۔اس دن تیرہویں چاند کا صحیح اندازہ ہو کر چودہویں چاند کا صحیح تعین ہوسکیگا۔کہ کس دن چودہویں تاریخ ہوگی۔ چودہویں تاریخ سے پندرہویں تاریخ کا تعین ہوگا۔کہ کس دن پندرہویں ہوگی۔جو دن پندرہویں کا ہو گا۔وہی دن ماہ کی پہلی تاریخ تصور ہوگی۔اسطرح شعبان کی پندرہویں اور شب برأت کا صحیح تعین ہو کر شب برأت کی عبادت و رحمت حاصل ہوسکیگی ورنہ اگر پہلی تاریخ صحیح متعین نہ ہوسکی تو شب برأت چودہویں یا سولہویں کو تصور کر کے شب برأت کی رحمت و عبادت سے انسان محروم رہیگا۔اسی طریق پر رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کی تصدیق ہوسکیگی۔یعنی رمضان کے ماہ کی چودہویں چاند کو معلوم کر کے۔پہلی کا اندازہ صحیح ہوسکیگا۔اور آخر عشرہ کی طاق راتوں کا صحیح تعین ہو کر۔طاق راتوں میں عبادت اور لیلۃ القدر کی عبادت صحیح وقت پر ادا ہوسکیگی ورنہ بجائے طاق راتوں کے جفت راتوں کو طاق سمجھکر عبادت کرنے سے صحیح ثواب سے محروم رہا جائیگا ــــــ اسلئے ہلال کمیٹی کے ارکان سے استدعا ہے۔کہ اس مسئلہ پر بھی خصوصی توجہ فرمائیں ـــ اور صحیح تاریخ کا پتہ کرنے کیلئے۔ہر بڑے شہر میں ایک ایک کمیٹی بنائی جائے۔جو بادل ہونے کی صورت میں کسی نہ کسی جگہ کوئی کمیٹی صحیح اطلاع مرکز کو دیکر۔مرکزی ہلال کمیٹی۔چودہویں تاریخ رات کو مہینے کی صحیح تاریخوں کا اعلان کرے کہ۔پہلا روزہ کس دن کا ہوگا۔شب برأت کس رات ہوگی۔رمضان المبارک میں آخر عشرہ کی طاق رات کس دن اور کس رات ہوگی۔لیلۃ القدر (ستائیسویں رات) کس رات ہوگی۔تا کہ ہر مسلمان ان مقدس دنوں اور راتوں کی فضیلت و برکت سے فیض یاب ہوسکے۔

العارض

نورالدین مکان نمبر 3404 لنک روڈ۔ایبٹ آباد

محررہ 19۔اگست 1975ء

محترم جناب رئیس ۱ صاحب۔ السلام علیکم

مورخہ 13 اکتوبر 1975ء کے روز نامہ "جنگ" میں آپکے مضمون نفسیات مابعد نفسیات میں م۔ع صاحب کا مراسلہ میری نظر سے گزرا۔ اس مراسلہ میں صاحبِ موصوف کے واقعات و کیفیات ۔ جو انکے مشاہدہ میں آئے۔ میں اس سلسلہ میں موصوف کو چند کیفیات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ مجھے موصوف کے ایڈریس کا علم نہیں۔ اسلئے میں آپکی وساطت سے موصوف تک یہ نوشتہ پہنچانے کی گستاخی کررہا ہوں۔ امید ہے۔ کہ آپ یا تو بذریعہ اخبار جنگ نفسیات مابعد نفسیات کی تحریر کے۔ یا براہ راست خط کے ذریعہ موصوف تک میرا یہ نوشتہ پہنچانے کی زحمت فرمائینگے۔ اس سلسلہ میں۔ میں جناب م۔ع صاحب کی خدمت میں چند معروضات آپکی وساطت سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب م۔ع صاحب۔ میں نے آپکی کیفیات کا مطالعہ کیا ــــــ میرے خیال میں آپکی کیفیات و مشاہدات میں جو آپ نے اپنا ایک تصور قائم کیا ہے۔ آپکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے کیفیات کے مشاہدہ میں جو تصور قائم کیا ہے۔ وہ اگرچہ کیفیات کی ایک صورت ہے۔ مگر آپکا اخذ کردہ تصور و نظریہ درست نہیں ــــــ صاحب من۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ذاتِ لامحدود کی واحدنیت کا تعلق ہے بہ اعتبار احد و لامحدود۔ اسکی کیفیات بھی لامحدود ہیں۔ اسکی ذات کو پانا۔ یا پہچاننا بھی ایک جست میں ناممکن ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ وہ ذات ہر جگہ موجود ہے۔ اسلئے اس ذات کے تصور میں۔ جو بھی کیفیت عیاں ہو۔ وہ اسی کی ذات متصور ہوتی ہے۔ لیکن اس حقیقی ذات کا حقیقی تصور بغیر طویل زمانہ کے طویل مجاہدات حاصل ہونا مشکل ہے ۲۔ البتہ

---

۱ ممتاز شاعر۔ صحافی اور ماہر نفسیات رئیس امروہوی 1914ء میں امروہہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ اکتوبر 1947ء میں روزنامہ "جنگ" سے وابستہ ہوئے۔ اخبار مذکور میں سیاسی معاشرتی اور نفسیاتی مسائل پر قطعات اور کالم لکھتے رہے۔ رئیس صاحب کو نفسیات اور مابعد الطبیعات سے کافی لگاؤ تھا۔ اس موضوع پر متعدد کتابیں جن میں نفسیات مابعد نفسیات۔ مظاہر نفس۔ عجائب نفس۔ جنسیات۔ جنات۔ ہپناٹزم وغیرہ لکھیں۔ متعدد شعری مجموعے بھی شائع ہوئے۔ نفسیاتی مسائل کے حل کیلئے S.C.T کی مشقیں بھی شروع کیں۔ قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ سے انکی دیرینہ خط و کتابت تھی (ناشر)

۲ اصول طریقت کے مطابق۔ کوئی بھی طالب حق بغیر فنافی الشیخ۔ فنافی الرسول۔ معرفت الٰہی حاصل نہیں کرسکتا۔ (ناشر)

سرگشتۂ حقیقت وباطل رہا ہوں میں ذرہ میں آفتاب کا قائل رہا ہوں میں

اس ذات کے ایک ذرہ کی تجلی بھی اس قدر عظیم ہے۔کہ اس ذرہ کے مشاہدہ میں انسان یہی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔کہ میں حقیقی ذات مطلق کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔اس تصور کی اصل وجہ انسانی علم کی کمی ــــ اور ایک اکمل راہنما کی راہنمائی حاصل نہ ہونا ہے۔ایسے حالات میں جب ایک اکمل راہنما کی راہنمائی حاصل نہ ہو۔انسان ایسے مشاہدات میں اپنے خیالی یا وہمی تصورات پر کیفیات کو صحیح رنگ میں سمجھ نہیں سکتا[1] ــــ

آپکے مشاہدات عام انسانی مشاہدات سے تعلق رکھتے ہیں۔جو ہر شخص کو بلا کسی راہنمائی کے بھی حاصل ہو سکتے ہیں ــــ چونکہ اس کائنات میں ہر جگہ اسی کی تخلیقی صناعی اور جھلک محسوس ہوتی ہے۔اسلئے انسان اپنے مشاہدات کو اصل حقیقت سمجھکر۔فرع کو اصل کی شکل دے دیتا ہے۔

اب میں آپکے مشاہدات پر کچھ عرض کرتا ہوں۔

(۱) آپ پر وجدانی کیفیت کا طاری ہونا۔

(۲) کائنات کی ہر چیز کے معنی بدلنا

(۳) قرآن وحدیث کے معنی بدلنا

(۴) حسن لازوال کی جلوہ گری

(۵) حیرت میں غرق ہونا

(۶) پوری کائنات وحدانیت کے پردے میں گم ہونا۔ذرۂ آفتاب کی حقیقت ہے۔اصل نہیں

(۷) اپنی ذات کا گم ہونا

(۸) کاروبار کا ختم ہونا وغیرہ

سب سے پہلی چیز کسی مردِ کامل کا میسر ہونا ــــ مردِ کامل کی پہچان ایک عام انسان کیلئے

---

[1] جب تک ایک ولی اکمل کی راہنمائی میسر نہ ہو انسان مشاہدے کی تفہیم میں غلطی کرجاتا ہے اور اس کے گمراہ ہو جانے کا قوی امکان ہے۔(ناشر)

اسوقت تک مشکل ہے۔ جب تک کہ مرد کامل کی صحیح تعریف جانی نہ جائے ___ کسی شخص کا اسرار ورموز بیان کرنا۔ یا صوفیانہ انداز اختیار کر کے صوفیانہ لباس۔ کلام۔ اور فقیرانہ حلیہ پیش کرنا۔ مرد کامل کی تعریف کیلئے کافی نہیں۔ مرد کامل کی ادنیٰ تعریف۔ صحیح معنوں میں طریقِ نبویؐ پر من وعن عامل ہونا ___ طریق نبویؐ میں صرف نماز۔ روزہ کا پابند ہونا۔ سفید وصاف لباس زیب تن کرنا۔ تہجد گزار ہونا ___ کافی نہیں بلکہ۔ تمام اسرارِ ملکوتی۔ اسرارِ الٰہی کا شاہد ہونا ضروری ہے۔ اسرارِ الٰہی میں دیدارِ ذات حقیقی میں تمام اسرار۔ اور ذاتِ حق کی اصل حقیقت کی آگاہی اصل شے ہے ___ تصوف یا فقر میں مقصود اصلی۔ چند وجودی کیفیات کی ماورائی ہئیتیں۔ یا چند مافوق العقل کیفیاتِ نوری کا مشاہدہ نہیں۔ بلکہ ذاتِ حق کی حب وجستجو ___ اور اسکا مشاہدۂ حقیقی اصل ہے ___ ایک طالب کا ماورائی کیفیات کے مشاہدات میں ___ کیفیات کو پا کر تشنہ ومحروم رہنا ___ ایک راہنما کی ناکاملیت کی دلیل ہے۔ کامل کی راہنمائی میں تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ حاصل ہونا لازمی ہے ___ اب رہا سوال آپکے مشاہدات کا ___ سو عرض ہے۔ کہ تلاشِ حق کی راہ میں ان گنت وادیاں پائی جاتی ہیں۔ جنکا سمجھنا بغیر رہبرِ اکمل کے ممکن نہیں۔ انسان کی فطری تخلیق میں سب سے اہم خصوصیت یہ ہے۔ کہ اسکی بناوٹ میں۔ اسکی خصوصیت میں مشاہدہ کا ہی دخل ہے۔ یا یہ کہ انسان کو مشاہدہ کیلئے ہی پیدا کیا گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً سے مراد ہی یہ ہے۔ کہ اسے صاحبِ مشاہدہ پیدا کیا گیا ___ اب مشاہدہ میں۔ اسماء وکیفیات کا صحیح طور سمجھنا ضروری ہے۔

سب سے اول انسانی علم کیلئے۔ اسکا ذہن (دماغ) صرف مشاہدہ کیلئے بنایا گیا۔ انسانی دماغ کے سمجھنے میں۔ آج تک کوئی قوم کوئی محقق اپنے علم کو آخری فیصلہ دینے کی جرأت نہ کر سکا۔ لہٰذا دماغی افعال میں۔ دماغی مشاہدات۔ بھی وسیع تر ہیں ___

آپکا استغراق = یہ ایک ذہنی کیفیت ہے۔ بس۔ اس کی معرفت حقیقی سے نسبت نہیں۔ یہ ایک عام انسانی کیفیت ہے۔ جو پیدائشی طور ہر انسان کو بلاتمیز مذہب وملت حاصل ہے۔ ایسے استغراق میں ۔ بلاتمیز مذہب وملت ہر انسان کو مشاہدہ میں مافوق العقل کیفیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ان مشاہدات میں جو کیفیات عالمِ باطن میں محسوس ہوتے ہیں۔ وہ یا تو۔ انسان کے ذاتی وجود کے مشاہدات ہوتے ہیں ___ یا انسانی مکان ومقام (زمین اور زمین سے ملحق) کے برزخی (باطنی) آثار مشاہدہ ہوتے ہیں ___ یہ

چونکہ مادہ سے قریب ہیں۔ اسلئے انہیں محققین نے ناسوتی کیفیات سے تشبیہ دیا ہے۔ یہ بحیثیت انسان ہر شخص کو بلاتمیز مذہب وملت حاصل ہوتے ہیں۔ ان مشاہدات میں نہ کسی مرد کامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ایسے مشاہدات دکھانے سے کسی کو مردِ کامل کہا جاسکتا ہے۔ آپکے جملہ مشاہدات وتاثرات اسی نوع میں شامل ہیں ــــ چونکہ ایسے مشاہدات میں۔ مافوق العقل کیفیات کا مشاہدہ ہوتا ہے ــــ اسلئے انسان بغیر علم۔ بغیر صحیح راہنمائی کے۔ حقیقی اور عظیم مشاہدات سے تعبیر دیتا ہے ــــ ظاہر ہے ــــ مردِ کامل کی صحبت میں۔ آپکو مردِ کامل کی راہنمائی حاصل ہو تو تشنگی اور محرومی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ــــ قبض وبسط میں بھی حقیقی علم ومعرفت کا حامل ہونا لازمی ہے۔ ایسی صورت میں حقیقی مشاہدات بھی سامنے ہوتے ہیں ــــ بعض حالتوں میں قبض وبسط کا انسانی فکری معاملات سبب بنتے ہیں ــــ اور بعض حالتوں میں قلبی۔ ذہنی عدم صلاحیت سبب بنتی ہیں۔ یکسر محرومی علم وعمل کا ناقص ہونا شامل ہوتا ہے ــــ آپکے مشاہدات میں بھی علم وعمل کا ناقص ہونا ظاہر ہوتا ہے ــــ

تلاشِ حق میں۔ انسان کی طلب۔ دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک عارضی خواہش یا ''شوق'' ــــ دوسرے حقیقی ''حب'' ــــ عارضی شوق۔ عارضی طلب ہوتی ہے۔ جیسے کسی خوبصورت شے کے دیکھنے سے شہوانی لذت کے تابع طلب کا مادہ ابھرنا ــــ یہ عارضی کیفیت ہوتی ہے۔ دوسرے حب کے جذبہ کے تحت طلب وہ نہ ختم ہونے والا جذبہ ہے۔ جس میں نہ نقص واقع ہوتا ہے۔ نہ کمی واقع ہوتی ہے ــــ

ضرورت اس امر کی ہے کہ آپکی طلب عارضی شوق پر منحصر نہ ہو۔ بلکہ جذبۂ حب کے تحت ہو۔ اسکے لئے ایک مردِ کامل کی ضرورت ــــ ضرور ہے ــــ

جذبۂ حب کے تحت آپ معرفتِ حقیقی کی طلب کو ہر شے پر مقدم سمجھکر طریق نبویؐ پر کاربند ہوں۔ اور ایک مرد کامل وہ جو اسماء۔ اسرار الٰہی اور معرفت الٰہی میں مقامِ منتہٰی کو پا چکا ہو ــــ اس سے علم۔ عمل۔ تزکیہ۔ توجہ (توجہ قلبی۔ نوری) حاصل ہو کر حقیقی آثار واسرار کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ جس میں نقص واقع نہیں ہوتا۔ میں مرد کامل کی فی زمانہ نشاندہی کر نہیں سکتا۔ البتہ اگر یہ خط آپ کے مطالعہ تک رسائی حاصل کر سکا تو میں۔ آئندہ آپکو لائل پور[1] میں ہی ایک ایسے شخص تک پہنچنے میں مدد دے سکتا ہوں ــــ جو

---

[1] موجودہ فیصل آباد (ناشر)

آپکو مردِ کامل کی نشاندہی کرا سکے ۔۔۔

روزنامہ "جنگ" میں نفسیات مابعد نفسیات میں رئیس صاحب بعض ایسے افراد کے مشاہدات شائع کرتے ہیں۔ جن میں کسی حد تک ذہنی مشاہدات کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ لیکن صحیح راہنمائی یا مرد کامل کی راہنمائی حاصل نہ ہونے کے سبب انکی صلاحیتیں غلط تصورات میں کھو کر بیکار ہو جاتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے افراد کو کسی مرد کامل کے سپرد کر کے انکی صلاحیتیں تلاشِ حقیقت میں صرف کی جائیں ۔۔۔

انسانی وجود میں ذہن (دماغ) صرف مشاہدہ کا کام کرتا ہے۔ لیکن اسکی ذاتی حیثیت۔ اتنی وسیع نہیں کہ یہ (ذہن) حقیقتِ اصلی کا مشاہدہ کر سکے۔ کیونکہ یہ ایک ناری ہیئت ہے۔ جو ملکوتی کیفیت کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا۔ اسکے مشاہدات ناری حد تک محدود ہیں۔ یہ ناری حدیں صرف عالم مادی سے تعلق رکھتی ہیں ۔۔۔ انہیں مشاہدات میں ایسی کیفیتیں واقع ہیں۔ جو ایک ذرہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان مشاہدات سے علم و عرفان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ بلکہ محققین کے نزدیک یہ ناقص مشاہدات کہلاتی ہیں۔ جنہیں۔ استدراجی بھی کہا جاتا ہے۔ استدراجی اسلئے کہ یہ مشاہدات بلاتمیز مذہب و ملت ہر شخص۔ یہود۔ نصاریٰ۔ براہمن۔ دہریہ کو بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں دین کی پابندی شرط نہیں۔ فقط والسلام

خیر اندیش

محمد نور الدین اویسی

3404 لنک روڈ ایبٹ آباد

محترم جناب رئیس صاحب۔ السلام علیکم

روزنامہ "جنگ"۔ یکم نومبر۔ پیپر۔ میں آپکا بیان کردہ مضمون۔ نفسیات مابعد نفسیات میں "حیات بعد الممات"۔۔ کا مضمون میں نے پڑھا۔۔ حیران ہوں۔ کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں مسلمان دانشوروں۔ طالب علموں۔۔ کے ایسے عقائد سامنے آتے ہیں[1]۔ جو خود شریعتِ اسلامی کے حقیقی نظریات و عقائد کی رد ثابت ہوتے ہیں۔۔۔ یہی حال اکثر محققین کے تجربات و مشاہدات کا ہے۔۔۔ ان واقعات کو دیکھ کر میری حالت ایسی ہے۔ جیسے دریا میں ڈوبا ہوا ایک شخص۔ نہ خود کہہ سکتا ہے۔۔ نہ کوئی اسکی سن سکتا ہے۔! قرآنی تعلیم میں اصل حقائق کچھ ہیں۔۔ جن پر عمیق نظر اور خلوصِ نیت سے غور نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں علمائے اسلام نے بھی جس انداز میں قرآنی عقائد کو پیش کیا۔۔ ان پر دین سے فرار چاہنے والے طلبا کو تنقید و اعتراض کی گنجائش ملتی ہے۔۔ برعکس اسکے محققین یورپ (مخالفین اسلام) کے نظریات کی بنیاد پر ایسے نظریات کو اپناتے ہیں۔ یا ایسے نظریات کی تشہیر کرتے ہیں۔ جنکا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔۔ سوائے اسکے کہ وہ قرآنی عقائد کی رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔

اس سلسلہ میں۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔۔ قرآنی علم پر بحث کرنے کیلئے۔ اول اسلام اور ایمان شرط ہے۔۔۔ دوسرے عربی زبان میں اصطلاحِ قریش میں۔ زبانِ عربی پر کامل عبور ہو۔۔۔ خصوصی طور قرآنِ کریم کی روحانی اصطلاح کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔۔ قرآنی نظریات پر قرآنی طرزِ استدلال کو ملحوظ رکھکر۔ قرآن کو قرآنی زبان میں سمجھنا ضروری ہے۔ اہلِ یورپ اگرچہ اِن طرائق کے حصول میں بھی کوشاں ہیں۔ کہ عربی زبان و علم میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔۔ لیکن جہاں تک عقائد و نظریات کا تعلق ہے۔۔ اہلِ اسلام کیلئے قرآنی آیات کے۔ عقائد و نظریات سمجھنے اور تسلیم کرنے کا طریق

---

[1] رئیس امروہوی کے روزنامہ جنگ یکم نومبر 76ء کے کالم "التوائے مرگ" کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں "حیات بعد الممات" اور "روس کے طبی تجربات" کے ذیلی عنوانات کے تحت چند ایک قارئین کے خطوط نقل کیے گئے ہیں۔ جن میں زندہ مردوں کے بیانات امریکی رسالہ نیوز ویک کے حوالے سے زیرِ بحث آئے۔ نیز سوویت یونین کے طبی ماہرین کے کتوں اور بندروں پر تجربات کا تذکرہ کیا گیا۔ جس میں Kafa نامی بندریا اور ولاڈ میر کھارن (ٹریکٹر ڈرائیور) کا ذکر ہے۔ اس طرح حیات بعد الممات کے مسلمہ عقیدہ کو زیرِ بحث لانے اور مشتبہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ (ناشر)

بالکل مختلف ہے۔

اول یہ کہ۔ اہلِ اسلام کیلئے قرآنی عقائد تسلیم کرنے کیلئے "ایمان" شرط ہے۔ ایمان سے مراد۔ اللہ کو ایک عظیم ہستی تصور کرتے ہوئے۔ کائنات کے تمام علوم کا مخترع وموجد سمجھنا۔ جو ذات تمام کائنات کی خالق ہے۔ وہی اسکے علم کا بھی خالق ہے۔ خالق اپنی مخلوق کے ہر ظاہر و باطن سے بدرجہ اولیٰ علم رکھ سکتا ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جس میں کائنات کے تمام آثار واسرار کو جمع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایسی کتاب کی کسی شِق پر۔ کسی خامی کسی شک کی گنجائش ہو نہیں سکتی۔ ایسی صورت میں قرآنی علم پر وہی اعتراض کرسکتا ہے۔ جس نے۔ "شرط الایمان" ۔ اللہ اور محمد رّسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو۔ خالق۔ اور رسولِ برحق۔ اور کائنات کی عظیم ترین ہستی ماننے سے انکار کردیا۔ ظاہر ہے۔ جو شخص اللہ ورسول کی عزت وتکریم سے انکاری ہو۔ اس نے قرآنی عظمت کو تسلیم کرنے کی بجائے۔ اس میں نقائص کا ہی اظہار کرنا ہے۔ جو انسان کی اپنی عقلی استعداد ہے۔ ایسی صورت میں ایک مسلم کیلئے قرآن وحدیث میں بحث وفکر کے ذریعہ عقائد کو تسلیم کرنا۔ مراد یہ ہے۔ کہ اسے اللہ اور اسکے رسول معلمِ حقیقی حضرت محمد رّسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپؐ کے علم پر شک ہے۔! اور وہ رسول کے مقابلہ میں اپنی عقل ودانش شرطِ صحت قرار دیتا ہے۔! اور یہ جو محققینِ مغرب۔ خواہ وہ روسی ہو۔ یا امریکی۔ برطانوی ہو یا فرانسیسی۔ یا کسی یورپی ملک سے تعلق رکھتا ہو۔ کیفیاتِ ارض وسماوات کی تحقیق کرنے میں مصروف ہیں۔ بظاہر وہ کائنات کے خفیہ رازوں سے آگاہ ہوکر عروج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انکا مقصدِ زندگی۔ ایک مومن کے مقصدِ زندگی سے مختلف ہے۔ ایک مومن کائنات کی تحقیق میں عروجِ دنیوی مقصود نہیں رکھ سکتا بلکہ اسکے نزدیک اللہ ورسول کی عظمت وتکریم کے جذبہ کو تقویت دینا۔ اور آخرت کیلئے ذریعہ نجات حاصل کرنا ہے۔ برعکس اسکے اہل یورپ نے ابتداً کے دین کے بندھنوں کو توڑ کر حصولِ اقتدارِ دنیوی کیلئے ہر علم کو استعمال کیا۔ وہ اللہ ورسول کی عظمت تسلیم کرنے کیلئے علم استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی کوشش اسی جذبہ کے تحت ہر اُس عِلم کی نفی وردکرنا ہے۔ جو انکے عروجِ دنیوی کی جدوجہد میں حائل ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ اپنے ہر علم کی تحقیق میں قرآنی آیات کی رد میں کوشاں رہتے ہیں۔ جس میں قرآن کی صداقت اور

روحانیت ثابت ہو کر انہیں دین ــــ دینِ اسلام کی حدود میں پابند ہونا پڑے ــــ انہیں تجربات میں انکے اکثر نظریات بھی شامل ہیں۔ جن سے قرآنی آیات کی رد ثابت ہوتے ہیں ــــ جیسے حیات بعد الممات ــ حاضرات ارواح ــ اور اِنِّیْ جَاعِلٌ " فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً " کے اصول کو غلط ثابت کرنے کی کوشش میں۔ انسان کو بندر کی ترقی یافتہ قوم ہونا ــ یا چاند۔ مریخ یا سیاروں میں مخلوق ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنا ــ اور ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ وہ مخلوقِ انسانی کو ترقی کے بامِ عروج پر لے جانے کیلئے ذرائع فراہم کرر ہے ہیں ــ انہیں ذرائع میں مہلک ہتھیار ــ ہائیڈ روجن۔ ایٹم بم۔ اور تمام تر مادی ذرائع شامل ہیں ــــ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ دین کی حدود سے فرار کی صورت میں۔ یہی ذرائع مخلوقِ ارضی کی تباہی کا سامان بنتے رہے ــــ تاریخ گواہ ہے۔ جب سے اقوامِ مغرب نے دین سے بغاوت کر کے سب سے پہلے برطانیہ نے بندوق اور بم ایجاد کر کے انسانوں کو اپنا محکوم بنانے کیلئے غالب ہتھیار استعمال کر کے مخلوق کو کیڑوں مکوڑوں کی طرح روند ڈالا ــ اور ہر زمانہ میں ہر نئی ایجاد کو انسانی ہلاکت میں ہی استعمال کر کے ساری دنیا پر غلبہ حاصل کر کے قوموں کو اپنا غلام بنا ڈالا ــ کیا تاریخ مغربی جنگوں کو نہیں دہراتی۔؟ ــ ورنہ دین کی حدود میں فی الواقع یہ قوتیں فلاحِ انسانی میں انتہائی مفید ثابت ہوتیں ــ اور دنیا کی یہ حالت نہ ہوتی جو آج تمام دنیا پر۔ ہلاکت و تباہی۔ بیماری۔ فاقہ۔ ظلمت و اندھیری۔ اور بے دینی طاری ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ فی زمانہ افرادِ انسانی کی بے دینی۔ گمراہی و ذلالت ۔اسی مغربی تحقیق کا نتیجہ ہے! ــــ حیرت کا مقام ہے۔ کہ وہ لوگ جو اقوامِ مغرب کی تقلید میں انہیں دنیا کا نجات دہندہ گردانتے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں ــ تاریخ عالم سے چشم پوشی کر کے اپنی ذات اور مخلوق پر ظلم کرر ہے ہیں!

اب میں اصل موضوع کی طرف آنا چاہتا ہوں ــ حیات بعد الممات ــــ شریعتِ اسلامی کا سیدھا سادا مسئلہ ہے ــ کہ انسان نے موت کے بعد اپنے اعمال کا حساب دینا ہے ــ حساب دینے کے تصور میں۔ یہ کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ انسان موت کے بعد جی کر حساب دے سکتا ہے ــــ جب انسان مر گیا اسکی ہڈیاں خاک ہو گئیں تو حساب کیسا ــ؟ لیکن انسانی تحقیق میں ابھی تک دنیا کے سائنسدان کلی طور عبور حاصل نہیں کر سکے ہیں ــ اگر چہ انکے مباحث قرآنی علم ونظریات پر ہی بنیاد

رکھتے ہیں ـــــ کیونکہ قرآنی علم ہی حسابِ قبر اور قیامت کے حساب کا علے الاعلان دعویٰ کرتا ہے ـــــ لہٰذا یہ مسئلہ قرآن (شریعتِ اسلامی) کا ہی ہے۔ اسکے سوائے۔ کسی قوم کا مسئلہ نہیں [1] ـــــ محققین مغرب کے تجربات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن کوشش یہ کی جاتی ہے۔ کہ اس نظریہ کو فروعی تصورات میں الجھا کر اسکی نفی کی جائے ـــــ درحقیقت یہ عقیدہ شریعتِ اسلامی کا اہم مسئلہ ہے ـــــ اس نظریہ پر بھی حسنِ اعمال کا دارومدار ہے ـــــ وہ اس طرح کہ شریعتِ اسلامی میں۔ خود معلمِ حقیقی۔ نبیءِ مصطفٰے محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدہ کی نشاندہی فرمائی ـــــ اہل اسلام کیلئے بحیثیت مومن اس عقیدہ کی تائیدو تسلیم تحقیق پر نہیں۔ بلکہ عظیم شخصیت کو بحیثیت رسول۔ نبی اور۔ حقیقی معلم کے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی رو سے بغیر تحقیق تسلیم کرنا ہے ـــــ اسلئے کہ مومن کی شرطِ اول یہی ہے ـــــ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی قول و فعل کو بلا دلیل قبول کرے ـــــ اور یہ جان لے کہ انسانی اعمال کے محاسبہ میں پہلا زینہ قبر ہے ـــــ جسے برزخ کہتے ہیں ـــــ البتہ اگر علم کیلئے ضروری سمجھا گیا ـــــ تو اس میں بھی یہ تاثر پنہاں ہے۔ کہ انسان میں اعمالِ حسنہ کا جذبہ مستحکم ہو۔ ظاہر ہے اقوام مغرب میں یہ جذبہ سرے سے مفقود ہے۔ کہ وہ دین کی پابندی اور شرطِ ایمان سے عاری ہیں۔ قطع نظر اسکے اگر عقلی حیثیت میں بھی اس عقیدہ پر بحث کی جائے۔ تو اسکے لئے ضروری ہے کہ پہلے انسانی وجود کی تخلیقی ترکیب و ترتیب کو سمجھا جائے۔

قرآن نے واضح الفاظ میں انسانی تخلیقی ترکیب بیان کی ہے۔ جس سے ثابت ہے۔ کہ انسان تین قوتوں سے مرکب ہے ـــــ اول مادی ''جسم''۔ یہ تمام ارضی قوتوں کا جوہر ہے ـــــ جسے قرآن نے۔ حَمَاٍ مَّسْنُوْن۔ اور سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ مٹی (زمین) کی قوتوں کے جوہر سے موسوم کیا ـــــ دوسری ''روح''۔ یہ اثیری قوت ہے ـــــ جو کائنات پر محیط ہے ـــــ جسے قرآن نے صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ کے تصور میں پیش کیا۔ یہ قوت ناری ہے۔ یہ قوت فضائے آسمانی میں ناری ستاروں اور سیاروں کی حدود میں واقع ہے ـــــ تیسری نوری قوت۔ اِسے بھی روح سے موسوم کیا۔ اس نوری قوت کا تصور قرآن نے وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کی ترکیب میں دیا ـــــ یہ نوری قوت عالمِ مادی و ناری سے ماورئی فضائے

---

[1] یعنی ہر زمانہ میں ہر قوم نے اس عقیدہ پر اعتراض کر کے اسے ماننے سے انکار کیا۔

ملکوتی کی جز ہے ــــ انہیں تین قوتوں کے مطابق کائناتِ عالم بھی تین قوتوں سے مرکب ہے ـــ ایک عالمِ مادی ـــ یعنی فضائے زمینی ـــ یہ فضا زمین پر ہر جہت سے محیط ہے۔ جسے ایتھر بھی کہا جاتا ہے۔ دوسری ناری قوت۔ عالمِ ناری ـــ عالمِ سیارگان ـــــ سیارے ناری ہیئت کے حامل ہیں سیاروں کی حدود میں واقع فضا ناری ہے جو تمام سیاروں پر محیط ہے۔ اور تمام سیارے اسی فضا میں معلق ہیں۔ قرآن نے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ میں اسکا تصور دیا۔ اسے ناری ایتھر سے بھی تشبیہ دیا جاتا ہے۔ عالمِ مادی کی ایتھر Vanish ہو کر عالمِ ناری میں ناری ہیئت اختیار کرتی ہے ـــ

تیسری عالمِ نوری کی نوری ایتھر ـــ یہ فضا عالمِ ناری سے ماوریٰ۔ آسمانوں اور عالم ملکوتی کی فضا ہے کیونکہ نار کی انتہائی ہیئت نور ہے۔ اسلئے اسے عالمِ ملکوتی یا نوری سے تعبیر دیا جاتا ہے۔ اس فضا کو نوری ایتھر سے تشبیہ دیا جاتا ہے۔ یہ فضا بھی ناری فضا سے Vanish ہو کر ناری ہیئت نوری ہیئت میں تبدیل ہو جاتی ہے اسکے سوئی اور کوئی کیفیت نہیں ـــــ یہاں تک کہ مخلوق کی حد ختم ہو کر نورِ الٰہی کا وجودِ لاانتہا کا مقام آتا ہے ـــ بہ الفاظِ دیگر۔ نورِ الٰہی خالص نوری قوت ہے۔ جو لاانتہا وسیع ہے۔ غالباً ہندو فلسفہ میں ایشور کا موہوم تصور اسی نوری ایتھر سے پایا گیا ہو۔ کہ نورِ الٰہی کو بھی۔ نوری ایتھر سے تشبیہ دیکر۔ ایشور کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اسی تصور کے بنیادی تصور میں فضائے ارضی کو ایتھر کہا گیا ہو ـــــ

زمین ابتدا ًمیں سورج کی جز تھی۔ سورج سے ہی الگ ہوئی ـــ اسکی سادہ آسان دلیل۔ اسکی مقناطیسی قوت ہے ـــ اور سورج کے رابطہ سے زمین پر شب و روز کی کیفیت یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ زمین سورج کی کشش میں مقید ہے۔ یہ قید دلالت کرتی ہے۔ کہ زمین سورج کی جز ہے۔ سورج ناری ہیئت کا حامل ہے۔ لازمی ہے کہ زمین ابتدائی حالت میں ناری تھی ـــ گویا زمین میں بھی ناری قوت کا وجود موجود تھا یہی قوت زمین کی روح سے تعبیر ہے ـــ اور زمین کی ہر شے میں یہی قوت روح کی حیثیت میں پائی جاتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر ـــ دراصل ہر وجود کی اصل اور بنیاد اسی ناری قوت سے ہے ـــــ

قرآن نے اس کیفیت کا تصور اس آیت میں دیا ہے ـــ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط کیا ان کافروں نے نہیں سمجھا؟ کہ یہ آسمان و زمین (مع سب سیاروں کے) ایک ہی جز تھے۔ پھر ہم نے انہیں

تخلیقی ترکیب کے تحت الگ الگ کر دیا۔۔۔ اور آخر میں زمین کے (ناری) اجزا کو پانی کے ذریعہ محسوس ہیت میں لایا۔۔۔ اس آیت میں آسمانوں کی ابتدائی ہیت سے لیکر زمین کی مادی پیدائش تک کی تمام ترکیب پائی جاتی ہے۔۔۔ تحقیق سے یہ کیفیت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ زمین کے ناری اجزا نے پانی کے ذریعہ خاکی ہیئت اختیار کی۔ تو ظاہر ہوا کہ ہر وجود کا بنیادی تصور ناری ہے۔۔۔ یہی کیفیت انسان کی ہے۔ کہ ایک ناری ذرۂ زمینی نے دلدل حماءِ مسنون سے جسم کا لباس پہن کر بشری (انسانی) ہیئت اختیار کی جسے قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وہ اللہ ہے۔ جس نے بنایا تم کو ایک جان (ناری ذرہ یا Cell) سے۔ تخلیقی ترکیب کے مطابق اسی ذرہ سے اسکا جوڑا بھی بنا۔ محققین مغرب اس کیفیت کو پا چکے ہیں۔۔۔ اس امر سے ثابت ہوا۔ کہ درحقیقت ایک ناری وجود کا نام انسان ہے۔ جس نے مادہ سے لباس لیکر محسوس ہیت اختیار کی۔۔۔ اور جب انسان مرجاتا ہے۔ تو اسکا مادی لباس واپس زمین میں چلا جاتا ہے۔ اور روح اپنی ابتدائی حالت میں قائم رہتی ہے۔ اس کیفیت کو حیات و ممات سے تعبیر دیا جاتا ہے۔ اب انسانی افعال میں اِس کیفیت کا تجزیہ کیجیے۔۔۔

انسانی افعال واعمال کا مظاہرہ۔۔۔ اسکی حرکت۔۔۔ سمع۔ بصر اور عقل وشعور سے ہوتا ہے۔ ان کیفیتوں میں بذاتِ خود انسانی روح سے ہی افعال واعمال سرزد ہوتے ہیں۔۔۔ مثال کے طور پر انسانی جسم سے ایک ٹکڑا گوشت کاٹ کر پانی میں ابالا جائے۔ یہاں تک کہ گوشت پانی ہو جائے۔ اس پانی کے ایک قطرے کو خوردبین سے دیکھا جائے۔ تو قطرہ۔ ہزاروں ذرات کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔۔۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسانی جسم لاتعداد ذرات کا مجموعہ مرکب ہے۔ اور ہر ذرہ بذاتِ خود ایک زندہ وجود ہے۔۔۔ ہر ذرہ کی زندگی ایک روح سے قائم ہے۔ اسلئے بحیثیت مجموعی انسان اسی روح اور جسم کا مرکب ہے۔۔۔ یہی روح ابتدائی زمین کی ناری جز ہے۔۔۔ یہی روح انسان کی روح کہلاتی ہے یہی روح۔ ایتھر کی جز کہلاتی ہے۔۔۔ اس ایتھر کا عمل کیا ہے۔؟ اسکا تجزیہ انسانی عمل سے کیا جائے۔۔۔ بصر۔۔۔ محققینِ مغرب اس تحقیق کو پایہ ثبوت تک پہنچا چکے ہیں کسی شے کے ادراک واحساس کیلئے ایتھر کا عمل شامل ہے۔ یعنی ایک شے اور آنکھ کی پتلی کے درمیان ایتھری فضا ہی کسی شے کے عکس کو

آنکھ کی پتلی تک انتقال کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر ایثری فضا موجود نہ ہوتو کسی کیفیت کا احساس نہیں ہوسکتا ــــ آنکھ سے حاصل کیا ہوا عکس دماغ تک Psychic Area۔ عقل تک پہنچکر کسی وجود کا احساس کیا جاتا ہے ــــ ظاہر ہے۔ کہ جب انتقالِ ہئیت میں ایثر ہی واحد ذریعہ ہوتو آنکھ کی پتلی سے لیکر دماغ تک بھی ایثر کا پایا جانا ضروری ہے۔ تو اسکی ترکیب یہ ہے۔ کہ انسانی خون کے ہر قطرہ میں ایثر کا وجود موجود ہے۔ یہی ایثر آنکھ سے عقل تک انتقالِ ہئیت میں ذریعہ بنتی ہے۔ دماغ انسانی جسم میں بہت لطیف Organ قویٰ ہے۔ اسکی جسمانیت میں بھی لطیف ہئیت میں ایثر موجود ہے۔ بذات خود دماغ کی کوئی حیثیت نہیں۔ سوائے اسکے کہ یہ ایثری قوت کا مخزن (یا مرکز) ہے۔ اسلئے دماغ میں ایثر ہی ادراک کرنے والی قوت ہے۔ اسی طرح سمع۔ شامہ۔ ذائقہ (کان۔ ناک۔ زبان) کی کیفیت ہے۔ انسان میں لامسہ (مس کرنے چھونے) کی قوت بھی ہے ــــ چھونے کی قوت میں انسان کا تمام جسم عمل کرتا ہے۔ یہ عمل بھی ایثری قوت کے تحت ہے۔ کہ انسان کے ذرہ ذرہ میں ایثری قوت (روح) پائی جاتی ہے۔ یہی قوت "مس" کی کیفیت دماغ تک پہنچاتی ہے۔ اس امر سے واضح ہے۔ کہ انسانی افعال و اعمال کی محرک خود روح ہے۔ اور اگر یہ روح انسانی جسم سے الگ ہوتو جسم کی اپنی کوئی حرکت نہیں ــــ روح چونکہ ایک مستقل وجود ہے۔ اسلئے حرکت و عمل اسی روح سے وابستہ رہتا ہے۔ اس حرکت و عمل میں یہ جسم کی محتاج نہیں۔ بلکہ جسم روح کی حرکت و عمل کا محتاج رہتا ہے۔ موت کے بعد جب روح الگ ہوئی تو جسم بیکار ہوکر زمین میں دفنایا جاتا ہے۔ مگر روح باقی رہتی ہے۔ مقولہ ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَىٰ أَصْلِهِ ہر شے کائنات اپنی اصل میں رجوع کرتی ہے۔ اس رجوع کرنے میں "فنا"۔ ہئیت تبدیل کرنے کا عمل شامل ہے۔ اسی عمل کے تحت روح چونکہ ایثری قوت ہے ــــ فضائے ایثری میں داخل ہوجاتی ہے ــــ بہ الفاظ دیگر انسانی وجود میں دراصل ناری روح ہی دیکھتی۔ سنتی۔ چھوتی اور ہر عمل کرتی ہے۔ موت کے بعد اسکا عمل قائم رہتا ہے۔ موت واقع ہونے سے اسکے حرکت و عمل میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ سوائے اسکے اسکی دنیوی زندگی کا عمل ختم ہوجاتا ہے۔

شریعتِ اسلامی کی رو سے۔ انسان کی جسمانی موت کے بعد قبر میں اِس سے اسکے اعمال کی پُرسش ہوتی ہے ــــ اس کا اشارہ روح کی طرف ہے۔ کہ روح سے پُرسش ہوتی ہے۔ کیونکہ موت کے

آنکھ کی پتلی تک انتقال کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر ایثری فضا موجود نہ ہو تو کسی کیفیت کا احساس نہیں ہو سکتا ـــــ آنکھ سے حاصل کیا ہوا عکس دماغ تک Psychic Area۔ عقل تک پہنچکر کسی وجود کا احساس کیا جاتا ہے ـــــ ظاہر ہے۔ کہ جب انتقالِ ہیئت میں ایثر ہی واحد ذریعہ ہو تو آنکھ کی پتلی سے لیکر دماغ تک بھی ایثر کا پایا جانا ضروری ہے۔ تو اسکی ترکیب یہ ہے۔ کہ انسانی خون کے ہر قطرہ میں ایثر کا وجود موجود ہے۔ یہی ایثر آنکھ سے عقل تک انتقالِ ہیئت میں ذریعہ بنتی ہے۔ دماغ انسانی جسم میں بہت لطیف Organ قوئ ہے۔ اسکی جسمانیت میں بھی لطیف ہیئت میں ایثر موجود ہے۔ بذات خود دماغ کی کوئی حیثیت نہیں۔ سوائے اسکے کہ یہ ایثری قوت کا مخزن (یا مرکز) ہے۔ اسلئے دماغ میں ایثر ہی ادراک کرنے والی قوت ہے۔ اسی طرح سمع۔ شامہ۔ ذائقہ (کان۔ ناک۔ زبان) کی کیفیت ہے۔ انسان میں لامسہ (مس کرنے چھونے) کی قوت بھی ہے ـــــ چھونے کی قوت میں انسان کا تمام جسم عمل کرتا ہے۔ یہ عمل بھی ایثری قوت کے تحت ہے۔ کہ انسان کے ذرہ ذرہ میں ایثری قوت (روح) پائی جاتی ہے۔ یہی قوت ''مس'' کی کیفیت دماغ تک پہنچاتی ہے۔ اس امر سے واضح ہے۔ کہ انسانی افعال و اعمال کی محرک خود روح ہے۔ اور اگر یہ روح انسانی جسم سے الگ ہو تو جسم کی اپنی کوئی حرکت نہیں ـــــ روح چونکہ ایک مستقل وجود ہے۔ اسلئے حرکت و عمل اسی روح سے وابستہ رہتا ہے۔ اس حرکت و عمل میں یہ جسم کی محتاج نہیں۔ بلکہ جسم روح کی حرکت و عمل کا محتاج رہتا ہے۔ موت کے بعد جب روح الگ ہوئی تو جسم بیکار ہو کر زمین میں دفنایا جاتا ہے۔ مگر روح باقی رہتی ہے۔ مقولہ ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ ہر شے کائنات اپنی اصل میں رجوع کرتی ہے۔ اس رجوع کرنے میں ''فنا''۔ ہیئت تبدیل کرنے کا عمل شامل ہے۔ اسی عمل کے تحت روح چونکہ ایثری قوت ہے ـــــ فضائے ایثری میں داخل ہو جاتی ہے ـــــ بہ الفاظ دیگر انسانی وجود میں دراصل ناری روح ہی دیکھتی۔ سنتی۔ چھوتی اور ہر عمل کرتی ہے۔ موت کے بعد اسکا عمل قائم رہتا ہے۔ موت واقع ہونے سے اسکے حرکت و عمل میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ سوائے اسکے اسکی دنیوی زندگی کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔

شریعتِ اسلامی کی رو سے۔ انسان کی جسمانی موت کے بعد قبر میں اِس سے اسکے اعمال کی پُرسش ہوتی ہے ـــــ اس کا اشارہ روح کی طرف ہے۔ کہ روح سے پرسش ہوتی ہے۔ کیونکہ موت کے

بعد روح کو ہی حیاتِ مستقل حاصل ہے۔اور مردہ جسم سننے اور جواب دینے سے عاری ہوتا ہے۔اس مقام پر دو کیفیتوں کا فروعی تصور قائم ہوتا ہے۔ایک قبر ـــــ قبر سے مراد زمین میں کھودا ہوا گڑھا ـــــ جس میں مردہ رکھا جاتا ہے۔لیکن یہ جسم قطعی طور حرکت و عمل سے عاری ہے ـــــ اسلئے اعمال کے محاسبہ کا اس جسم سے تعلق نہیں۔اسکے مقابل روح مستقل زندگی کی حامل۔ایثری فضا میں قائم ہوتی ہے۔ایثری فضا خاکی فضا سے لیکر عالمِ نوری تک وسیع ہے۔اسی ایثری فضا میں انسانی روح ایک مقررہ مقام پر چلی جاتی ہے۔اسی مقام کو برزخ کہا جاتا ہے۔اس کیفیت میں یہ محسوس کیا جاتا ہے۔کہ قبر کے گڑھے میں ہی مردہ جسم کا حساب لیا جاتا ہے ـــــ ایسا نہیں۔بلکہ حساب قبر سے مراد ـــــ جبکہ انسان جسم سے ہی پہچانا جاتا ہے۔گویا اسی انسان کا حساب ـــــ اسکی روح سے۔عالمِ برزخ میں لیا جاتا ہے اور چونکہ برزخ کی وسعت خاکی ایثر سے ابتدا کرتی ہے۔یہ ابتدا قبر سے شروع ہوتی ہے۔بہ الفاظ دیگر عالم برزخ قبر کے ساتھ ہی ملحق ہے۔مگر غیر محسوس عالم ہونے کی وجہ سے اس کا احساس نہیں ہوسکتا ـــــ اس کا تصور قرآنی آیت میں بھی پایا جاتا ہے۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ "لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ بنائے دو دریا آپس میں بغلگیر۔لیکن ان میں ایک پردہ ہے۔کہ ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے ـــــ اس آیت کا اشارہ سمندر کے پانی کی طرف ظاہری معنوں میں ہے۔کہ دو رنگوں کے پانی (سبز و سرخ) ایک دوسرے کے ساتھ بغلگیر ہوتے ہیں۔مگر قانون فطرۃ کے مطابق یہ پانی آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ملاپ ہونے کی صورت میں سبز رنگ کا پانی اپنی سمت بہتا جاتا ہے ـــــ سرخ رنگ کا پانی اپنی سمت بہتا جاتا ہے۔لیکن انکے درمیان (کیمیاوی اثرات کا) ایک پردہ ہے جو انہیں آپس میں ملنے نہیں دیتا۔اسکے صوری معنوں میں اس کیفیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔کہ عالم باطن اور عالم ظاہر بھی اسی طرح باہم ملے ہیں۔مگر ان میں بھی ایک پردہ ہے۔عالم باطن سے مراد قیامت کی فضا ـــــ ظاہر سے مراد عالمِ خاکی انہیں دو کیفیتوں کے درمیان کی فضا ـــــ جسے ایثری فضا سے بھی تعبیر دیا جاتا ہے۔برزخ سے تعبیر ہے ـــــ

ان آثار سے یہ ظاہر ہے۔کہ دراصل انسان روح کو ہی کہا جاتا ہے۔موت کے بعد اس کا مقام عالمِ برزخ میں ہوتا ہے۔اسی روح سے حساب لینا مقرر ہے ـــــ لہٰذا حیات بعد الممات

میں مردہ جسم کا زندہ ہو کر حساب دینا قطعی وہمی تصور ہے۔ اور اس کی تحقیق میں جو بھی تجربات مشاہدے میں آتے ہیں۔ وہمی اور غیر فطری آثار قرار دیئے جاتے ہیں ـــــ جیسا کہ بیان ہوا یہ عقیدہ خالص اسلامی ہے ـــــ جسکا تسلیم کرنا ـــــ شرطِ ایمان پر بلا دلیل تسلیم کرنا ہے۔ اسلئے اسلام نے اس عقیدے میں۔ جو کیفیت بیان کی اسکی تسلیم بھی تحقیق سے باہر بلا دلیل تسلیم کرنا ''شرطِ ایمان'' کے تحت ہی تسلیم کرنا ہے۔ شریعت نے اس عقیدہ میں چند کیفیتیں بیان کی ہیں جو یکسر روحانی۔ اور شرطِ ایمان پر بلا دلیل تسلیم کرنا لازمی ہیں ـــــ بلکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے جس سے ہر انسان نے ہر حال میں دو چار ہونا ہے ـــــ دنیا کا کوئی عظیم شہنشاہ۔ قیصرِ روم ہو یا خسرو پرویز ہو ـــــ روسی عظیم رہنما خروشیف ہو جس نے چاند پر خلائی جہاز میں اپنے دو خلائی انسان فضا میں بھیجکر یہ کہا تھا کہ وہاں فضا میں کسی ''خدا'' کا وجود سامنے نہیں آیا ـــــ امریکہ کا روز ویلٹ یا برطانیہ کا چرچل ہو ـــــ برطانیہ کا شہنشاہ ہو ـــــ غرض دنیا کا کوئی مشہور زمانہ سربراہ ہو یا مشہور محقق یا سائنسدان ہر شخص پر موت واقع ہونی ہے۔ اور قانونِ قدرت کے مطابق ہر شخص کا جسم جلایا ـــــ یا دفن کیا جائیگا ـــــ وہ انسان ڈوب کر مر جائے۔ یا بجلی کا کرنٹ لگنے سے۔ یا بم سے اسکے جسم کے ٹکڑے بکھر جائیں۔ یا زمین میں دفن کیا جائے۔ ہر انسان میں ایک ہی قسم کی روح ہے ـــــ اس روح کا مقام برزخ میں جائیگا۔ اور اس سے اسکے اعمال کا محاسبہ کیا جائیگا ـــــ اور شریعتِ اسلامی کی رو سے۔ اسکے اعمال۔ الٰہی کلام ـــــ دینِ الٰہی کے عین مطابق ہوں جس میں خصوصی طور عبادات شامل ہیں ـــــ انسان کے نیک و بد اعمال بھی دینِ الٰہی کے احکام کے مطابق ہوں۔ ایسے ہی اعمال کا ہر انسان سے محاسبہ کیا جائیگا ـــــ شریعت بتاتی ہے کہ روح سے سوال ہوگا۔ مَنْ رَّبُّکَ ۔ تیرا رب کون ہے ـــــ تو روح جواب دے گی۔ اَللّٰہُ رَبِّیْ ۔ میرا پالنے والا اللہ ہے ـــــ سوال ہوگا۔ مَنْ دِیْنُکَ ۔ تیرا دین کیا ہے۔ جسکے احکام کے تحت تو نے عمل کیا ـــــ تو روح جواب دیگی۔ اَلْاِسْلَامُ دِیْنِیْ ـــــ میں نے الٰہی احکام پر ''شرطِ ایمان'' کے ساتھ عمل کیا ـــــ تو سوال ہوگا۔ مَاتَقُوْلُ لِھٰذَا الرَّجُلُ ۔ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ یہ کون ہستی ہے۔ تو مومن کی روح جواب دیگی۔ ھٰـــذَا مُـحَـمَّدٌ " رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ وہ ہستی ہے۔ جسے فلاح انسانی کیلئے اللہ نے فلاح و سلامتی کا لائحہ عمل کتاب دیکر انسان کی راہنمائی کے لئے بھیجا۔ جسکو تسلیم کرنا ہر انسان پر لازم ہے ـــــ تو اس روح کو ایک

خوبصورت وادیٔ برزخ میں رکھا جائیگا۔ جہاں وہ راحت حاصل کریگی ــــ اسکے برعکس جس روح نے شرطِ ایمان کے ساتھ الٰہی کلام پر عمل نہیں کیا اور محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں عملِ نیک نہیں کیا۔ خواہ وہ دنیا میں کتنا ہی عظیم ہو۔ کتنا ہی خیر خواہ ہو۔ شرطِ ایمان نہیں تو جواب دیگا۔ ھَاہُ ھَاہُ لَا اَدْرِیْ ــــ افسوس کے میں نہیں جانتا ــــ جیسا کہ بیان ہو چکا۔ انسان جیسے اپنی حیات و موت پر قادر نہیں۔ دنیا پر۔ نمرود۔ شداد۔ فرعون جیسی قہرمان ہستیاں پیدا ہوئیں۔ مگر وہ موت کے آگے بے بس ہو گئے ــــ بس اس مقام پر انسان کا ارادہ و اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ قضاو قدر کے آگے۔ بے بس۔ مقید ہو جاتا ہے۔ عالمِ برزخ میں ہر روح اپنے اختیار سے بے بس ہو جاتی ہے۔ نہ وہ اپنی مرضی سے۔ عالمِ برزخ سے نکل سکتی ہے نہ حاضرِ ارواح کی شکل میں کسی کے بلائے عالمِ مادی میں آسکتی ہے۔ نہ کسی سے کچھ کہہ سکتی ہے۔ نہ سن سکتی ہے ایسی روح جس نے ھَاہُ ھَاہُ لَا اَدْرِیْ کا جواب دیا۔ اسکو عالمِ برزخ میں ایسے مقام میں ڈالا جائیگا۔ جہاں دہشت و عذاب اس پر طاری کیا جائیگا اور وہ واقع قیامت تک اس عذاب میں بتلا رہیگی۔ اس وقت خروشیف جیسا انسان۔ فرعون جیسا جابر۔ نمرود جیسا طاقتور۔ دنیا میں ہائیڈروجن بم بنانے والا سائنسدان ــــ دنیا پر خود ساختہ آئین نافذ کرنے والا شہنشاہ۔ اور وہ ادنیٰ فاقہ زدہ انسان۔ جس نے شرطِ ایمان کے ساتھ اسلام قبول نہیں کیا۔ عالمِ برزخ کی دہشت ناک فضا دیکھ اصل حقیقت کو سامنے پا کر افسوس کریگا۔ ھَاہُ ھَاہُ لَا اَدْرِیْ ــــ یہ شریعت اسلامی کا دعویٰ ہے ــــ جو اٹل ہے۔ مگر ماورائے ادراک ہے ــــ اس دعوے پر اسلام دنیا کے ہر مرد محقق کو چیلنج کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام اس بات کا اعلان کر چکا ہے۔ یہ الٰہی اعلان ہے۔ جو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یہ امر واقع ہے ــــ!

رہا سوال محققین مغرب۔ سائنسدان۔ ماہرین نفسیات جو اس مسئلہ میں تحقیق کرتے ہیں انکا بنیادی تصور غلط ہے ــــ کہ قبر میں مردہ جسم سے حساب لیا جاتا ہے ــــ یا قبر میں مردہ جسم پر کیا گزرتی ہے ــــ یا مردہ جسم بھی سنتا۔ بولتا ہے۔ یا اسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ انکی تحقیق کا رخ ابتداً سے ہی بدل جاتا ہے۔ ظاہر ہے مردہ جسم گل سڑ کر فنا ہو جاتا ہے۔ تو اس پر تحقیق بے سود۔ اور وہمیات پر جو آثار انہیں مشاہدہ میں آتے ہیں۔ انکی حیثیت تمام وہمی ہے جس کی کوئی اصل نہیں ــــ ہاں جب انکا رخ روح کی

طرف نہیں۔ تو جو کیفیتیں۔ حاضرات ارواح۔ میڈیم شپ یا کسی اور تجربہ سے ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اصولی طور انکی کوئی حیثیت نہیں۔ جب تک کہ انسانی روح کی تحقیق میں ان پر آثار واضح نہ ہوں۔ لیکن یہ آثار روحانی ہیئت میں ہیں۔ ایسے آثار قانون فطرۃ کے مطابق عقلی مشاہدہ میں نہیں آسکتے۔ چاہے کوئی ذریعہ بھی اختیار کریں ـــــ دنیا کی کوئی طاقت شریعتِ اسلامی کے عقائد کے مقابلہ میں کوئی آثار پیش نہیں کرسکتی جسکا تعلق اصل سے ہو۔ یہ اسلام کا چیلنج ہے۔ البتہ شرط یہ ہے۔ کہ علمائے اسلام قرآنی حقائق کو اسکی اصل صورت میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ـــــ

رئیس صاحب! کاش کہ آپ اس مضمون کو نفسیات مابعدِ نفسیات کے کالم میں شائع کرنا گوارا کرتے ـــــ تاکہ ہر شخص۔ خصوصاً مسلمان ـــــ جو یورپی تحقیق سے مرعوب ہو کر انکی روحانیت سے متعلق تحقیق کو مبنی بر حقیقت سمجھتا ہے ـــــ یہ جان لیں۔ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے ـــــ وہ اپنی ہر تخلیقی ترکیب سے کلی طور آگاہ ہے ـــــ اور قرآن اللہ کی کلام ہے ـــــ اللہ کی کلام کے اعتبار سے۔ اسکا ایک حرف بھی غلط نہیں ہوسکتا۔ جس پر کسی بھی تنقید یا شبہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی ـــــ اسکے بعد قرآن کے حامل نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت۔ کہ آپ کائناتِ عالم کی مخلوق میں۔ اشرف المخلوقاتِ ارضی وسماوی ـــــ ایک معلمِ حقیقی ـــــ سب سے اعلےٰ مدبر و حکیم ـــــ آپ کا ہر قول الٰہی کلام کے مطابق ہے۔ جس میں کسی۔ شبہ یا غلطی یا تنقید کی قطعی گنجائش نہیں ـــــ اس بات کو دنیا کے تمام پیغمبروں۔ محققوں نے تسلیم کیا ہے ـــــ میرا ایمان ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر قرآن کے بھی دنیا پر مبعوث کیا جاتا۔ آپ کی ذات ذہانت و تدبر میں ایک معلمِ عظیم تھی ـــــ آپ اپنی ذات سے بھی دنیا کو ایک ایسا علم۔ ایک ایسا منشور و لائحہ عمل دیتے جس میں کسی غلطی۔ خامی یا شک وشبہ کی گنجائش قیامت تک نہ پائی جاتی۔ جو علم تمام انسانی مخلوق کیلئے فلاح وسعادت کا ضامن ہوتا۔! جہاں تک شریعت اسلامی کے عقائد کا تعلق ہے۔ یہ سب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے توسط انسان کو ملے ہیں ـــــ دنیا کے ہر انسان کیلئے لازم ہے ـــــ کہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کو تسلیم کرے۔ آپ کی عظمت کا قائل ہو ـــــ اسی شخصیت اور تسلیمِ عظمت کے جذبہ کے تحت اسلامی عقائد بلا دلیل تسلیم کئے جائیں ـــــ کہ ایسا رسول جو کچھ کہتا ہے۔ یہ ایک فطری اور اٹل حقیقت ہے جسکے لئے مادی

تجربات ومشاہدات کی ضرورت۔ تسلیم کیلئے شرط نہیں ___ ان عقائد کے نتائج انسانی زندگی کیلئے فلاح و عروج کا اصل ذریعہ ہیں ___ یہی انسانی زندگی کا مقصدِ واحد ہے ___ کیونکہ اس کائنات میں۔ خالق کا ایک قانون نافذ ہے۔ جس کا ہر انسان چارو ناچار پابند ہے۔ لہٰذا ہر انسان کیلئے خالق کے قانون کا پابند ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح قرآن بھی اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں بھی ایک قانون۔ انسانی فلاح وعروج کیلئے ایک آئین۔ ایک منشور موجود ہے۔ سو ہر انسان کیلئے اس قانون کی پابندی بھی لازم ہے۔ یہی قانون شریعتِ اسلامی سے تعبیر ہے۔ یہی شریعتِ اسلامی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مخلوقِ انسانی تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا اس تعمیل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع (تابعداری) لازم ہے ___ قرآن کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ الٰہی آئین کے مقابلہ میں۔ دنیا کے کسی سیاستدان ___ کسی دانشور محقق کسی عالم سائنسدان کا خودساختہ آئین یا منشور ___ اس الٰہی آئین کے مقابلہ میں دائمی فلاح کا مل حیثیت نہیں رکھ سکتا ___ عقلمندی کا تقاضا ہے۔ کہ انسان اس آئین کو اپنائے جو دائمی فلاح وعروج کا ضامن ہے ___

میں پھر رئیس صاحب عرض کرتا ہوں۔ کہ میرے مضمون کا deeply (گہرا) مطالعہ فرما کر اسکے صحیح وغلط کا فیصلہ دیکر ___ تسلیم کی صورت میں اسے اپنے کالم میں (طویل مضمون کی صورت میں قسط وار) شائع کر دیں۔ اس سلسلہ میں اگر کسی شخص کا کوئی اعتراض ہو تو میں اسکا جواب دینے پر تیار ہوں۔ اس کا جواب تسلی بخش طور پر دینے کی کوشش کرونگا۔ ورنہ اپنی غلطی کا اعتراف کرونگا ___ اور اگر آپکی نظر میں یہ مضمون صحیح نہیں۔ تو اسکے نقائص کی نشاندہی فرما کر مجھے آگاہ کریں۔ تاکہ میں اپنی خامیوں کی اصلاح کروں۔ اس سلسلہ میں کسی مصلحت کو درمیان میں لاکر میرے مضمون کو شائع نہ کرنے کیلئے کوئی بھی صورت میرے لئے رنج وافسوس کا باعث ہوگی۔ فقط والسلام۔

خیر اندیش

محمد نورالدین مکان نمبر 3404

لنک روڈ ایبٹ آباد۔ ہزارہ

محترم رئیس صاحب۔ السلام علیکم

روزنامہ جنگ یکم نومبر کے مابعد نفسیات کے مضمون حیات بعد الممات سے متعلق میں نے آپکے کالم میں اشاعت کیلئے ایک مضمون بھیجا تھا۔ نامعلوم آپ نے میرے مضمون کا مطالعہ کیا؟۔۔۔ میرا خیال تھا کہ آپ اس مضمون کو شائع کرینگے۔ لیکن آپکے طویل مضامین شائع ہونے کی وجہ سے میں سمجھا کہ میرے مضمون کے شائع ہونے کی گنجائش نہیں رہی۔ بہرحال مہربانی فرما کر میرا مضمون مجھے واپس کردیں۔ ممکن ہے آپ نے اسے ردی میں ڈالدیا ہو۔ تاہم مجھے آگاہ کریں کہ اس مضمون کے شائع ہونے میں کونسا امر مانع ہوا۔

آج کے روزنامہ جنگ مورخہ 13 دسمبر میں منظم چیلنج!! جناب اکرام اللہ انور صاحب میری نظر سے گزرا۔ اس سلسلہ میں آج پھر مجبوراً مجھے لکھنا پڑا۔ جبکہ میں سمجھتا ہوں۔ میرا لکھنا بیکار ثابت ہوتا ہے۔

اکرام اللہ صاحب جناب علامہ المشرقی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ مرحوم کے بھی یہی نظریات تھے۔ مرحوم نے بھی قرآنی روحانیت کو عقلی تدبیر کی ارتقا سے تعبیر دیکر مادی عروج پر شدت سے زور دیا ہے۔ جسکا نتیجہ آپکے فرزند کا نظریہ جدید مادی ارتقا سے مرعوب ہوکر روحانیت کی نفی سمجھا جاتا ہے۔

قبل اسکے کہ انسانی عروج وارتقا کی راہ متعین کی جائے۔ یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ آخر انسانی زندگی میں اسکا حقیقی نصب العین کیا ہے۔۔۔ کیا انسان کا نصب العین یہی ہے۔ کہ وہ سائیکلیں۔ جیپیں۔ ہیلی کاپٹر۔ ریلیں۔ ٹرانسسٹر لاسلکی۔ پنسلین۔ ایٹم۔ ہائیڈروجن اور کیا کیا عظیم ایجادات حاصل کر کے زندگی چین سے گزارے۔

''ہاں زندگی چین سے گزارے'' ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان کا واحد نصب العین زمین پر چین سے زندگی گزارنا ہی ہے۔ اسکے مقابل عہد قدیم کی مخلوق مادرزاد ننگے۔ گھاس۔ پتے کھانے والی مخلوق۔ ننگے پاؤں پھرنے والی مخلوق۔ کو چین کی زندگی حاصل نہیں۔ میں اکرام اللہ صاحب سے سوال کرتا ہوں۔ کہ کیا دنیا کی عظیم ترین شخصیت ہٹلر جو عہد جدید میں عظیم ایجادات کا بانی کہلانے کا مستحق ہے۔ جس نے ٹینک۔ بم اور ہوائی جہاز ایجاد کر کے تمام یورپ پر غلبہ حاصل کرنا چاہا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عہد جدید کی یورپی ایجادات میں انہیں جرمنی سائنسدانوں کا ہاتھ ہے۔ جو گزشتہ جنگ عظیم

میں امریکہ۔ برطانیہ۔ روس نے تقسیم کرکے انہیں سے اپنی عظیم ایجادات میں مدد لی ـــــ اسے نازی اور درندہ کیوں کہا جاتا ہے۔ ان ایجادات کے نتائج میں۔ Countless جانیں تباہ ہوئیں۔ اور ابھی تک یہ دور ختم نہیں ہوا۔ انہیں ایجادات کی بدولت اہل مغرب نے دنیا کے چین کو زیروزبر کررکھا ہے۔ یہی قومیں اپنی ایجادات سے ایک طرف مخلوق انسانی کے لئے چین سے زندگی بسر کرنے کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔ دوسری طرف انہیں قوتوں کی بدولت دنیا کی تین چوتھائی مخلوق کو غلام بنا رکھا ہے۔ بیشک اہل مغرب کو ایجادات اور سہولتیں میسر ہیں۔ مگر اسکے پس منظر میں مغرب کا کوئی فرد ایسا نہیں جو رات کے اچانک دھماکے سے سراسیمہ ہو کر گھر سے باہر نہ بھاگے کہ کہیں ان پر ایٹم بم تو نہیں گرا۔ ظاہر ہے۔ پیٹ بھرنے کیلئے۔ انہیں تمام لذتیں میسر ہیں۔ لیکن کیا انہیں سکونِ قلب بھی میسر ہے! کیا مغرب اس مادی ترقی کے نتیجے میں۔ لمبی داڑھی اور لمبے بالوں والے ہپی ہزاروں کی تعداد میں سڑکوں پر بیہوش نہیں پڑے رہتے ہیں۔ کیا مغرب کی قوموں کی مادی ترقی کے یہ نتائج ہیں کہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں کنواریاں حرامی بچے جنتی ہیں۔ کیا مغرب میں خلاف وضع فطری قانون کو جائز قرار نہیں دیا گیا۔ کیا یہ صورتیں بھی ''چین سے زندگی بسر کرنے میں'' شامل ہیں ـــــ میں سوال کرتا ہوں کہ فطری نظام کے تحت انسانی تخلیق کی ابتدا ـــــ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ـــــ اور اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ سے نہیں ہوئی۔ کیا قدرتِ الٰہی کے دعوے کا مقصد حیوانی درندہ صفت انسان کی تخلیق ہے۔! کیا آج کا سائنسدان موجود اسی انسان کی نسل در نسل پیدائش ہے۔ یا اسکی نسلی پیدائش میں کسی اور تقویم کو دخل ہے ـــ کیا ابتدائی بیج کا پھل اپنی قوت میں کامل اکمل ہوتا ہے۔ یا وہ آخری پھل جو ہزاروں مرحلے طے کرنے کے بعد اسی ابتدائی بیج کا جز ہوتا ہے۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے۔ کہ کیا آپ نے ابتدائی انسان کی تخلیقی ترکیب کا مکمل احاطہ کرلیا۔ جس میں عہد جدید کا انسان ننگا وحشی آپکو نظر آتا ہے۔ کیا آپ اسکے دل۔ اطمینان قلب کو ماپنے کیلئے۔ اسکی کیفیت قلبی کا اندازہ کرچکے ہیں؟ اور پھر ایسے انسان کو جس کی تخلیق میں روح اور روحانی قوت بھی شامل ہے۔ اہل یورپ نے اسکا بھی تجزیہ کیا ـــ سوائے اسکے کہ انسانی روح کو بھی مادی عروج (عقل وخرد) کا ذریعہ قرار دیکر۔ انسانی روحانی تصور کو یکسر محو کردیا۔

گزارش ہے جہاں اکرام اللہ صاحب انسانی عروج اور عہد جدید کی مغربی معجزات کی تعریف

میں عہد قدیم کی انسانی افضلیت کی تضحیک کرتے ہیں۔ وہاں۔ انسانی ابتدائی تخلیق اور اسکے حقیقی نصب العین پر قرآنی آیات کی روشنی میں تجزیہ کر کے قدیم وجدید کا فیصلہ کریں ـــــ کہ قرآن نے مادی ترقی کو لھو و لعب" قرار دیا ـــــ اور حضورؐ نے مادی دنیا کو ـــــ اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ" وَ طَالِبُھَا کِلَاب "قرار دیا ـــــ یعنی اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنیَا لَعِب" وَّلَھُو" ۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیر" ۔ عِندَاللّٰہِ ـــــ یعنی انسان کا نصب العین مادی عروج سے ماسویٰ۔ روحانی عروج ہے جسکا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ آخرت سے ہے۔ آپ ان علمائے اسلام کے عقائد کو نہ دیکھیں۔ بلکہ براہ راست قرآنی تعلیم پر تجزیہ کر کے انسانی نصب العین کا اندازہ کریں کہ کیا انسان کا مقصد زندگی حصول دنیوی میں مادی ارتقا ہے۔ یا کچھ اور۔ اسی تصور میں دنیا کی ایجادات کا جائزہ لیکر فیصلہ کریں۔ اور دیکھیں کہ عہد قدیم کا انسان کامل تھا یا آج کا انسان کامل ہے۔ جبکہ آج دنیا کا ایک فرد بھی ایسا نہیں ہو سکتا جو باوجود اتنی ضروریات کی فراوانی کے بھی چین کی زندگی بسر کرتا ہو۔ فقط والسلام

خیر اندیش

نورالدین مکان 3404

لنک روڈ ایبٹ آباد۔ ہزارہ

محررہ: 14-12-76

اس احکم الحاکمین کے نام سے جو کائنات کا حاکم ہے

بخدمت جناب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر[1] صاحب

جناب عالی!

گزارش ہے۔ جیسا کہ اخبار کے ذریعہ عوام کو انتخابات کے سلسلہ میں رائے دینے کی اجازت دی گئی ہے۔ میں ایک پاکستانی شہری کی حیثیت سے یہ جرأت کرونگا۔ کہ انتخابات کے سلسلہ میں اپنی رائے پیش کروں۔ اس حال میں کہ میں بھی عام شہری کی حیثیت میں۔ اس قابل نہیں۔ کہ رموزِ مملکت سمجھنے کی صلاحیت رکھ سکوں۔ اسلئے التماس خدمت ہے۔ کہ یہ رائے میری ناقص خیالی پر محمول ہو سکتی ہے۔ جسے درگزر کیا جاسکتا ہے۔

"طریقِ انتخاب"

فطری اصول کے مطابق۔ انسانی آبادی۔ یا قومی اجتماع میں۔ طریقِ انتخاب دو صورتوں میں ہوتا ہے۔

1۔ عمومی حیثیت میں عوام باشعور ہوں۔ ان میں قومی۔ ملکی سربلندی کا جذبہ کامل ہو ــــ قوم محب وطن۔ دیانتدار اور اصول پرست ہو۔ تاکہ ہر فرد خود پرستی فرقہ بندی سے پاک ہو کر۔ حقیقی جذبۂ انسانیت کے تحت ایک لیڈر یا نمائندہ کا انتخاب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو ــــ عوام ایک لیڈر (نمائندہ) میں اعلیٰ صفات وصلاحیت۔ دیانت وتدبر پرکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ــــ سب سے بڑی چیز۔ عوام خود کسی لیڈر کا آزاد ذہن کے ساتھ انتخاب کریں۔ اور بحیثیت مجموعی وہ ایسے لیڈر یا نمائندہ کا انتخاب کریں۔ جسکا کردار عوام میں۔ بلاتمیز فرقہ بندی مسلمہ اور پسندیدہ ہو ــــ

دوسری صورت۔ عوامی انتخاب کی صورت میں۔ اصولاً کوئی شخص خود اپنے آپ کو بحیثیت نمائندہ پیش نہ کرے۔ جبکہ خود عوام کو ہی ایک لیڈر منتخب کرنے کا حق ہوتا ہے۔ کسی شخص کو خود نمائندہ بن کر۔ عوام سے رائے حاصل کرنے کیلئے۔ پراپیگنڈہ کرنے۔ اور کثیر دولت خرچ کرنے۔ جلسے جلوس کرنے کی

---

[1] جنرل محمد ضیاء الحق 5 جولائی 1977ء کے مارشل لاء کے تحت برسر اقتدار آئے۔ 15 ستمبر 1978ء کو صدر مملکت کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ اور بہاولپور میں 17 اگست 1988ء کو ایک المناک فضائی حادثہ کا شکار ہوئے۔ (ناشر)

اجازت نہ ہو ـــــ کیونکہ اس طرح لاعلم عوام ۔ جنکا ذہن باشعور اور پختہ نہیں ۔ ایک نمائندہ کی باتوں سے متاثر ہو کر ایک لیڈر کو پسند کرنے پر (بلا وجہ بھی) آمادہ ہو جاتے ہیں ۔ جبکہ وہ ایک لیڈر کے کردار کو پرکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ـــــ کیونکہ ـــــ ایک خود ساختہ نمائندہ جب اپنی ذات یا جماعت سے زرِ کثیر خرچ کر کے صرف ووٹ حاصل کرنے کیلئے عوام کو اپنی حمایت میں لیکر اقتدار حاصل کرتا ہے ۔ تو یہ امر یقینی ہے ۔ کہ فی زمانہ کوئی ایسا فرد نہیں ۔ جو قوم و ملک کی فلاح و بہتری کے جذبہ کے تحت ۔ محض ایثار و قربانی کے جذبہ کے تحت اپنی جائیداد فروخت کر کے اپنی دولت عوام کی بہبود پر دیانتداری سے صرف کرے بلکہ اس کے پس منظر میں ۔ یہ نتیجہ لازمی ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص یا جماعت اقتدار کے بعد اپنی ذاتی حیثیت فاقہ و قناعت ۔ ایثار و قربانی میں گزار کر قوم کی خدمت کے بجائے مجبور ہو گا ۔ کہ وہ قومی سرمایہ یا حکومت کے ذریعہ دولت حاصل کرے ۔

اسلئے کسی نمائندہ یا لیڈر کے انتخاب کیلئے یہ اصول وضع کئے جائیں ۔

(1) کسی ایسے شخص کو نمائندگی کی اجازت نہ ہو ۔ جو کثیر دولت اور وسیع جائیداد کا مالک سرمایہ دارانہ حیثیت رکھتا ہو ـــــ اور عوام سے رائے حاصل کرنے کیلئے اپنی دولت ۔ پراپیگنڈہ کرنے ۔ ٹرانسپورٹ کی سہولتیں فراہم کرنے ۔ اور ووٹروں کیلئے کھانے پینے کا انتظام کرنے میں صرف کر کے دولت کے بل بوتے پر ووٹ حاصل کرے ۔

(2) ایک نمائندہ کا کردار بلا تمیز جماعت بندی ۔ بحیثیت مجموعی عوام میں مسلمہ اور پسندیدہ ہو ۔

(3) ایک لیڈر کا کردار حقیقی اصولوں کے مطابق ۔ پاکیزہ کردار ۔ دیانتدارانہ ۔ مخلصانہ اور بے لوث ہو ۔ اور دینی اعتبار سے صاحب علم ۔ اور مومن ہو ۔

(4) ایک لیڈر میں قومی ملکی تحفظ و ترقی میں ۔ اسکی مدبرانہ صلاحیت و سیاست ۔ مسلمہ اور مصدقہ ہو ـــــ اسکے ساتھ ہی اسکا گزشتہ دور کا کردار اسکی دیانت و صلاحیت کی نشاندہی کرتا ہو ۔

یہ امر مسلمہ ہے ۔ کہ عوام میں کثرت سے تعلیمی قابلیت کا فقدان ہے ۔ عوام کسی نمائندہ کے انتخاب کی کاملاً صلاحیت نہیں رکھتے ۔ سوائے اسکے کہ وہ جماعت بندی یا کنبہ پرستی کے جذبہ کے تحت جماعت کے نمائندوں کو ووٹ دیں ۔ اس طرح کسی بھی جماعت کے برسر اقتدار آنے پر قومی اتحاد قائم

رہنے کے بجائے۔ حزب اقتدار ــــ حزب اختلاف میں نفرت اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا جذبہ قائم رہتا ہے۔ جسکا نتیجہ آخر ایجی ٹیشن اور ملک میں انتشار۔ گھیراؤ جلاؤ کا راستہ کھلتا رہتا ہے۔ اور قوم پستی کا شکار ہو جاتی ہے اسلئے ضروری ہے۔ کہ مارشل لا حکومت عوام اور ملک کی قسمت ایسی نمائندہ جماعت کے حوالے کرے۔ جس سے قوم و ملک کو بار بار۔ تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ انتخاب سے قبل قومی نمائندوں کے انتخاب کیلئے۔ ملک کے اعلےٰ قانون دانوں (چیف جسٹسوں) کی ایک کمیٹی نمائندوں کے انتخاب کیلئے ایسے اصول مرتب کرے۔ جن سے ایک نمائندہ کی۔ دیانت۔ تدبر اور اسکی تمام تر صفات و صلاحیتوں کو پرکھ کر اس سے قوم و ملک کی سلامتی اور ترقی کی ضمانت لی جائے اور پھر قوم سے انکے لئے رائے حاصل کی جائے ــــ

جہاں تک پاکستان میں۔ اسلام کے نام پر ایک علیحدہ اسلامی مملکت کا تخیل ہے بلاشبہ اس اسلامی مملکت کے تخیل میں۔ حقیقی خلافتِ اسلامی کا تصور قائم ہونا چاہیے کہ پاکستان کا ہر فرد قرآن و سنت پر عامل ہو کر آخرت کی نجات حاصل کرے۔ یہ شریعتِ اسلامی۔ نظامِ اسلامی۔ نظامِ مصطفٰے کی اصل ہے ــــ لیکن بد قسمتی سے تیس سالہ دور میں۔ اسلام۔ سوشلزم۔ کمیونزم۔ آمریت۔ جمہوریت کا آپس میں ٹکراؤ چلا آتا رہا۔ اور نظریہ پاکستان کو روبہ کار آنے کا موقع نہ مل سکا ــــ اسکی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے۔ کہ نظریۂ پاکستان کو حقیقی اسلامی تصور خلافتِ اسلامی کی بنیادوں پر قائم نہیں کیا گیا۔ یعنی خلافتِ اسلامی سے مراد دینِ محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ جس میں خالص قرآنی اصول اور سنت رسول پر نظامِ اسلامی کی بنیاد رکھی جائے۔ جیسا کہ ابتدا میں اسلام کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی ــــ

قرآن نے انسانی مقصد زندگی کیلئے ایک تصور پیش کیا ــــ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِب" وَّلَھْو"۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْر" ۔ عِنْدَاللہِ۔ تحقیق نظام دنیوی سوائے اسکے نہیں کہ مثل کھیل کود کے تضیع وقت ہے۔ البتہ اللہ کے نزدیک آخرت کے عذاب سے نجات کیلئے عمل کو خالص کرنا ہی اصل مقصد ہے ــــ اسی حکم کے مطابق حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نشاندہی کرتی ہے۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃ" وَطَالِبُھَا کِلَاب"۔ دنیا مردار ہے اور اسکا طالب کتا ہے ــــ اس سے بھی مراد یہی ہے۔ کہ حصول دنیا کے مقابلہ میں نجاتِ آخرت کیلئے اپنے اعمال کو خاص کیا جائے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دار آخرت کی

نجات کا ہی ایک تصور دیا۔ اور قرآن نے بھی اسی کیفیت پر زور دیا ـــــ آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی بحیثیت علمائے امت دین کا ہی اجرا کیا ـــــ اور اس وقت نظام اسلامی کی ہیئت کیا تھی ـــــ ؟

نظامِ اسلامی میں اللہ تعالیٰ نے خود ایک لیڈر کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی شکل میں انسانوں کے آگے پیش کیا۔ اور دنیا کو حکم دیا کہ وہ اس رسول اور میرے آئین کی پابندی کرے۔ وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ط هٰذَا صِرَاط "مُسْتَقِیْم" میری عبادت کرو یہی انسانی مقصد اور اصل راستہ ہے ـــــ پھر انسان بحیثیت غلام۔ محکوم۔ عبد کہلایا۔ اسے اختیار نہیں کہ وہ اپنے لئے کوئی راہنما منتخب کرے۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ تابعداری کرو اللہ کی اور اسکے منتخب کردہ رسول کی۔ اور آپ کے بعد ان لوگوں کی جو میرا حکم انسانوں تک پہنچائیں ـــــ اولی الامر۔ وہ خلفائے راشدین اور علمائے امت ہیں۔ ظاہر ہے اس میں کسی حکومت کسی انتخاب کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا ہے ـــــ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکے صحابہ میں خلفائے راشدین کا مقام آتا ہے لہٰذا آپ کے بعد امتِ محمدی نے جو اجتماعی حیثیت حاصل کی اسے خلافت کے نام سے موسوم کیا گیا۔ چنانچہ آپکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقامِ خلافت پر فائز ہوئے۔ یہی خلافتِ اسلامی۔ نظامِ اسلامی۔ یا نظامِ مصطفٰے سے تعبیر ہے۔ جس میں خلافتِ اسلامی کی تشکیل میں ایک خلیفہ کا انتخاب ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منتخب کیا ـــــ البتہ آپکے بعد۔ عرب اقوام قبائل کے حالات کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے وقت قبائل کے انتخاب کی آواز سنی گئی۔ تو خود حضرت ابوبکر صدیقؓ نے۔ نہ خود کو نمائندگی یا خلافت کیلئے پیش کیا۔ بلکہ آپ نے اس بارگراں کو اٹھانے کیلئے پیش قدمی نہیں کی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ـــــ اسلام کے عظیم مفکر (جسٹس) نے آپکا انتخاب کرکے آپکے دست مبارک پر بیعت کی چونکہ یہ ایک عادل کا فیصلہ تھا۔ تمام قبائل اور اقوام نے اس فیصلہ کو قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد خود آپ (ابوبکر صدیقؓ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرکے اقوام وقبائل سے تائید لی۔ اسکے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود کو نمائندگی کیلئے پیش کیا۔ تو حضرت علیؓ نے اصولِ اسلام کے مطابق اسکی مخالفت کی نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ خود نمائندگی حاصل کرنے پر عظیم فتنہ رونما ہوا۔ اگرچہ اس فتنہ کے پس پردہ بہت سے اور بھی عوامل تھے جو فتنہ کا سبب بنے ـــــ اور

پھر حقیقتاً از روئے شریعت عبدالملک بن مروان کی خلافت کو حقیقی خلافت سے منسوب نہیں کیا گیا۔

شریعت اسلامی نے خلافتِ اسلامی میں۔ خلیفۂ اسلام کیلئے شرائط مقرر کی ہیں۔

(1) خلیفہ تمام لوگوں سے زیادہ قرآن وحدیث واجتہاد کا علم رکھتا ہو۔

(2) قرآن وسنت پر بطریق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عامل ہو۔ عبادات۔ اسوۂ حسنہ۔ تہجد گزاری۔ فاقہ وقناعت۔ زہدواتقا۔ اور اصلاح امت میں اعلیٰ مقام رکھتا ہو۔ خواہش دنیا سے پاک۔ کہ روزمرہ ضرورت سے زیادہ ذخیرہ نہ کرنے والا۔ رات اس حالت میں سوئے۔ کہ اسکے پاس صبح کھانے کیلئے پس انداز نہ ہو۔ قوم کی فلاح ونجات کا ضامن اس حال میں ہو۔ کہ اس سے ہر فرد کی اصلاح ونجات کی تکمیل کیلئے اللہ کے نزدیک جوابدہ ہونا ہوگا ــــ اسکے علاوہ بہت سی شرائط ہیں جو دین سے تعلق رکھتی ہیں۔ نظام اسلامی کیلئے ان اصولوں پر ہی نظام اسلامی کی بنیاد اور منشور ہوسکتا ہے۔ بغیر ان اصولوں کے نظامِ اسلامی کا تصور قطعاً بے معنی ثابت ہوسکتا ہے۔ نظام دینوی میں۔ نظام اسلامی کا تصور ایک فروعی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلئے نظامِ اسلامی کے نام پر انتخاب کیلئے ایک خلیفہ وقت کا ہونا۔ ان شرائط کے مطابق ضروری ہے ــــ اگر انتخابات میں نظامِ اسلامی کے تصور کو شامل کیا گیا۔ تو ان عوامل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر عوام جبکہ وہ ان حقائق سے نابلد ہیں۔ صرف عقیدۂ ناقص اور جذباتی رنگ میں انکی رائے دہی متصور ہوگی جو اصلِ انتخاب کے حق میں نہیں ہوسکتا ــــ

اس امر پر جناب والا نے غور فرمایا ہوگا۔ کہ حالیہ واقعہ میں نظام مصطفٰے کے نفاذ کیلئے جو طریق اختیار کیا گیا۔ آپکے علم میں آچکا ہوگا۔ کہ جلوسوں میں ایسے لوگوں نے بھی قرآن کریم کو گلے میں لٹکا کر نظام مصطفٰے کا مطالبہ کیا۔ جو عام شہری ــــ نماز۔ مسجدوں سے دور۔ جو استنجا سے بھی پاک نہیں تھے۔ جو نہیں جانتے تھے۔ کہ نماز کی حقیقت کیا ہے۔ قرآن کی حقیقت کیا ہے۔ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ جنہوں نے ملکی املاک کو نذر آتش کردیا ــــ اور ہمارے لیڈروں نے ایسے لوگوں کو سامنے کر کے گولیوں کا نشانہ بنوایا ــــ جو اسلام کی حقیقت سے قطعی بے خبر تھے۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں نظامِ اسلامی کا نفاذ نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ قوم میں تفرقہ وفساد۔ اور اسلام کی توہین ہی ثابت ہوسکتی ہے۔ جب تک کہ آئینِ قرآن وسنت کے تابع نظام اسلامی کی بنیاد نہ اٹھائی جائے ــــ

فی زمانہ میری ناقص رائے میں غالباً ایسا کوئی فرد نہیں ہو سکتا۔ یا ایسی قوم نہیں ہو سکتی جس سے شریعت اسلامی۔ خلافتِ اسلامی کے حقیقی اصولوں کے مطابق نظام مصطفٰے کا نفاذ ہونا ممکن ہو۔ جب تک کہ نظام مصطفٰے کیلئے صحیح بنیادوں پر زمین ہموار نہ کی جائے۔

اسکے مقابل جبکہ زعمائے قوم تیس سال تک نظامِ اسلامی کے نفاذ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہر زمانہ میں پاکستان۔ غیر ملکی سامراجی سازشوں کا شکار رہ کر پستی کی طرف جاتا رہا۔ اور آخری وار اہل پاکستان کے سینوں میں وسیع سازش سے چھرا گھونپا گیا___ تمام دشمن طاقتوں نے پاکستان کی سالمیت کو پارہ پارہ کر دیا___ ایسے وقت میں وقتی طور ایک ایسے لیڈر کی ضرورت ہے جو پاکستان کو اپنی اعلٰے سیاست و تدبر سے دشمنوں کی سازشوں اور تباہ کاریوں سے محفوظ کر سکے___ جو پاکستان کو داخلی۔ خارجی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کی ضمانت دے۔ قوم کیلئے یہ ایک نازک دور ہے۔ کہ اس قوم اور ملک کی قسمت کن کے ہاتھوں سونپی جاتی ہے۔ اسکا تعلق مارشل لاحکام کی مسلمہ اور پسندیدہ صلاحیت پر ہے۔ جسکا مظاہرہ مارشل لاحکام سے واضح طور ظاہر ہوا۔ امید ہے۔ ایسی صورت میں انتخابات کے سلسلہ میں بہتر تدابیر اختیار کرنے کی قوی توقع کی جاسکیگی۔ ورنہ مغربی طرز کی اختراع کردہ جمہوری اصولوں کی بنیاد پر اگر انتخابات ہوئے۔ تو احتمال ہے۔ کہ قوم پھر ایسی ہی قیادت کی غلام بنیگی۔ جیسے گزشتہ دور میں بنتی رہی۔ یہ بہتر موقع ہے۔ کہ ایک مدبر اور حق پرست اصول پرست مارشل لاحکومت قوم کو ایک بہتر قیادت کے ہاتھ دیکر اپنا حقیقی فرض پورا کرے۔

خدا کرے یہ یادداشت جناب کے مطالعہ تک پہنچ جائے۔ اور مجھے اسکا علم ہو جائے۔ کہ آپ نے اس یادداشت پر توجہ فرمائی ہے۔ مجھے آگاہ کیا جائے۔

حق رائے دہی رکھنے والا

ایک پاکستانی شہری

نورالدین مکان نمبر 3404 لنک روڈ ایبٹ آباد

۷۸۶

(کھلا خط)

بخدمت جناب محمد افضل صاحب چیمہ۔ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل

محترم ومکرم۔ السلام علیکم

مورخہ 22 نومبر 1977ء یوم عیدالاضحیٰ کے موقع پر "تجدید میثاق" کے سلسلہ میں ٹیلی ویژن پر منعقدہ مجلسِ مذاکرہ دیکھنے میں آیا۔۔۔ پروگرام میں۔ میزبان صاحب نے تجدید میثاق پر بیان فرماتے ہوئے ایک دوبار حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا۔۔۔ مگر درود شریف نہیں پڑھا۔۔۔ اسکے ساتھ ہی جناب (ریٹائرڈ) جسٹس صلاح الدین احمد صاحب نے اردو میں لکھا ہوا مضمون پڑھا۔ غالباً انگریزی زبان میں گفتگو کے عادی ہونے کے باعث موصوف اردو میں تقریر کرنے میں اپنا نظریہ پیش کرنے میں دقت محسوس کررہے تھے۔ اس تنگی کے باعث موصوف بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لیتے وقت آپ پر درود نہ کہہ سکے۔۔۔ موصوف کے طرزِ کلام کو محسوس کرتے ہوئے۔ ذہن پر یہ تاثر بھی ابھرا۔ کہ آپکی طرزِ نشست میں مشرقی انداز نہیں۔۔۔ آپ چونکہ منظر تھے۔ اور عوام ناظرین۔۔۔ شاید اس وجہ سے منظر خود اپنی ذات کا احساس نہ رکھتا ہو۔ جتنا ناظرین کے سامنے کیفیات آتی ہیں۔

بلاشبہ۔ آپ کے سینہ میں۔ اجرائے قرآن وسنت۔ اور اصلاح امت کا پُرخلوص جذبہ رکھنے والا دردمند قلب حد درجہ تڑپ رکھتا ہے۔ یہ کیفیت آپکی لطافتِ طبع۔۔۔ سنجیدگی۔ اور اندازِ کلام سے نمایاں ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں آپ کی ٹیلی ویژن پر "تجدید میثاق" کے متعلق وضاحت یہ تقاضا کرتی تھی۔ کہ آپ کو اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کا پورا موقع ملتا۔ میزبان صاحب کی مداخلت نے یہ موقع فراہم نہ ہونے دیا۔ موصوف نے شکریہ کے ساتھ محفل کو برخواست کردیا۔۔۔ معلوم نہیں آپ اختیاری حالت میں تھے۔ یا ٹیلی ویژن پروگرام کے پابند رہ کر مقصد کو ادھورا چھوڑنے پر مجبور تھے۔۔۔

آپ کی خدمت میں خط لکھنے پر کس امر نے مجھے تحریک دی۔؟ آپ کے کلام میں جو دلسوزی کا تاثر پایا جاتا تھا۔ ہم اس سے بہت متاثر تھے۔ جی چاہتا تھا۔ کہ آپ بولتے جائیں۔۔۔ اچانک خاموشی نے ہماری قلبی کیفیت کو منغض کردیا۔۔۔ ایسا محسوس ہوا۔ کہ ٹیلی ویژن پر ڈرامہ کھیلا جارہا ہے۔۔۔

افسوس! میں کہہ نہیں سکتا ــــ آپ "تجدید میثاق" کے پروگرام کے بعد ٹیلی ویژن میں بعد کے پروگرام دوبارہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کرسکینگے۔ کہ اس کے بعد پروگرام "جشنِ نغمہ" ــــ اور "آپ سے کیا پردہ" کے فیچر میں کیا کچھ دکھایا گیا ــــ آپ بھی محسوس کرینگے۔ ہمارا ذریعۂ ابلاغ ایک حقیقت کو پیش کرنے میں کیا کردار ادا کررہا ہے ــــ

عیدالاضحیٰ کے موقع پر یہ محسوس ہوتا تھا۔ کہ پاکستان کی مساجد کے علما نے نماز عید کے دوران "تجدید عہد" اور "محاسبہ" کو موضوع بحث بنایا ہوا تھا ــــ لیکن عوام ان مواعظ سے کس قدر متاثر ہوتے ہیں ــــ تاحال عوام کے کسی شعبہ زندگی میں احساسِ اصلاح کا کہیں بھی تاثر ظاہر نہیں ہوا ــــ استدعا ہے۔ کہ آپ ازراہ نوازش 22 نومبر کے ٹیلی ویژن پروگرام میں بعد کے پروگرام دوبارہ Reel کرا کر خود ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو اسکی اصلاح پر بھی خصوصی توجہ فرمائیں ــــ

ابتداءِ اسلام میں قرآن وسنت کے اجرا کا الٰہی اصول قرآن سے ظاہر ہے۔ قُمْ فَاَنْذِرْ ــــ اٹھیں اور لوگوں کو انکے اعمالِ خیر وشر کے نتائج میں "عذاب جہنم" سے ڈرائیں ــــ یہ احکامِ اسلام کے نفاذ کا بنیادی اقدام۔ اور انسانی مقصدِ زندگی کی اصل ہے۔ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اٹھایا گیا ــــ کیا یہ انسانی زندگی کا حقیقی مقصد نہیں۔؟ کیا انسانی زندگی میں۔ اسکے ہر شعبۂ زندگی میں خیر وشر کا عمل ــــ صرف اور صرف آخرت کی زندگی کیلئے حصولِ راحت وعذاب کا واحد تصور نہیں رکھتا ــــ؟ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِب" وَّ لَھْو" ــــ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْر" ۔ عِنْدَاللّٰہِ ــــ سوائے اسکے نہیں ــــ کچھ بھی نہیں ــــ! کہ سامانِ زندگی محض کھیل کود سے تعبیر ہے ــــ اللہ کے نزدیک بہتر مقصد۔ آخرت کی زندگی میں راحت وآسودگی ہے ــــ انسان کیلئے ــــ! حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مقدس دورِ رسالت ــــ سنت ہے ــــ آپ کے دورِ رسالت میں۔ کسی مادی اقتدار کا تصور نہیں ــــ

گزشتہ انبیا اور رسول ــــ قوم بنی اسرائیل ــــ یہود ونصاریٰ نے ایک نبی اور رسول کی بعثت کی بشارت ہر زمانہ میں دی۔ ہر قوم نے یہ جانا کہ ایک رسول آنے والا ہے۔ "انہیں ایسے پہچانا جیسے وہ اپنے ماں باپ کو پہچانتے ہیں۔" جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں وہی نبی ہوں وہی رسول ہوں جسکی بشارت دی گئی۔ ایسی صورت میں کسی فرد کے انکار کی گنجائش نہ تھی۔ کہ آپؐ

کر لو گے۔؟ قوموں کے ذہن میں اس وقت آپ کے متعلق کسی نبی ۔۔۔ کسی رسول کا وہم وگمان بھی نہ تھا ۔۔۔ آپ نے (دو انگلیوں کے اشارہ سے) فرمایا۔ قیامت اسی طرح تمہارے نزدیک ہے ۔۔۔ ڈرو اپنے اعمال کے محاسبہ سے ۔۔۔ کہ تم نے قیامت کیلئے کیا سرمایہ جمع کیا ہے ۔۔۔ آخرت کا عذاب شدید ہے ۔۔۔ اس اعلان پر قوم ۔۔۔ غیض وغضب۔ گھیراؤ۔ جلاؤ۔ دہشت وبربریت پر اتر آئی۔ آپ کو اور آپ کے تابعین پر شدید مظالم ڈھائے۔ قتل وغارت گری پر اتر آئی ۔۔۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تابعین کا عزم واستقامت۔ صبر واستقلال۔ رحم ودرگزر کی تاریخ خود گواہی دیتی ہے۔ یہی سنتِ نبویؐ ہے۔ جس پر اجرائے دین کا انحصار ہے ۔۔۔ جس میں کسی قسم کے جبر ودہشت یا کسی فروعی ذریعہ کو اجرائے دین میں جائز قرار نہیں دیا گیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بائیس سالہ دور رسالت پر نظر رکھی جائے۔ تو ثابت ہوگا۔ کہ سوائے۔ خوفِ قیامت۔ عبادات وتزکیہ ۔۔۔ کی بنیاد پر اسلام کی بنیاد۔ اجرائے دین میں کوئی فروعی ذریعہ۔ یا تصور حکومت پایا نہیں جاتا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآنی تعزیرات کے چند جرائم میں سزائیں تجویز کیں۔ اسکے علاوہ باقی جرائم کیلئے۔ اخلاقِ حسنہ اور تزکیہ قلب کا طریق اختیار فرمایا۔ جب انسان مومن بن جائے۔ تو اسکے لئے۔ نہ گناہ باقی رہتا ہے نہ تعزیر۔ اور ہر گناہ کی سزا میں۔ عذاب قیامت کا تصور دیا ۔۔۔ عہد رسالت میں۔ ایک مرد خود اپنا جرم پیش کرتا ہے۔ کہ مجھ سے زنا کا جرم سرزد ہوا۔ مجھے رجم کیا جائے ۔۔۔ ایک عورت خود دربارِ رسالت میں پیش ہو کر زنا کی حد میں رجم کی سزا پانے کیلئے حاضر ہوتی ہے۔ یہ سزا کیا تھی؟ ۔۔۔ قیامت میں عذاب۔ !حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات رؤف الرحیم وکریم ۔۔۔ توجہ نہیں فرماتے ہیں۔ مجرم بضد ہے ۔۔۔ کبھی دائیں۔ کبھی بائیں جانب حضورؐ کے سامنے اپنا جرم دہراتے ہیں ۔۔۔ آپ کی عدم توجہی اس مصلحت کے تابع تھی۔ کہ مجرم کے دل پر۔ خوف خدا۔ خوف عذاب کا جذبہ شدت سے طاری ہے۔ اگر یہ تعزیر سے گریز کرتے ہوئے توبہ کریں۔ تو انکا جرم معاف ہو کر۔ عذابِ جہنم سے نجات ہو جائیگی ۔۔۔ ظاہر ہوا ۔۔۔ کہ جرم میں تعزیری سزا۔ اتنی اہم نہیں۔ جتنی "توبہ" ہے ۔۔۔ اسلئے اعتراف جرم میں خوف خدا۔ خوف قیامت اصل ہے ۔۔۔ خوف قیامت تب تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ انسان کو مائل بہ عبادت وتقویٰ۔ "نہ کیا جائے" ۔۔۔ ایسی ہی جماعت۔

اسلام ــــ اور جماعتِ اسلامی سے تعبیر ہے۔ جماعتِ اسلامی سے مراد "جماعتِ مومنین" ہے۔
حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے موقع پر دعا فرمائی۔ اے اللہ تو اس قلیل مومن جماعت کی مدد کر۔ اگر آج یہ جماعت ختم ہوئی۔ تو تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا ــــ ظاہر ہوا کہ اسلام۔ جماعتِ اسلامی سے تعبیر ہے اسلئے اب اسلام کا تحفظ ــــ تشکیل جماعت اسلامی اور اس جماعت کے تحفظ سے پورا ہوتا ہے ــــ جسکے لئے ایک اقتدارِ اعلیٰ کی ضرورت پیدا ہوئی ــــ یہ تحفظ جہاد کے ضمن میں آتا ہے ــــ اور جہاد کی فرضیت کا مقام جماعتِ اسلامی کیلئے از روئے سنتِ نبوی ــــ یہ ہے۔ کہ اگر اسلام کا ایک فرد بھی۔ باطل قوتوں کے مظالم کا شکار ہو۔ تو اسکے تحفظ کیلئے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر فَانْفِرُوْا ثُبَاتًا ۔ خالی ہاتھ سے بھی جہاد کرنا فرض ہے ــــ صلح حدیبیہ میں کفار مکہ میں سے کسی نے افواہ اڑائی حضرت عثمانؓ سفیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ نے شہید کر دیا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اصحابِ رسول اللہ سے بیعتِ جہاد لی۔ اس حال میں کہ آپ بیعت اللہ میں عمرہ کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔ عمرہ کی حالت میں آپ بالکل خالی ہاتھ تھے۔ تو سب نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ــــ یہ اجرائے دینِ الٰہی کا دوسرا ــــ step ۔ اقدام تھا۔ ظاہر ہے۔ جہاں ایک اسلامی مملکت کے حصول کیلئے چار کروڑ مسلمانوں کو کفار کے رحم و کرم پر چھوڑا گیا۔ مسلمان نظامِ اسلامی کے نفاذ میں اپنی ہی قوم کو منتشر اور پراگندہ کر رہے ہیں ــــ اور کفار سے ایک مسلمان کو تحفظ دینے کی قوت نہیں رکھتے نہ انکا احساس کیا جاتا ہے۔ یہ اقدام کہاں تک سنتِ نبوی کے تابع ہوسکتا ہے ــــ
عہدِ رسالت اور عہدِ صدیقی میں اسی سنتِ نبویؐ پر عمل ہوا۔ عہدِ فاروقی میں۔ اسلام کا اقتدارِ اعلیٰ وسعت پذیر ہو چکا تھا۔ جسکے لئے اجرائے قرآن میں۔ اقتدارِ اعلیٰ کی وسعت اور تحفظِ انسانیت کیلئے۔ فروعی اسباب کا ذریعہ اجرائے دین میں شامل کیا گیا۔ لیکن یہ اسباب دین کی اصل نہیں۔ بلکہ وقت کی ضرورت کے باعث پیدا ہوئے۔ اس حال میں بھی۔ عبادات ۔ تزکیہ۔ اور خوف قیامت کو اولیت دی گئی۔ کہ ان ذرائع کا ماحصل خوفِ قیامت کا پیدا کرنا ــــ اور عذابِ جہنم سے نجات تھی ــــ
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ رسالت میں۔ حضرت علی ۔ حضرت بلال۔ حضرتِ عمر اور اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ فاقہ کشی کی حالت میں گزارتے ــــ مقروض ہوتے۔ مزدوری کرتے۔ کوئی

بیکار ہوتا۔مگر جماعت اسلامی اور خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت کو اہمیت نہ دی ـــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین خلافت پر اختلاف پر عمیق غور فرمایا جائے ـــــ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے اللہ میں آلِ عبا۔(حضرت علی۔حضرت فاطمہ۔حضرت حسن۔حضرت حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام) پر راضی ہوں۔تو بھی ان سے راضی ہو۔تو ان سے بھی راضی ہو جو انہیں محبوب رکھیں ـــــ ادھر حضرت معاویہؓ کیلئے دعا فرمائی ـــــ اے اللہ!معاویہ کے علم میں وسعت دے۔دونوں اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔متقی و مومن تھے ـــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔آپ نے دورِ خلافت میں محل تعمیر کیا۔اور لباس شاہانہ استعمال کیا ـــــ اس عمل میں حقیقتاً یہ جذبہ کارفرما تھا ـــــ کہ حضرت امیر معاویہؓ مومن ہونے کے ساتھ مدبر سیاستدان بھی تھے ـــــ آپ کے خیال میں۔اقتدار اسلامی کا رعب شاہان عجم پر بٹھانے کیلئے یہ طریق اختیار کیا جانا مقصود تھا۔کہ شاہانِ عجم اقتدار اسلامی سے مرعوب ہو کر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کریں۔دوسرے۔لوگ چونکہ زمانہ قدیم سے شاہانہ ٹھاٹھ سے متاثر ہو کر محکومیت قبول کرتے رہے۔اسلئے لوگوں کے اسلام کی طرف رجوع کرنے کا یہ آسان طریق ہوگا۔جس میں فروعی ذریعہ استعمال کیا گیا ـــــ یہی نظریہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ نظر رہا۔کہ آئندہ امتِ مسلمہ میں کسی وقت روحانی قوتیں کم ہو جائینگی۔اگر اقتدار اعلےٰ برقرار رہا تو اسلام کسی بھی حالت میں مقتدر رہیگا۔مگر حضرت علیؓ نے اس طریق کی مخالفت کی کہ اگر امتِ مسلمہ نے مادی اقتدار اعلےٰ پر بھروسہ کیا۔تو کسی وقت امت مسلمہ میں روحانی قوت ختم ہو جائیگی۔جو دین کی اصل ہے اسلئے حضرت امیر معاویہؓ کی نظر میں۔مومن ہونے کے ساتھ۔ایک مدبر سیاست کو شامل کر کے۔ایک سیاستدان کے سپرد خلافت کا عہدہ دیا جائے ـــــ اور حضرت علیؓ نے اس طریق کی مخالفت کی۔کہ از روئے حدیث خلافتِ اسلامی کیلئے وہی فرد منتخب کیا جانا چاہیے۔جو قرآنی علم پر بدرجہ کمال عبور رکھتا ہو ـــــ سب سے زیادہ عمل میں متقی ہو۔اور انتظام خلافت طریقِ نبویؐ پر چلانے والا ہو ـــــ نتیجہ ظاہر ہے۔کہ عبدالملک بن مروان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے طریق پر خلافت اسلامی کا۔دورِ خلافتِ عثمانیہ ترکیہ تک چلا آیا ـــــ اس دور میں ان اصولوں پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔جو اصولِ شرعی۔روحانی عہدِ رسالت کی سنت پر قائم

تھے ـــ تاریخ اسلام شاہد ہے۔ کہ خلفائے راشدین کی نظر میں۔ مقامِ خلافت کی کیا حیثیت تھی۔ کہ اس عہدہ میں۔ نہ امارت تھی۔ نہ جذبۂ حکمرانی کی سطوت وعیش کی فراوانی تھی۔ ایک خلیفہ کیلئے۔ عہدۂ خلافت تلوار کی تیز دھار پر چلنے کے مترادف تھا۔ کہ اس نے۔ اجرائے قرآن۔ اصلاحِ انسانی۔ اور نجاتِ آخرت کی ذمہ داری پوری کرنی تھی۔ جس کیلئے اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا تھا۔ جسکے لئے کوئی فردِ عہدۂ خلافت حاصل کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا ـــ سوائے اسکے۔ کہ خلفائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ قائم مقام ہونے کی حیثیت میں وہ اس عہدہ کیلئے۔ اس صلاحیت کا اہل ہو کر ـــ کسی ایسے فرد کو محض فلاحِ انسانی ـــ نجاتِ آخرت کے نظریہ کے تحت خلافت پر بیٹھنے دیں۔ جس سے مقصدِ الٰہی۔ اور ذمہ داریٔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تکمیل ہو ـــ یہ اہم ذمہ داری تھی۔ جسکے لئے تابعینِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذمہ دار تھے۔ کہ مقام خلافت کا تحفظ کریں۔ یہی وہ نظریہ تھا جس نظریہ کے تحت جنگ جمل۔ اور شہادتِ امام حسین علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا ـــ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دنیا پر اسلامی اقتدار اعلےٰ مادی حیثیت میں قائم رہا۔ لیکن مسلمانوں میں اسلام کی روحانیت رفتہ رفتہ ختم ہو کر۔ یہ مادی اقتدار اعلےٰ خلافت عثمانیہ پر یکسر ختم ہو گیا۔

عہدِ مغلیہ کا دور بھی اسلامی دور سے تشبیہ دیا جاتا ہے ـــ جس میں قرآن وسنت کے مطابق قانون کا نفاذ ہوتا تھا یہ دورِ اقتدار اسلامی ـــ خلافتِ اسلامیہ کی منتشر خلافت کی آخری تنزل شدہ ہیئت ۔ خلافتِ عثمانیہ ترکیہ کا فضلہ تھا۔ جبکہ خلافتِ اسلامی کا اصل تصور یکسر مٹ چکا تھا ـــ سلطنتِ مغلیہ کا دور کہاں تک۔ خلافتِ اسلامیہ کا دور قرار دیا جاسکتا ہے ـــ جبکہ اس دور میں۔ عذاب قیامت (قُــمْ فَـاَنْذِرْ) کا کوئی تصور موجود نہیں۔ اسکے بعد اکابرینِ اسلام کا ہندوستان میں۔ ایک اسلامی State کے تصور میں بھی ایسا تصور نہیں مل سکتا ـــ جس میں ـــ عذاب جہنم۔ عذاب قیامت کے تصور کو اولیت دی گئی ہو ـــ سوائے اسکے کہ ہندوستان میں ایک خطۂ ارضی کو مسلمانوں کی تحویل میں دیکر ـــ اسکی اقتصادی قوت بڑھا کر ـــ انگریز کی غلامی سے نجات دلا کر ـــ اسے اپنی عبادت کرنے۔ اپنی ضروریاتِ زندگی میں فراوانی حاصل کرنے میں آزادی حاصل ہو ـــ اور اس حصولِ آزادی میں۔ تاریخ شاہد ہے اصولِ الٰہی کے مطابق۔ کسی فرد میں۔ نہ طریق نبویؐ کے مطابق امین وصادق کے مشابہ کوئی کردار پایا جاتا تھا ـــ

نہ مسلمانانِ ہند میں اس قسم کا کوئی تصور موجود تھا۔ کہ ہر داعی (عوام) پاکستان عبادات پر عامل ہوتا ـــــ جس تصور پر انکی تحریک چلائی جا رہی تھی ـــــ یا علمائے اسلام نے اپنا کردار طریقِ نبوی پر پیش کیا ہو ـــــ کیا ایسا نہیں۔! کہ اگر ہندوستان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام غزالی۔ امام رازی۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہم جیسی ہستیاں موجود ہوتیں تو انگریز کو مسلمانوں کی تباہی۔ اور جذبۂ ایمانی مسخ کرنے کا موقع نہ ملتا ـــــ حالانکہ ہندوستان پر مسلمانوں کا اقتدار تین سو سال تک قائم رہا ـــــ اتنا وقت مسلمانوں کو اسلامی اقدار قائم رکھنے کیلئے کافی تھا ـــــ حصولِ پاکستان میں مسلمانوں کا کردار سوائے اسکے نہیں۔ کہ عبادات۔ تقویٰ۔ خوفِ قیامت سے سوا۔ سیاسی آئینی حیثیت میں انگریزوں سے ملک حاصل کیا ـــــ اس تحریک کی کامیابی میں اگرچہ مسلم قومیت کا اتحاد قائم رہا ـــــ لیکن اس تحریک کا محرک۔ جذبۂ ایمانی۔ عبادات وتزکیہ نہ تھا۔ بلکہ اکابرین اسلام کی سیاسی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ جبکہ اکثر مسلمان عبادات و عمل سے عاری تھے ـــــ اس حال میں کہ ہندوستان کے چودہ کروڑ مسلمان تین حصوں میں بٹ کر منتشر ہو گئے۔ ایک حصہ مشرقی پاکستان کے مسلمان ـــــ دوسرا حصہ ہندوستان میں محصور مسلمان جنکا مقدر ہندوؤں کی غلامی بنا ـــــ اور تیسرا حصہ پاکستان کے مسلمانوں کا۔ جنہیں آزادی ملی۔ مگران کا کردار پاکستان کے دورِ حکومت میں۔ تیس سال سے دیکھنے میں آرہا ہے ـــــ اس اتحاد کی حیثیت یہ ہے۔ کہ تیس سال سے ہندوستان میں محصور مسلمان۔ یا تو ہندوؤں کے مظالم میں پس رہا ہے ـــــ یا پاکستان میں مہاجرت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اب مشرقی پاکستان کا اتحاد ایک موہوم خواب بن کر رہ گیا ہے۔ اس پستی وذلت کا سبب سوائے اسکے کچھ نہیں۔ کہ تحریک کی بنیاد۔ حقیقتاً اصول اسلام کے تابع نہ تھی ـــــ

اس میں شک نہیں کہ اکابرینِ مسلمانانِ ہند کے تصور میں۔ قرآن وسنت کی تعمیل و تکمیل ہی تھا۔ لیکن اِس تکمیل میں مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا ـــــ وہ ابتدائی حکومتِ پاکستان کے اربابِ اختیار۔ اور علمائے اسلام کے کردار سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی　　　زیں راہ تو مے روی بہ ترکستان است

اس سلسلہ میں۔ نہ مسلمانانِ ہند کے اربابِ اختیار۔ نہ علمائے مسلمانان ہند کی جدوجہد حقیقی اصولِ اسلام کے تابع تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اسلام میں افراد کی بے عمل زندگی کی کوئی اہمیت نہیں۔

اور اصلاح وفلاح امتِ مسلمہ بغیر طریقِ نبویؐ پر عمل ـــــ نہ 7 ایم بمبار ـــ نہ ٹینک ـــــ نہ خارجی تعزیر ـــــ نہ مادی حکم ـــ نہ کوئی مادی طریق کامیاب ہوسکتا ہے جب تک کہ علمائے اسلام۔ قائم مقام محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام پر وراثت انبیأ کے اہل ہوکر۔ دین کو طریقِ نبویؐ پر اجرأ کرنے کا منصوبہ نہ بنائیں ـــــ جس میں۔ عبادات عمل ـــــ تزکیہ۔ اکل حلال۔ محنت۔ پاکیزہ اخلاق ـــــ کے حامل علمأ کا ایک گروہ۔ کی شخصیات کو ذریعہ تبلیغ نہ بنایا جائے ـــــ

پاکستان اسوقت مادی حیثیت میں قوی دشمن طاقتوں کے نرغے میں آچکا ہے۔ اس امر پر خلوص نیت۔ اور صحیح عقل سلیم سے تدبر کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلئے فی زمانہ جبکہ عظیم طاقتیں اپنے مادی وسائل کو ترقی دیکر۔ مادی حالت میں کمزور قوتوں کو مٹانے کے در پے ہیں ـــــ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ قوم کے مدبر سیاستدان۔ خلوصِ نیت اور خوف قیامت کے جذبہ کے ساتھ قوم کے مادی وسائل کو ترقی دینے میں دیانتداری کے ساتھ انتھک جدو جہد کریں اس حال میں کہ اپنی ذات کو قوم میں ایک علیحدہ جماعت کی حیثیت نہ دیں ـــــ بلکہ بحیثیت مجموعی تمام قوم کی حمایت کیلئے اپنا کردار پیش کریں۔ دوسری طرف علمائے اسلام قومی یکجہتی کے جذبہ کے ساتھ ملک کے مدبر سیاستدانوں سے اتفاق کرتے ہوئے۔ گھر گھر۔ مسجد مسجد۔ قریہ قریہ۔ خود اپنا کردار طریق مصطفوی کے عین مطابق۔ اپنے لئے بجائے اقتدار حاصل کرنے کے تبلیغ دین کا وہی طریق اختیار کریں۔ جو ابتدائے اسلام حضور محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے تابعین نے اختیار کیا۔ اس حال میں کہ قوم میں نہ عوام میں آپس میں اختلاف نفرت کا جذبہ استعمال ہو۔ نہ اکابرین پاکستان میں نظریات پر باہم اختلاف کشت وخون کا سلسلہ باقی رہے ـــــ فقط

الداعی الی الخیر

محمد نورالدین اویسی ـــ معرفت جان شرف اینڈ کو رجسٹرڈ

28۔ مظفر آباد۔ آزاد کشمیر

محررہ 26-11-77

ایبٹ آباد 78-10-22

رئیس صاحب ـــــ السلام علیکم

اکثر آپ حیات بعد الممات پر روزنامہ جنگ میں۔ نفسیات۔ مابعد نفسیات کے کالم میں۔ اپنے اور محققین مغرب کے نظریات کو نمایاں طور نشر کرتے رہتے ہیں ـــــ بعض صورتوں میں۔ اس نظریہ کی دلیل میں ان محققین کے تجربات کو اہم مقام دیتے ہیں ـــــ مجھے افسوس ہے ـــــ کہ میں نہیں سمجھتا۔ کہ آپ دیدہ دانستہ ایسا کرتے ہیں یا ایسا کرنے پر مجبور ہیں ـــــ یا آپ قرآنی نظریات پر نظر نہیں رکھتے ـــــ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ آپکے ایسے نظریات کی تشہیر سے۔ قرآنی آیات وحقیقی آثار ـــــ اور عقائد کی تکذیب میں محققین مغرب (دشمنِ اسلام اہل یورپ) کو مدد ملتی ہے ـــــ آپ ایسے نظریات و عقائد کی تشہیر سے قبل قرآنی آیات کے عقائد کو نظر میں رکھیں کہ قرآن ایسے کیفیات کے متعلق کیا نظریہ پیش کرتا ہے ـــ اگر مغربی محققین کے عقائد قرآنی عقائد کے خلاف ہوں یا تو آپ قرآنی عقائد کی (حیات بعد الممات) علما کی تحقیق بھی سامنے رکھیں۔ ورنہ آپ کی یہ طرزِ بیانی مترشح ہے اس امر کی کہ آپ خود قرآنی عقائد پر یقین نہیں رکھتے۔

قرآن نے حیات بعد الممات کا جو تصور پیش کیا ہے۔ وہ زمانہ موت کے بعد ـــ قبر ـــ اور حشر کے عذاب وراحت کے تصور کے ساتھ موقوف ہے ـــ کہ اسلام کی ایک اہم شق۔ رکن ـــ حیاتِ بعد الممات ہے ـــــ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۔ اس تصور کو محض انسانی اعمال سے متعلق کیا ہے کہ اگر انسان قرآنی احکام کے مطابق ـــــ ایک رسول کی اتباع میں تعمیل احکام سے انکار کرے۔ تو یاد رکھو انسان کے عمل کے مطابق۔ حیات بعد الممات میں اُسے اسکے تسلیم وانکار کے مطابق راحت وعذاب حاصل ہوگا ـــــ اس اصول کے مطابق حیات بعد الممات کی تحقیقات میں کیفیات کے مشاہدات اور تجربات۔ اگر مطابقت کرتے ہوں۔ تو فیصلہ صاف ہے۔ اور اگر ایسے تجربات ومشاہدات ایسے ہوں۔ جو قرآنی عقائد کی تکذیب کرتے ہوں۔ تو ایسے عقائد میں سوائے فتنہ وگمراہی کے اور کچھ ثابت نہیں ہوسکتا۔

افسوس تو یہ ہے۔ کہ آپ جیسے محققین۔ ان عقائد میں۔ کیفیات کے بنیادی عقائد کو قرآنی سائنس اور تحقیق کے مطابق۔ بنیادی کیفیات پر نظر نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا۔ کہ قرآنِ عربی کے

الفاظ کے سادہ ترجمہ پر بھی غور نہیں کرتے۔

حیات۔ بعد الممات = یہ کیفیت ظاہراً انسانی مشاہدہ میں آتی رہی۔ زندگی = روح اور جسم کے اعضے کا تعلق ہے ـــ یعنی دو کیفیتیں انسان میں ظاہر ہیں ـــ روح ـــ جسم ـــ زندگی سے مراد روح اور جسم کی یکجائی ـــ اور موت سے مراد ـــ روح کا جسم سے علیٰحدہ ہو جانا ـــ یہ اور بات ہے۔ کہ اس نظریہ کو ع "موت کیا ہے انہیں اجزا ٔ کا پریشان ہونا" کے فلسفہ کے تحت اپنی تحقیق کو "ترکستان" کی سرحد میں پہنچادیں ـــ ورنہ قرآنی تحقیق وسائنس کے مطابق یہ امر واضح ہے ـــ کہ موت کے وقت۔ روح جسم سے علیٰحدہ ہو کر۔ انسان کی علمی۔ تحقیقی۔ قوتیں جو حواسِ جسمانی اور عقل (تحت شعور) سے تعلق رکھتی ہیں۔ معطل ہو جاتی ہیں ـــ اسکا تجربہ صاف ظاہر ہے۔ کہ مردہ جسم علمی قوت اور حرکت سے قطعاً عاری ہو جاتا ہے ـــ اسکے بعد انسانی علم میں جو کیفیتیں آتی ہیں وہ روح سے متعلق ہوتی ہیں ـــ اس حال میں کہ روح ایک مجسم انسان ہے۔ زندگی میں بھی یہی روح۔ علم وحرکت میں اصل عالم وعامل ہوتی ہے۔ اور بعد زندگی یعنی موت میں بھی یہی زندگی علم پر قدرت رکھتی ہے ـــ اسکے معنی یہ ہوئے۔ کہ انسان کی زندگی اور موت دونوں صورتوں میں روح کی اصل حیثیت باقی رہتی ہے۔ صرف ہیئت میں فرق آتا ہے۔ وہ یہ کہ روح ازل (زندگی سے قبل) میں بغیر جسم ایک وجود ہے ـــ اسکا دوسرا مرحلہ۔ جسم کے ساتھ الحاق۔ یا انضمام کی صورت میں ظاہر ہونا ـــ اسکی تیسری ہیئت۔ جسم کے ساتھ الحاق کی صورت میں ـــ الٰہی ضابطہ۔ یا الٰہی منصوبہ کے تحت۔ الٰہی احکام ـــ بلاشبہ الٰہی احکام کی تعمیل سے ـــ ایک نتیجۂ عمل انسان کے موت کے بعد وارد ہونے والے اثرات سے متاثر ہو کر۔ تیسری ہیئت حاصل کرنا ـــ موت کے بعد پہلے مرحلہ میں قرآن وحدیث (قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم) کے مطابق۔ اہلِ ایمان ـــ اہل اسلام کا قطعی نظریہ حدیث کے مطابق ایک اٹل اور یقینی طور واقع ہونے والا حادثہ ـــ عالم برزخ ہے ـــ عالمِ برزخ سے مراد (علمائے اسلام کے مطابق) عالم ناسوت۔ یعنی عالمِ ناس (دنیا کے باطن) میں روح کا قیام ـــ یعنی انسانی ان دو مرکبات کا اپنی اصل کی طرف لوٹ جانا ـــ اسلئے موت کو "فنا" سے تعبیر دیا گیا ـــ وہ یہ کہ انسانی قوتوں کا اعادہ ـــ جسم مٹی کا تھا۔ مٹی میں جذب ہو جاتا ہے ـــ اور روح ناری قوت ہے اسکا عالم نار

میں داخل ہونا فطری تخلیق کے تابع ہے ـــــ یہی عالمِ نار (برزخ) میں روح کا داخل ہونا ـــــ قرآنی عقیدہ کے مطابق حیات بعد الممات کے تصور سے تعبیر ہے ـــــ کہ روح کے جسم سے علیٰحدہ ہونے کو مثالی ۔ یا لفظی طور ممات سے تعبیر دیا جاتا ہے ـــــ سوائے اسکے کچھ نہیں۔ کہ انسانی روح کی درمیانی ہیئت ـــــ روح و جسم کا الحاق ختم ہو کر روح اپنی ابتدائی ہیئت پر آجاتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے۔ کہ اولاً روح پاکیزہ ہوتی ہے ـــــ فطرتِ اسلام پر ہوتی ہے ـــــ روح و جسم کا الحاق۔ منشائے الٰہی کے مطابق عمل میں آیا ـــــ وہ ہر حال میں۔ ہر انسان کا خواہ وہ روسی دہریہ ہو ـــــ خروشیف ہو۔ سٹالن ہو ـــــ یا امریکی ٹرومین ہو۔ چرچل ہو۔ یا کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ حقیقی امر ہے۔ کہ اسکی عبدیت سے کوئی انسان باہر نہیں رہ سکتا۔ اسلئے اللہ کا فیصلہ ہر انسان کیلئے اٹل ہے ـــــ موت کے بعد حیات سے انکار کرنے والا بھی ـــــ اس حیات میں داخل ہوگا۔ اور دیکھ لیگا۔ یقین کر لیگا۔ اسے قرآن و رسول نے اس بارے میں جو حکم دیا۔ وہ کسی طرح بے معنی تصور نہیں ہو سکتا۔ کہ موت کے بعد انسان کی روح جس اصل سے بنی ہے۔ اس میں اسکا اعادہ فطری تخلیق کے عین مطابق ہے ـــــ لہٰذا۔ ہر روح قرآنی حکم کے مطابق اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ جب انسان پر موت واقع ہوتی ہے۔ تو اس میں ایک سیکنڈ کے ایک کروڑویں حصہ کے برابر بھی۔ وقت میں نہ تاخیر ہو سکتی ہے۔ نہ تقدیم ـــــ ایسی صورت میں جب موت واقع ہوئی۔ تو اس سے مراد یہ کہ روح جسم سے علیٰحدہ ہوگئی۔ اب دنیا کا کوئی فلسفہ ـــــ کوئی تحقیق۔ کوئی تجربہ ـــــ روح کو جسم میں لٹانے کی قدرت نہیں رکھ سکتا ـــــ ایسی صورت میں ـــــ جب تک اجل کے مطابق۔ کسی انسان میں وقت سے پہلے ممات (مرا ہوا) سمجھا گیا۔ اور وہ دوبارہ زندہ ہوا۔ حقیقی موت سے تعبیر نہیں ہو سکتا ـــــ سوائے اسکے کہ طبی اعتبار سے۔ انسانی جسم معطل (یا کمزور ہو کر) ہو کر اپنی جسمانی حرکت و عمل میں معطل ہو جاتا ہے۔ یا اسکے جسم سے روحانی عمل ظاہر نہ ہو کر اسے مرا ہوا قرار دیا جائے۔ لیکن از روئے قرآن ایسا شخص مرا ہوا تسلیم نہیں کیا جا سکتا ـــــ کیونکہ از روئے قرآن ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے بعد انسانی روح کا پھر جسم میں داخل ہونا۔ قطعاً قرآنی عقیدہ کے خلاف ہے ـــــ رہا یہ سوال۔ حیات بعد الممات سے کیا مراد ہے۔ قرآنی عقیدہ کے مطابق یہی ہے۔ کہ انسانی روح برزخ (عالم ناری) میں داخل ہو جاتی ہے۔ جس برزخ کی کیفیت زمانہ کا کوئی سائنسدان یا محقق

مشاہدہ نہیں کرسکتا ــــــ کیونکہ جب روح اس عالم میں داخل ہوئی۔تو اس عالم کی کیفیت۔اس عالم کی واردات۔روح سے متعلق ہے۔روح اس عالم کا مشاہدہ کرتی ہے۔جو پھر خود یہ اختیار نہیں رکھتی کہ کسی محقق کے کرتب سے اسکے سامنے آکر اپنی داستان بیان کرے۔کیونکہ قرآنی عقیدہ کے مطابق۔یہاں انسان کے تمامی اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔جو اسکے جسم کے الحاق میں حاصل ہوتے ہیں ــــــ نیز قرآنی عقیدہ کے مطابق۔انسان عالم برزخ میں۔مقید ہو جاتا ہے۔اور اسکے حرکت وعمل پر پابندی عائد ہوتی ہے۔اسلئے کہ اس عالم میں وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔سوائے اسکے کہ جسم کے الحاق میں اس نے جو کچھ عمل اچھا یا برا کیا ہو۔اسکے عمل اور اختیار کا انحصار ہے۔عمل کیا ہے ــــــ سوائے اسکے نہیں۔کہ انسان نے الٰہی حکم۔کتاب الٰہی۔کے مطابق۔عبادت۔عبادت ــــــ عبادت ــــــ کی ہو۔اسی عبادت پر۔موت کے بعد اس کے راحت وعذاب اور اسکے مشاہدات کا انحصار ہے۔جس شخص نے عبادت کی یعنی ہر نیک عمل کیا ــــــ نماز پڑھی۔روزہ رکھا۔زکوٰۃ دی ــــــ بلاشبہ یہ امر مسلمہ ہے۔کہ عبادت ہی شے ہے۔تو ایسا شخص انوار دیکھ سکتا ہے۔خوبصورت باغات میں خود کو پاتا ہے۔روحانی سکون اسے حاصل ہو سکتا ہے۔مگر انسانی زندگی کروڑوں سال سے چلی آتی ہے۔کسی شخص نے کسی سائنسدان کے حکم پر آکر اپنی کیفیت بیان نہیں کی۔اگر ایسا ہوا۔تو اُسے قرآن دماغی خلل قرار دیتا ہے ــــــ اسکے ماسوا۔اگر کسی محقق نے کسی مرنے والے کے تاثرات ایسے بیان کئے۔جو قرآنی عقائد کے خلاف۔بغیر عبادت۔بغیر نیک عمل۔انکارِ اسلام کی صورت میں۔خوش آئندہ خوابوں کی صورت میں اسے مشاہدے میں آئے۔وہ تو میں کہتا ہوں۔سائنس کی رو سے یا علم النفسیات کی رو سے بھی قابل یقین وتسلیم نہیں ہوسکتے ــــــ ایسے واقعات کا اظہار۔محض غلط علم۔نامکمل تحقیق سے علاوہ محض قرآنی عقائد کی تکذیب کے زیر اثر ہیں۔جس کا مقصد اسلام دشمن افراد کا قرآنی عقائد کو مسخ کر کے انسان کو قرآنی احکام سے غافل کرنا ــــــ اور اس عقیدے کی رد کرنا ہے کہ انسانی عمل کا بعد موت۔قرآنی عبادات سے علیحدہ ہو کر۔بے عمل زندگی کی حالت میں بھی۔بعد موت عیش وعشرت حاصل کرنا یقینی ہے۔لہٰذا اسلام کے احکام پر عمل کرنا انسان کیلئے لازم قرار دیا نہیں جاسکتا ــــــ اور یہ جو محققین نے بعد مرنے والوں کے مشاہدات کا ذکر کیا ہے۔یہ حقیقی موت کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوسکتی۔جبکہ حقیقی موت کے بعد۔روح کا واپس جسم میں داخل ہونا۔

طبی ــــ سائنسی (سائنس اسے تسلیم کرے یا نہ کرے) یا فطری تخلیق کے اعتبار سے قطعی لغو تصور ہے۔ ایسی صورت میں ان مرنے والوں کے مشاہدات دراصل زندگی کے مشاہدات سے متعلق کیئے جاتے ہیں ــــ اس حال میں کہ۔ انسان وقتی طور زندگی کی تکالیف میں گھرا رہتا ہے۔ اسکا جسم یا روح جسمانی تکلیف سے متاثر رہتی ہے۔ مگر عقل (تحت الشعور) جو زندگی کی حالت میں ہر آرام و تکلیف کا احساس کرنے والی قوت ہے۔ معطل ہو کر۔ اذیت سے بے خبر ہو جاتی ہے۔ ایسے جیسے۔ ایک زخم خوردہ انسان۔ زخموں کی تکلیف کو Valium کی گولی کھانے سے جسمانی تکلیف سے بے خبر ــــ بے اثر ــــ ہو جاتا ہے۔ اور خواب کی حالت میں۔ اسی عالم میں۔ خود کو صحت مند محسوس کر کے خوش ہوتا ہے ــــ یا خواب کی حالت میں۔ اسکی روح خوش آئند کیفیات سے (ظاہراً جسمانی اذیت ہوتے ہوئے) خود کو مسرور محسوس کرتی ہے ــــ دراصل یہ کیفیت زندگی کے مشاہدات میں شامل ہے۔ حیات بعد الممات کی کیفیت نہیں ہو سکتی ــــ لہٰذا ایسے کیفیات و مشاہدات کو حیات بعد الممات سے نسبت دینا۔ روحانی علم سے ناواقفیت۔ یا بغیر روحانی قوت سے مشاہدہ کے صرف سائنسی۔ یا نفسیاتی تجزیہ پر محمول سمجھنا ــــ ''ترکستان'' نظر آنے کے مترادف ہے ــــ

میں اس سلسلہ میں اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ حیات بعد الممات کے نظریہ میں۔ حیات ــــ اور ممات کی کیفیت کو حقیقی معنوں میں سمجھنا ضروری ہے ــــ کہ انسان بعد موت۔ جسم کے الحاق کے ساتھ۔ حیات نہیں ہوتا ــــ بلکہ جسم چند دنوں کے اندر ذراتِ زمینی میں جذب ہو کر اپنی ہیئت کھو بیٹھتا ہے۔ البتہ ناری روح مستقل وجود ہے۔ جسکا ایک مقام ہے ــــ جسے برزخ کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ بھی ایک ناری ماحول ہے۔ جو غیر محسوس۔ ادراک میں نہ آنے والا ماحول ہے ــــ جہاں ناری روح کا قیام ہوتا ہے۔ روح ناری ہے ــــ اسلئے یہ اپنے اصل میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن اس مقام میں داخل ہونے میں اسکی اپنی حیثیت پر راحت و عذاب کا انحصار ہے ــــ یہ تصور غلط ہے کہ بلا تمیز دین و مذہب۔ کوئی شخص محض اپنی فطری زندگی پر۔ بلا شرطِ اتباعِ دین۔ اس ماحول میں ہر حال میں۔ اطمینان و سرور۔ اور انوار کا مشاہدہ کرتا ہے ــــ بعد ممات سے مراد۔ روح کا ــــ صرف روح کا ایک غیر محسوس فضا میں داخل ہو کر اس فضا کے اثرات سے متاثر ہونا ــــ اسی فضا میں راحت کا

سامان ہے۔عذاب کا سامان ہے۔سو جس کے پاس سرمایہ ہو وہ عیش حاصل کر سکتا ہے۔جو نادار اور مریض ہو اسے راحت نہیں مل سکتی ـــــ البتہ روح کا عالم برزخ میں داخل ہونا۔حیات بعد ممات سے تعبیر ہے ـــــ اور جو میڈیم شپ میں حاضراتِ ارواح کا مغربی محققین نے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔اس میں بھی دو باتیں ہیں ایک تو قرآنی عقائد کی تکذیب محض اسلام دشمنی کے زیر اثر۔دوسرے مغربی محققین کے روحانی تجربات روحانیت کے اصل اصول کے مطابق نہیں۔اسلئے انکے تحقیقات کے غلط نتائج کے آثار ہیں۔جو انہیں مشاہدے میں آتے ہیں۔جنہیں یہ اصل سمجھنے میں دھوکا کھاتے ہیں۔اصولِ قرآن ۔اور اصولِ تصوف اور اسلامی نفسیات مابعد نفسیات کے علم کے مطابق۔ان مشاہدات میں۔علمِ مشاہدات میں اصل طریقِ روحانی کا مشاہدہ نہ کرنے کے باعث۔وہمی تصورات کو دخل ہے۔جو کہ حقیقی نہیں خواہ انکے تجربات میں انہیں بعض صورتوں میں صحیح دلیل بھی ملتی ہو۔پھر بھی یہ مشاہدات مبنی بر حقیقت نہیں ـــــ سوائے اسکے کہ انسانی قوتِ مشاہدہ کے Organ اس طرح کے مشاہدات محسوس کرتے ہیں۔جو اصل نہیں ـــــ

اس سے پیشتر بھی۔نفسیات مابعد نفسیات سے متعلق آپکے مضامین کے متعلق میں نے تفصیلی واقعات لکھکر آپ کو بھیجے۔مگر جیسا کہ میں نے خواہش کی تھی۔کہ ایسے مضامین کو شائع کیا جائے۔مگر آپ نے۔مضمون کی طوالت ـــــ یا عوام کے ذہنوں کی عدم استطاعت یا عدم قبولیت۔کی مصلحت درمیان میں لاکر۔ردی کو بھر دیا ـــــ اسلئے اس سلسلہ میں میں حیات بعد الممات۔یا محققین مغرب کے مشاہدات کے ''سراب'' پر بحث کرنا بے معنی سمجھتا ہوں۔سوائے اسکے کہ۔آپ سے گزارش کروں۔کہ ایسے عقائد اور تجربات و مشاہدات کو تحریر میں لانے سے قبل بحیثیت مسلمان آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔کہ فی زمانہ جب کہ مغرب زدہ طالب علم۔اور دین سے تنفر اور فرار چاہنے والے مسلمان۔خواہ محقق ہوں۔یا دانشور یا کوئی اور ـــــ انکے لئے دین سے فرار چاہنے میں مواد فراہم کرنا ـــــ اور ایسے مواد کی تشہیر کرنا۔جو اصول اسلام کے خلاف ہوں۔ایسے علم کو قرآنی عقائد کے ساتھ مطابقت نہ ہونے کی صورت میں شائع نہ کیا جائے۔اور اگر کیا جائے تو اس صورت میں کہ۔یا تو آپ قرآنی عقائد پر عبور رکھتے ہوں ـــــ اور اپنے عقائد کی حقیقت آپ پر واضح ہو ـــــ اور ایسے عقائد کے مقابلہ میں قرآنی

عقائد کی بھی تشہیر کریں۔ ورنہ یہ صورت مسلمان طلباء کیلئے حد درجہ مضر اور افسوسناک ثابت ہوسکتی ہے ــــ اگر آپ نفسیات مابعد نفسیات کے علم سے علاوہ قرآنی روحانیت کا علم نہیں رکھتے ــــ یا اس پر بحث کرنا اپنے فرائض میں شامل نہیں سمجھتے۔ تو جان لیں۔ اسلام نے ایسے نظریات کو استدراج سے تعبیر دیا۔ استدراج سے مراد۔ انسان کی شہوانی ــــ اور شیطانی قوتوں کے مظاہرات کا علم ــــ اور اس پر عمل سے انسان کی شہوانی قوتوں میں اضافہ اس حال میں جبکہ ایسے عمل میں دین کی پابندی ملحوظ نہ رکھی جائے ــــ اسکا نتیجہ ہیروشیما پر امریکی ایٹم بم۔ یا اسرائیلی نیپام بم کے مضر اثرات سے سوا۔ نہ کوئی نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے۔ نہ یہ تصور درست ثابت ہوسکتا ہے۔ کہ اس عمل سے انسانی اخلاق و کردار کی اصلاح ہو کر انسان۔ انسانیت یا اپنی ذات کیلئے نفع بخش ثابت ہوسکتا۔ آپ جانیں۔! اس وقت اہل مغرب کے محققین نفسیات مابعد نفسیات ــــ حیات بعد الممات کی تحقیق۔ یا روحانی عمل کے تجربات و مشاہدات میں دیوانگی کی حد تک جدوجہد میں مصروف ہیں۔ سوائے اسکے نہیں۔ کہ ان قوتوں کے حصول میں۔ اگرچہ انکے تحقیقی عروج کا جذبہ نظر آتا ہے۔ لیکن اسکے باطن میں۔ انکے عزائم میں مخلوق انسانی کی غلامی اور آنا فانا تباہی کے گھاٹ اتارنے کے سوا کچھ نہیں ــــ والسلام۔

خیر اندیش

محمد نور الدین مکان نمبر 3404

لنک روڈ۔ ایبٹ آباد۔ ہزارہ

محترم افتخار الدین صاحب

السلام علیکم! آپ نے اخبار جہاں میں حافظ بشیر احمد سے سوالات کئے ہیں۔ حافظ صاحب نے سوالِ گندم۔ جوابِ چنا دیکر ٹرخا دیا ہے۔ ظاہر ہے آپ کے سوالوں کا انکے پاس جواب نہیں۔ آپ کے سوالات۔ علم الہیت اور سائنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ حافظ صاحب اس علم پر عبور نہیں رکھتے۔ قرآن نے اشیائے کائنات سے متعلق اجمالاً ذکر کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ قرآن۔ یہود و نصاریٰ۔ اور عرب کے ان لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے جن کے پاس۔ قدیم زمانہ کے یونان و روم کے محققین کے تمام علوم پہنچ چکے ہیں۔ قرآن انہیں کی علمی استطاعت کے مطابق ان سے مخاطب ہوتا ہے۔ جو قدیم۔ فلسفہ۔ ہئیت۔ نجوم۔ سائنس کے علوم سے ہر شے کی کیفیت سے کماحقہ' آگاہی رکھتے ہیں۔ تقریباً آٹھ سو سال سے ہمارے علمائے اسلام قرآنی علوم کے فلسفہ کو سمجھنے سے معذور ہیں۔ کہ ان میں قوتِ فقہ ہے۔ نہ قوت اجتہاد ـــ نہ جدید علوم پر انہوں نے توجہ دی۔ اسلئے وہ قرآنی آیات سے ان کیفیات کو سمجھنے ـــ سمجھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ نہ ان میں اتنی علمی استطاعت ہے کہ وہ اشیائے کائنات پر فکر کرنے کی جرأت کر سکیں۔ نہ اپنی فہم سے کوئی صحیح نتیجہ حاصل کر سکیں۔ جیسے امام غزالی۔ امام رازی اور بیشتر علمائے اسلام نے ہر نوع علم پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ جس علم پر آج اہل یورپ کی تحقیق کی بنیاد ہے ـــ بدقسمتی سے ہمارے علمائے اسلام ترجمہ و تفسیر کرنے میں بڑے دلیر ہیں۔ جو جی میں آیا لکھدیا لیکن یہ سب تفسیریں انکی عقلی اختراع ہے۔ جس میں فقہ واجتہاد اور تحقیقی قوت سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ اپنی عقلی اختراع سے من گھڑت ترجمے اور تفسیروں سے۔ مبالغہ آمیز تصورات پیدا کر دیئے ہیں۔

آپ نے اپنے سولات میں لکھا ہے۔ کہ لوگ (علمائے اسلام) کہتے ہیں کہ زمین چپٹی ہے ـــ زمین کے نیچے پانی ہے ـــ سورج حرکت کرتا ہے ـــ طلوع و غروب میں پانی میں ڈوب کر صبح مشرق سے (پانی سے) نکلتا ہے ـــ چاند نور ہے۔ سائنس دان چاند میں نہیں جا سکتے۔ سات زمین۔ سات آسمان کہاں ہیں؟

آپ نے زمین کے متعلق سوال کیا ہے۔ قرآن اس بارے میں واضح تصور پیش کرتا ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے فضائے آسمانی میں معلق اپنے کشش کے دائروں میں محوِ گردش ہیں۔ یہ بیان

واضح ہے۔اسکے بعد کسی اور نظریہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ــــــ جبکہ یہ واضح ہے۔ کہ زمین تمام کی تمام فضائے آسمانی میں معلق ہے۔تو اسکے نیچے پانی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ــــــ جب قرآن آپکے سامنے واضح تصور پیش کرتا ہے۔تو پھر کسی ملا کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ــــــ

زمین چپٹی ہے ــــــ یہ ہیئت کا سوال۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔قرآن صاحب فہم لوگوں کیلئے ہے۔ جو اس کتاب ہدایت کو محض اپنی ہدایت وفلاح کیلئے استعمال کریں۔یہ الٰہی کتاب ہے۔ اس کا نازل کرنے والا خود۔کائنات کا خالق ہے ــــــ خالق اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں۔لہٰذا قرآن کا ہر تصور ۔ ہر نظریہ جو خالق نے پیش کیا غلط نہیں ہو سکتا۔سوائے اسکے کہ اسکے پڑھنے والے میں علمی استطاعت ہو کہ وہ قرآن کو سمجھ سکے ــــــ زمین یقیناً چپٹی محسوس ہوتی ہے۔وجوداً یہ مخروطی شکل میں گول ہے۔مگر جس مقام پر آپ رہتے ہیں۔اسکا طول وعرض اتنا طویل ہے۔کہ اسکا ہر حصہ چپٹا محسوس ہوتا ہے غالباً آپ کو یہ تصور نہ ہوگا۔کہ آپ کی حیثیت زمین پر اسطرح ہے جیسے دیوار میں کیل (میخ)۔آپ عموداً (⊥) اس پر نہیں بلکہ متوازی Horizontal (⊢) ہیں۔سورج عمودی حیثیت (⁝) میں نہیں بلکہ زمین کے برابر متوازی (⊶) ہے۔

یقیناً سورج بھی حرکت کرتا ہے۔فضائے آسمانی کا ہر ستارہ حرکت کرتا ہے۔البتہ۔سورج اور زمین کی کشش میں۔زمین سورج کی جز Object ہے۔فطری قانون کے تحت زمین سورج کی کشش میں محصور ہے ــــ اس کشش کی وجہ سے جز اپنی اصل کی کشش میں محصور سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔وہ بھی سورج کے نہیں بلکہ سورج سے لاکھوں میل دور۔اپنے مقام پر اسکی حرکت ۔ایک دن رات کی صورت میں ایسی۔ جیسے لٹو یا سرکل اپنی جگہ گھومتا ہے اس گردش سے دن رات بنتے ہیں۔دوسرا اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے پیچھے گردش کرتی ہے یہ گردش سورج کے گرد ہوتی ہے۔جس گردش میں زمین سورج کے کبھی نزدیک کبھی دور ہوتی ہے۔جس سے موسم تبدیل ہوتے ہیں آپکا جس حرکت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ گردش کی طرف ہے۔کہ دن رات کے ہونے میں سورج زمین کے گرد چکر کاٹتا ہے یہ تصور غلط ہے۔ اسلئے کہ قانون کشش کے تحت سورج اپنے مقام پر اپنے Subject (علت وسبب) کے گرد کشش میں محصور چکر کاٹتا ہے۔جسطرح زمین سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے۔اس کی اپنی ایک حرکت ہے۔قانون

کے مطابق ہر Object اپنے Subject کے گرد کشش کے ذریعہ چکر لگاتا ہے۔ لہٰذا زمین سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے یہی اس کی حرکت ہے۔

سورج پانی میں مغرب میں ڈوبتا ہے۔ اسکے متعلق قرآن نے سورۂ کہف میں ذکر کیا ہے کہ ذوالقرنین زمین کی اس حدتک پہنچا۔ جہاں اس نے سورج کو دلدل میں ڈوبتے دیکھا۔ خیال کیجیے کہ اس کیفیت کو سائنس کی ابجد سیکھنے والا کمسن بچہ بھی جانتا ہے۔ کہ سورج لاکھوں میل زمین سے دور ہے۔ سورج زمین کی جسامت سے بڑا ہے۔ تو کیا۔ سورج اور زمین بنانے والا یہ غلطی کرسکتا ہے! ـــــ ایسا نہیں۔ یہ عربی قریشی زبان کا استعارہ ہے ـــ کہ جب آپ زمین کے کسی مقام پر کھڑے ہوکر دیکھیں۔ جہاں کوسوں دور دلدل ہو۔ تو آپکو ایسا ہی دکھائی دیگا۔ کہ سورج زمین کی دلدل میں اتر رہا ہے۔ اسے نظر کا عکس یا تصور کہا جاتا ہے اس سے مراد کہ ذوالقرنین کو آگے بڑھنے کیلئے راستہ نہ مل سکا ـــــ

اور پھر یہ تصور بھی لغو ہے۔ کہ سورج زمین کے گرد چکر لگائے۔ اگر ایسا ہو۔ تو سورج لاکھوں میل زمین سے دور ہے اس مسافت میں زمین کے گرد چکر لگانے میں برسوں میں ایک چکر پورا ہوگا۔ جہاں اس گردش میں صرف چوبیس گھنٹوں میں دن اور رات بنتے ہیں۔ یہ صرف وہی تصور ہے۔ کہ ہمیں زمین پر رہ کر سورج۔ چاند گردش کرتے ''نظر آتے ہیں''۔ یہ تصور ایسا ہی ہے۔ جیسا آپ کے ذہن کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ زمین پر عمودی (!) شکل میں کھڑے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ آپ (⊶) متوازی Horizontal ہئیت میں کھڑے ہیں۔ آپ اس کا تصور کریں تو خود کو کبھی اس حالت میں محسوس نہ کرسکینگے ـــــ اسی طرح حرکت کا تصور ہے۔ کہ آپ کسی ریل یا کار میں سوار ہوکر گردوپیش کی چیزوں (درختوں) پر نظر جمائینگے تو آپ کو درخت چلتے نظر آئینگے ـــــ اور پھر یہ تصور بھی غلط ہے۔ کہ آپ ستاروں کو آسمان میں ہونا مانتے ہیں مگر زمین کو علٰیحدہ تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تصور بھی غلط ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ زمین بھی آسمان میں واقع ہے۔ زمین آسمان سے علٰیحدہ نہیں۔ رہا سات زمین اور سات آسمان۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا خالق خود کہتا ہے سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان ہیں۔ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ یعنی سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اس کا تصور بھی قرآنی بیان کے متعلق پیش کیا گیا ہے۔ وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ۔ یعنی ایک نوری ہئیت نے سات آسمانوں پر ہر طرف سے احاطہ کر رکھا

ہے۔اسکا تصور ذرا مشکل ہے کہ ایسا سمجھا جائے جیسے سات تختے ایک دوسرے پر رکھے جائیں۔کرسی کا تصور واضح کر دیتا ہے۔کہ ہر آسمان ایک دوسرے پر سرکل کی طرح دائرے کی شکل میں ایک دوسرے کے اوپر واقع ہیں۔اسکا مثالی تصور یہ ہے۔

سات آسمان

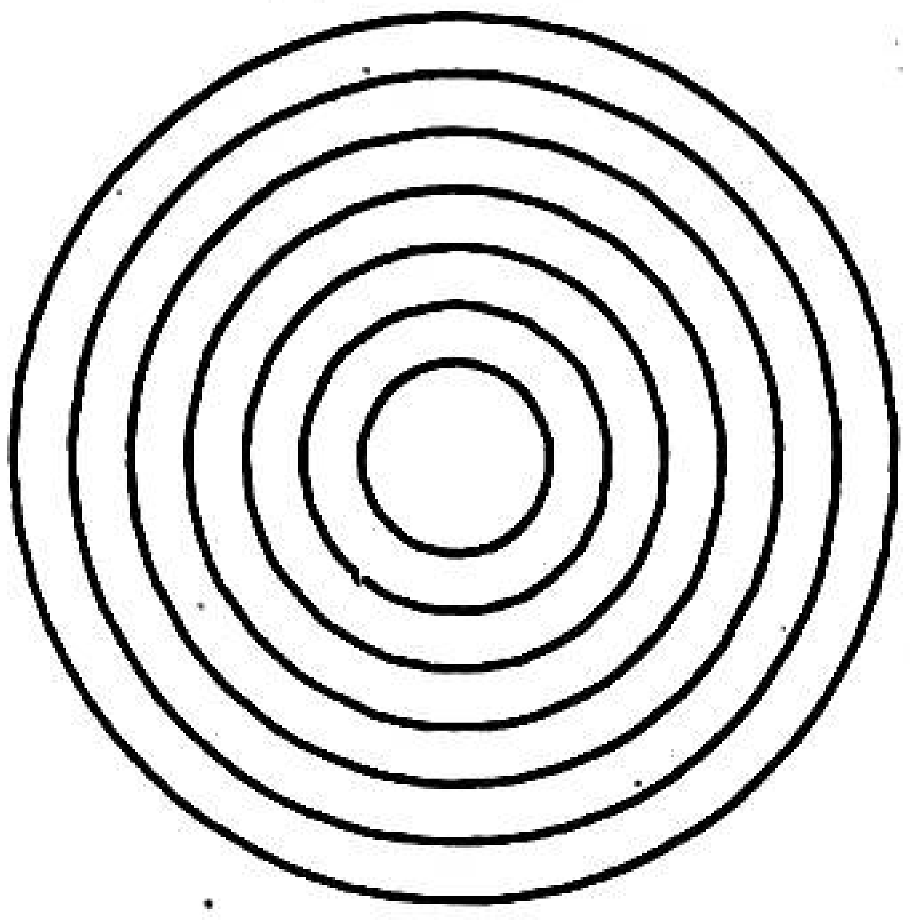

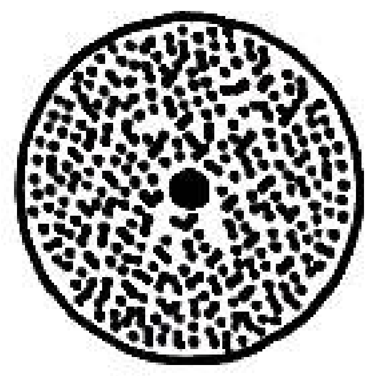

اول آسمان اور اس میں ستارے

مخصوص نقطہ زمین ہے۔جو آسمان کے مرکز میں ہے۔اور زمین ایک سیارہ ہے۔اسکے طبق کا تصور قرآن سے ثابت نہیں۔البتہ علم الہیت کی رو سے زمین ایک جامد وجود ہے۔اسکی ہیئت سات قسم کی زمینوں کی خاصیتوں پر مشتمل ہے۔لیکن وجودی حیثیت میں یہ ایک ہی وجود ہے۔اس کے طبق مثل آسمان ہونا ممکن نہیں۔

اگر آپ فی الحقیقت قرآنی علم سے۔تحقیق وعلم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔تو آپ قرآنی آیات پر وسعت نظری سے مطالعہ کریں۔تو خود قرآنی علم سے۔ہر کیفیت کی حقیقت کی آگاہی میں پوری راہنمائی حاصل ہوسکتی ہے۔جبکہ قرآن دنیا کے ہر قسم کے علم کو چیلنج کرتا ہے کہ اسکا کوئی نظریہ تم غلط ثابت کرنے میں اپنے دلائل پیش کرو ـــــ یہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ـــــ تم ہرگز ہرگز قرآنی نظریات کے خلاف کوئی علم پیش نہ کرسکو گے۔غالباً آپ کا اس پر ایمان ہوگا۔کہ اللہ کا علم وسیع ہے۔وہ خالق ہے۔وہ اپنی بنائی ہوئی ہر شے کی۔ترتیب بناوٹ۔اسکی ہیئت۔اسکا Material خود اتنا جانتا ہے جتنا کوئی دنیا کا عظیم سے عظیم محقق نہیں جان سکتا۔

چاند نور ہے ـــــ چاند پر جانا ـــــ قرآن چاند کو نور سے تشبیہ دیتا ہے۔اب قرآن کی بات سمجھنے کی ہے۔کہ اس سے مراد زمین خاکی پر آپ چاند کو روشن دیکھتے ہیں۔تو ظاہر ہے۔کہ چاند بذاتہٖ (اصل ناری) نوری (چمکتا روشن) وجود رکھتا ہے ـــــ اسکی روشنی خود اس امر کی دلالت کرتی ہے۔کہ یہ ناری وجود ہے ـــــ ناری وجود جب تک خاکی وجود میں Analize تقسیم نہ ہو اسکی اپنی قوت ناری

(روشن) ہونا فطری قانون کے مطابق ہے ـــــ البتہ یہ زمین کی جز Object ہے۔ باقی سیاروں کے مقابلہ میں اس میں ناری (روشن) قوت کم ہے ـــ جب زمین خا کی ہیئت میں آگئی۔ تو چاند پر بھی اس کا اثر پایا جانا ضروری ہے۔ کہ یہ ٹھوس ہیئت اختیار کرے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ زمین کے مقابلہ میں چاند ستاروں کی ناری (گیس) فضا میں واقع ہے۔ اسلئے زمین (جو کہ آسمان کے مرکز میں واقع ہے) کے مقابلہ میں اس میں ناری قوت زیادہ ہے ـــ چاند باقی سیاروں کے مقابلہ میں زمین سے نزدیک ہے۔ اسلئے چاند میں داخل ہونا۔ یہودی سائنسدانوں کیلئے آسان ہے۔ کہ انہوں نے ایٹم ایجاد کیا۔ اور اس ایٹم کو استعمال کر کے چاند میں داخل ہو گئے ـــــ علمائے اسلام نے چاند میں داخل ہونا کفر کے مترادف قرار دیا۔ یہ انکی کوتاہ علمی کے سبب ہے۔ ورنہ چاند میں داخل ہونا۔ اور اسکی کیفیت کا معائنہ اور تجزیہ کرنا نہ کفر ہے نہ قرآنی عقائد کے خلاف ہے۔

اخبار جہاں میں حافظ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ آپ نے قرآن پر نشان لگا دیئے ہیں۔ اور آپ توبہ کریں ـــــ ایسی کوئی بات نہیں۔ دنیا کے ہر انسان کو قرآن کے کسی نظریہ پر تنقید کا حق دیا گیا ـــــ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ۔ یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ کہ تمہیں حق ہے۔ کہ تم قرآن کے کسی نظریہ کو غلط ثابت کرو۔ تو خود قرآن اسکا جواب دیگا اور یہ ثابت ہوگا۔ کہ قرآن پر تنقید کرنے والا۔ قرآنی علم پر عبور نہ رکھنے کی وجہ سے تنقید کرتا ہے۔ اس حال میں بھی قرآن کھلے دل سے ہر انسان کو سمجھانے کی پوری کوشش کرتا ہے ـــــ البتہ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ قرآن سمجھانے والا۔ حقیقی معنوں میں صاحب علم ہو اور قرآن سمجھنے والا نیک نیت ہو۔ آپ کو قرآنؑ کے کسی نظریہ پر شک ہو ـــ یا اسکی صحت پر شک ہو۔ یا قرآن کے کسی نظریہ کو سمجھنا چاہیں۔ تو آپ کوشش کریں۔ کہ قرآن کو اچھی طرح سمجھیں ـــ اور میں یہ کہونگا کی زمانہ علومِ جدید کے نظریات کا غلبہ اور اہل اسلام کا ان نظریات سے مرعوب ہونا۔ صرف علمائے اسلام کی کوتاہ علمی کے باعث ہے۔ ورنہ قرآن ایک آفاقی کتاب ہے۔ جسکا ایک نظریہ بھی۔ کسی جدید علم سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ کہیں۔ کہ محققین مغرب کے تمام علوم کی بنیاد قرآنی علم کے سائنسی نظریات پر ہی قائم کی گئی ہے۔ کہ اہل یورپ اہل اسلام سے زیادہ قرآنی علم پر تحقیق کرتے ہیں اور اس سے علم حاصل کرتے ہیں۔ اور جو نظریات قرآنی نظریات سے تضاد رکھتے ہیں۔ وہ یا

تو اہل یورپ کے ذہنی ـــــ قیاسی تصورات کی بنا پر ـــــ یا علمائے اسلام کے ذاتی من گھڑت عقائد کی بنا پر ـــــ یا اہل اسلام کی (جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے مسلمان کہلاتے ہیں) دین کی پابندیوں سے فرار حاصل کرنے کی بنا پر۔ کہ وہ اس دین کی پابندی سے فرار حاصل کرنے کے جواز میں اسے مغربی علوم کے مقابلہ میں ایک فرسودہ علم قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں ـــــ یہی وجہ ہے۔ کہ فی زمانہ مغربی تہذیب کے دلدادہ اسلامی تہذیب سے جو علمائے اسلام نے من گھڑت طریق وضع کئے ہیں ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اسلامی تہذیب کی من گھڑت تہذیب کو بنیاد بنا کر اسلامی قرآنی عقائد ونظریات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے آپ نے پڑھا ہوگا۔ علمائے اسلام بجائے اسکے ان پر قرآنی حقیقت واضح کر دیں۔ مگر ان میں اتنی علمی استطاعت نہیں ـــــ الٹا توبہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اب آپ سمجھ لیں آپ کے سوالوں کے جواب میں آپ کو کیا تسلی حاصل ہو سکتی ہے۔ والسلام

خیر اندیش

محمد نور الدین اویسی

3404 لنک روڈ۔ ایبٹ آباد

ازایبٹ آباد مورخہ 16 اپریل 79ء

عزیزم ذوالقرنین صاحب۔ السلام علیکم

آپکا خط ملا۔ حالات سے آگاہ ہوا۔ مجھے افسوس ہوا۔ کہ آپ میری عدم موجودگی میں آئے۔ اور میں آپ کو نہ مل سکا ــــ اس میں شک نہیں کہ آپ ازروئے محبت وعقیدت میری ملاقات کیلئے آتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ چیز پسند نہیں ــــ کہ آپ بغیر اطلاع دیئے مجھ سے ملنے کیلئے آئیں۔ اور بلاوجہ اپنے آپ کو تکلیف اور مایوسی میں ڈالیں۔ آپ کو خواہ مخواہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ــــ اس سے مجھے بھی صدمہ پہنچتا ہے۔ کہ آپ اتنی دور آکر نہ ملنے کا افسوس لیکر جائیں ــــ مجھے محمد ادریس کے یہاں آنے پر بھی رنج ہوا۔ کہ انہیں بھی بلاوجہ تکلیف اٹھانی پڑی ــــ میں کئی بار کہہ چکا ہوں۔ کہ ملنے سے پہلے پتہ کیا جائے۔ کہ میں گھر پر موجود ہوں کہ نہیں ــــ اسلئے آنا ہو تو اسکے لئے وقت مقرر کرنا چاہیے۔ اور آنے سے پہلے مجھے خط لکھنا چاہیے۔ اگر گھر پر میں موجود ہوا۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ پھر آپ اپنے آنے کا وقت مقرر کرینگے۔ تاکہ میں آپکی انتظار میں گھر پر رہوں۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں اکیلا آدمی ہوں۔ گھر سے باہر جاؤں۔ تو گھر پر کوئی اور آدمی موجود نہیں ہوتا۔ جو مہمانداری کرے۔ میرے ساتھ رہنے والے علیحدہ رہتے ہیں۔ ان پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ کہ میرے مہمانوں کی خدمت کریں۔ پھر میرا طریقہ گدی نشینی کا نہیں۔ کہ گھر پر میرے جانے کے بعد ہجوم ہو ــــ پھر میری بھی کچھ مصروفیتیں ہیں۔ زیادہ تر مصروفیت یہ ہے۔ کہ میں خود اکثر اپنے دوستوں سے ملنے جاتا ہوں۔ حالانکہ میری صحت ٹھیک نہیں ہوتی۔ میں کسی کو اپنے پاس آنے کیلئے مجبور نہیں کرتا۔ اسلئے میں خود لوگوں سے ملنے جاتا ہوں ــــ اسلئے اکثر اوقات مجھے گھر سے غیر حاضر رہنا پڑتا ہے ــــ ایسی صورت میں ضروری ہے۔ کہ جب ملنا ہو تو پہلے پتہ کیا جائے کہ میں گھر پر موجود ہوں یا نہیں ــــ یا اپنے آنے سے پہلے مجھے خط کے ذریعہ اطلاع دی جائے تاکہ میں گھر پر انتظار کروں۔ گزشتہ میں نے بشیر صاحب کو بھی یہی لکھا تھا۔ کہ میں اکیلا ہوں۔ کسی مہمان کے آنے پر مجھے تمام مہمانداری کے انتظامات خود کرنے پڑتے ہیں۔ میرا نہ کوئی رشتہ دار ہے۔ نہ بال بچہ جو میری عدم موجودگی میں مہمانداری انجام دے۔ یہ سوچ کریں۔ مجھے کسی شخص کے آنے پر پہلے ہر قسم کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ کسی آنے والے کو تکلیف نہ ہو ــــ

دراصل میرا طریق باقی سلسلوں سے مختلف ہے۔ میں نے باقی گدی نشینوں کی طرح۔لوگوں کا آنے جانے کا سلسلہ نہیں رکھا ہے۔ کہ آئے اور لنگر سے کھا کر بیٹھا رہے اور انتظار کرے۔ مجھے خود ہر مہمان کی خدمت کرنی ہوتی ہے۔ اسلئے بغیر میرے یہاں ہر آدمی کو افسوس کے ساتھ واپس جانا پڑتا ہے ـــــ میں اکثر اوقات اپنے دوستوں کے گھر خود جاتا ہوں۔ تاکہ کسی کو میرے پاس آنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے ـــــ

گزشتہ دنوں مجھے اپنے ہی کام سے لاہور جانا تھا۔ اس دوران محمد ادریس آئے۔ اور انہیں بلاوجہ تکلیف اٹھانی پڑی۔ واپسی پر میرے ساتھ اور بھی آدمی تھے۔ تو راستہ میں میر پور آنے کا پروگرام بنا ـــــ ہم دو دن میر پور ٹھہرے۔ مگر مجھے کوئی آدمی نہیں ملا ـــــ جسکے ذریعہ آپ کو اطلاع دیتا۔ یہاں تک کہ سرور صاحب[1] میرا انتظار کرتے رہے مگر وقت پر نہ میں انکو اطلاع دے سکا۔ نہ وہ خود آئے۔ خیال تھا کہ ہم سرور صاحب کے گھر جائینگے۔ مگر انکے نہ آنے کے سبب ہم کسگمہ بھی نہ جا سکے۔ ورنہ ہم مزید ہفتہ بھر میر پور ٹھہرتے۔ اس دوران آپ کے گھر بھی آسکتے۔ ہمارے پاس اپنی موٹر تھی۔ آخر دو دن رہ کر ہم واپس ایبٹ آباد آئے۔ اور دوسرے دن میں بھی مظفر آباد چلا گیا ـــــ اسکے بعد میں یکم اپریل کو واپس ایبٹ آباد آگیا۔ میں نے پشاور جانا تھا۔ سرور صاحب نے بھی جانا تھا ـــــ اس سے پہلے میرا پروگرام 26 مارچ کو میر پور آنے کا تھا۔ مگر مصروفیت کے باعث نہ آسکا۔ ادھر مجھے پشاور سے دعوت نامہ ملا تھا۔ کہ 3 اپریل پشاور پہنچوں میں سرور صاحب کا انتظار کرتا رہا۔ اس نے بھی پشاور جانا تھا۔ وہ نہ آئے۔ میں پشاور چلا گیا۔ 6 اپریل کو گھر واپس آیا ـــــ صورت یہ ہے۔ کہ میری صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ میں بیمار حالت میں ہی اپنے دوستوں سے ملنے کی کوشش کرتا ہوں۔ گرمی کے موسم میں پنجاب کا سفر میرے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اسلئے گرمی کے موسم میں۔ میں سفر نہیں کرتا ـــــ خیال تھا کہ 26 مارچ کے

---

[1] راجہ محمد سرور صاحب آف کسگمہ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے اولین مریدین میں سے تھے قبلہ و کعبہ سے انکی عقیدت و محبت مثالی تھی۔ قبلہ پیر صاحب بھی آپ سے انتہائی شفقت اور محبت فرماتے جسکا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب میرے مرید جبکہ سرور میرا دوست ہے آپ 24 ستمبر 1999ء کو کل نفس ذائقة الموت کی تعمیل میں اپنے ملجا و ماویٰ کے پاس چلے گئے۔ (ناشر)

دوران ایک دفعہ میر پور۔ سرور صاحب اور آپ سے ملاقات کروں۔ مگر موقع نہ مل سکا۔ اب میرا پنجاب کی طرف گرمی میں آنا ممکن نہیں ____

عزیزم۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے۔ کہ آپ لوگ ملنے سے زیادہ۔ اپنے کام میں مصروف رہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ درود شریف۔ نماز ادا کرنے کی کوشش کریں۔ ظاہر ملنے سے بہتر باطن میں ملنا افضل ہے ___ میں یہی بات پسند کرتا ہوں۔ جب موقع ملا۔ میں خود آپ لوگوں سے ملنے آجاتا ہوں ___ یہ بھی رسمِ دنیا ہے۔ ورنہ بہتر طریقہ یہی ہے۔ کہ درود۔ نماز ___ محنت سے باطنی تعلق زیادہ مستحکم کریں۔ تو ہر وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ باقی جہاں تک فقیری کا تعلق ہے۔ ہر مرید کی مشکل اور مقصد باطن میں ہی آسان ہوتے ہیں۔ اس میں آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں۔ باطن خود مرید کے کام پورے کرتا ہے۔ اسکے بعد فکر نہیں کرنا چاہیے ___ میں چند دن گھر پر ہوں۔ ابھی میرا مستقل گھر پر ٹھہرنے کا پروگرام نہیں۔ کسی وقت بھی مظفر آباد جانا ہوگا۔ اسلئے جب تک میرا پتہ نہ ہو کہاں ہوں۔ میری عدم موجودگی میں نہ آئیں۔ البتہ خط لکھیں۔ تو میں آپ کے آنے کا پروگرام لکھونگا۔ کہ کب آئینگے۔ اس وقت میں آپ کیلئے۔ ایبٹ آباد میں انتظار کرونگا۔ لیکن پہلے آپ ایبٹ آباد کے پتہ پر ہی خط لکھیں۔ میرے جواب ملنے پر آپ ملاقات کا پروگرام بنانا۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا۔ ملنے سے پہلے ہر ور صاحب سے میرا پتہ کیا کریں۔ ان سے ضرور ملا کریں۔ یا حبیب الرحمن سے کاکڑہ ٹاؤن بھی پتہ کیا کریں تو آپ کو دقت نہیں ہوگی ___ میں نے پہلے بھی سرور صاحب کو لکھا تھا۔ کہ میں 26 مارچ میر پور آؤنگا۔ مگر اور مصروفیتوں کی وجہ سے نہ آسکا۔ وہ بھی میرا انتظار کرتے رہے۔ ادریس صاحب کو بھی سمجھا دیں کہ درود مراقبہ جاری رکھیں۔ حالات کا مقابلہ کریں۔ اور مستقل مزاجی اختیار کریں۔

ہمشیرہ زیتون بیگم کا بھی خط آیا تھا میں کچھ بیمار رہا اور کچھ مصروف رہا۔ اس وجہ سے انکو جواب نہ دے سکا۔ انہیں میری طرف سے معذرت کریں اور تسلی دیں ___ اب گرمی تیز ہو رہی ہے۔ گرمی میں بیمار ہو جاتا ہوں اسلئے فی الحال میرے آنے کا کوئی پروگرام نہیں۔ انشاء اللہ ایسے موقع پر بھی اگر اللہ کو منظور ہوا۔ شاید مجھے میر پور آنا پڑے۔ تو میں اپنے آنے کے متعلق پہلے آپکو خط لکھونگا ان سے کہیں تسلی سے اپنا عمل جاری رکھیں۔ انشاء اللہ ترقی ہو جائیگی حوصلہ رکھیں ___ آپ نے نہ ادریس صاحب کے متعلق

تحریر کیا۔ کہ وہ مستقل ہیں یا ڈگمگا گئے ـــ کیا کرتے ہیں۔ بشیر صاحب کراچی میں کیا کر رہے ہیں۔ بشیر صاحب کو لکھیں کہ وہ ڈاکٹر حفیظ سے ضرور ملیں ـــ اور سب کو میری طرف سے السلام علیکم والدہ صاحبہ۔ زیتون بی بی۔ ادریس وغیرہ سب کو السلام علیکم۔

ادریس صاحب کے لڑکے کی وفات کا سنکر افسوس ہوا۔ مگر اس امر میں اللہ کی مرضی پر راضی رہنا بہتر ہے۔ بچہ ماں باپ کی قیامت کے دن شفاعت کریگا۔ یہ انکے لئے خوشخبری بھی ہے۔ رنج کرنا جائز نہیں۔ جملہ حالات سے مطلع کریں۔ خط ایبٹ آباد کے پتہ پر لکھیں۔ مجھے مل جائیگا۔ والسلام

خیر اندیش

نورالدین

5 اپریل کے بعد میرا امیر پور آنے کا ارادہ تھا۔ مگر 8 اپریل مجھے بلڈ پریشر کی تکلیف ہو گئی۔ اس وجہ سے ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ ابھی زیر علاج ہوں۔ ابھی ارادہ ہے۔ مگر جب صحت اجازت دے۔ اس حال میں سفر کر نہیں سکتا۔

ایبٹ آباد مورخہ 7 اگست 79ء

ہمشیرہ زیتون بیگم صاحبہ۔ السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہ ہوا۔ بڑی دیر کے بعد آپنے خط لکھا۔ بہر حال شکریہ۔ پچھلے دنوں بشیر صاحب ۱ کا بھی خط کراچی سے آیا تھا وہ ملتان میں کچھ دیر ٹھہرے ہونگے۔ اسکے بعد پھر کوئی خط نہیں آیا۔ ذوالقرنین کا بھی کراچی سے خط آیا تھا۔ ابھی اسکا کام نہیں ہوا تھا۔ میں بہت مصروف تھا۔ صبح شام مہمان آتے رہے۔ اب ذرا فرصت ملی تو یہ خط آپکو لکھ رہا ہوں۔ آپ اپنا عمل جاری رکھیں یقین کے ساتھ۔ عمل کسی کا ضائع نہیں ہوتا۔ اور پھر اویسی سلسلہ میں تو یقینی ہے۔ کہ درود خواں پر حضورؐ کی نظر ہوتی ہے۔ اتنا بہت کچھ ہے۔ اتنا ہی ملے تو سب کچھ ملا۔۔۔ اب دیکھنے کیلئے۔ دل اور دماغ فکر سے خالی اور پاک ہونا چاہیے۔ اسکے لئے جتنی محنت ہو اتنا جلدی کامیابی ہوتی ہے۔ انشاءاللہ پیر کی نظر آپ پر ہر وقت رہتی ہے۔ اسلئے کامیابی اور ترقی ہوتی رہیگی۔ آج کل یہاں پر بھی گرمی ہے۔ مگر بہت کم۔ میں گرمی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور پھر روزوں میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ اسلئے فی الحال روزوں میں میں سفر نہیں کرسکتا۔ انشااللہ گرمی کم ہوئی۔ تو میں نے میرپور ضرور آنا ہے۔ اس وقت آپ سے بھی ملنے آؤنگا۔ بشرط زندگی۔۔۔ میں چند روز گرمی کی وجہ سے ایبٹ آباد میں ہی روزے گزارتا ہوں۔ اسکے بعد مظفرآباد جاؤنگا۔ عید مظفرآباد میں ہی کرونگا انشاءاللہ۔ آپ صبر سے کام لیں۔ موسم ذرا ٹھنڈا ہو جائے تو میں آپ سے ملاقات کیلئے ضرور آنے کی کوشش کرونگا۔ باقی سب عزیزوں کو میری طرف سے السلام علیکم۔ دعا کہدیں۔ مظفر شائق کی بیوی اور قیوم کی بیوی کو میری طرف سے دعا۔۔۔ والدہ صاحبہ کیلئے بھی دعا کرتا ہوں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ انہیں درود شریف پڑھنے کو کہیں۔ تھوڑا تھوڑا پڑھیں۔ پیشاب کی ناپاکی سے کوئی حرج نہیں ۲۔ اس حال میں درود شریف پڑھ سکتی ہیں۔۔۔ ایک تعویذ احسان الحق کیلئے

---

۱ راجہ محمد بشیر صاحب راجہ سخی ولایت خلیفہ مولوی محمد امینؒ قطب الاقطاب کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ 24 مئی 1999ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر مطلوب و مقصود کو پہنچے۔ آپ مکتوب الیہ زیتون بیگم صاحبہ کے خاوند تھے۔ (ناشر)

۲ زیتون بیگم صاحبہ کی والدہ کو اواخر عمری میں پیشاب پر Control نہ رہا۔ جسکی وجہ سے کپڑے ناپاک رہتے اور وضو نہیں رہ سکتا تھا۔ انکے بارے میں یہ پوچھنے پر کہ کیا وہ اس حالت میں درود شریف پڑھ سکتی ہیں۔ آپ نے مذکورہ ارشاد فرمایا۔ (ناشر)

روانہ کیا ہے۔سبز کپڑے میں منڈھ کر گلے میں ڈالدے۔باقی اللہ کے فضل سے روزوں کی برکت سے میری صحت ٹھیک ہے۔کوئی تکلیف نہیں۔میری طرف سے تمام پُرسان حال کوالسلام علیکم دعا۔راجہ بشیر صاحب گھر آئیں تو میرا السلام علیکم کہدیں۔والسلام۔

خیراندیش

نورالدین

الطاف کو میری طرف سے السلام علیکم۔اس سے کہدیں کہ میرپور میں۔میرے عزیز سید فرزند علی طاہر نے رکشہ خرید کیا ہے۔اسکو دیانتدار ڈرائیور کی ضرورت ہے۔اگر موقع ملے۔تو الطاف ضرور طاہر صاحب سے ملیں۔رکشہ دیکھیں۔اور انکو اچھا ڈرائیور مہیا کر کے دیں تاکید ہے فرزند علی طاہر۔مکان نمبر 98- (4-C) میرپور پر پتہ کریں۔

محترم جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم

روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ 8 مئی 81ء میں ایک مضمون "سائنس۔ جن اور کائنات" میرے مطالعہ میں آیا۔ جو محترم جناب صدر امام نے تحریر کیا ہے۔ مضمون میں موصوف نے مولانا کوثر نیازی صاحب کے "جن" کے متعلق اعتقاد کی رد میں سبط حسن صاحب کے تنقیدی حملہ کا جواب دیا ہے۔ نفس مضمون۔ سائنس جن کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ عرض یہ ہے کہ اصل بات خود سبط حسن صاحب قرآنی اعلان کی نفی سائنس کے ذریعہ ثابت کرنے کا ایک حیلہ پیش کر رہے ہیں۔ کہ حقیقتاً جن کا کوئی وجود نہیں ـــــ صدر امام موصوف نے اپنی طرف سے ایک طویل بیان تحریر کیا ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ میں اتنے طویل مضمون کی ضرورت نہیں سوائے اسکے دعویٰ (قرآن) کرنے والے ہی کی دلائل پیش کر کے جن کے وجود کو مختصر الفاظ میں ثابت کیا جائے۔

قرآن خود سائنس کی زبان میں اعلان کرتا ہے۔ کہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۔ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ الفاظ۔ جامع۔ مختصر۔ اور معانی سے بھرپور تصور کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ (مجھے افسوس ہے کہ مولانا کوثر نیازی صاحب کا مضمون میرے مطالعہ میں پہلے نہیں آیا) اس آیت میں انسانی مرکب کا بنیادی تخلیقی وجود ـــــ اور جن کے وجود کا ایک حقیقی تصور دیا گیا۔ کہ دونوں وجود زمین کی پیدائش سے ہیں۔ یعنی دونوں زمین کی قوتوں سے مرکب ہیں۔

بنایا انسان کو ٹھیکری کے مانند بجتی مٹی سے ـــــ اور بنایا جنوں کو زمین کی ناری لوؤں سے ـــــ یہاں جن کے وجود کے بنیادی مرکب کی طرف اشارہ ہے۔ کہ قوت و ہیئت کے اعتبار سے جن زمین کی ناری ہیئت کی مخلوق ہے۔ جیسے۔ ملائکہ کو نوری کیفیتوں کے مرکب کے تصور میں سمجھا جاتا ہے۔ یعنی ملائکہ کے معنی نوری وجود ـــــ اسی طرح جن کے معنی زمین کی ناری ہیئت کے وجود۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ قرآن نے سائنسی اصول کے تحت یہ تصور دیا ـــــ کہ یہ زمین کی ابتدائی ہیئت ناری کی طرف اشارہ ہے۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۔ اور بنایا جنوں کو زمین کے ناری شعلوں سے انسان کی پیدائش سے قبل ـــــ اس بیان میں زمین کی ہیئت و تخلیق کا ایک خاص تصور پایا جاتا ہے ـــــ جسکے لئے سائنسی تحقیق سے ہی کام لیا جاتا ہے ـــــ کہ زمین پر روشنی کا وجود ـــــ زمین پر دن رات کا وجود ـــــ

زمین کی گردش کے باعث ہے۔زمین کی گردش مقناطیسی کشش کے سبب ہے۔یہ کیفیت سائنس کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے ___ زمین پر روشنی۔دن اور رات کا وجود سورج سے ہی ہے ___ لہٰذا زمین کا کشش کے ذریعہ حرکت کرنا۔سورج کی قوی کشش کے تابع ہی ہوسکتی ہے ___ سورج کی قوی کشش اس امر کی واضح دلیل ہے۔کہ زمین سورج سے الگ ہوا ہوا ایک کرہ ہے جو اپنی ابتدائی ہیئت میں سورج کی مانند ناری وجود رکھتی تھی۔اسی ناری وجود کی ابتدائی مخلوق ناری شعلے ___ عربی میں جن سے موسوم ہیں۔یہ ایک سائنسی۔اصولی اور سادہ نظریہ ہے۔جس پر طویل بحث کی ضرورت ہی نہیں نہ اس نظریہ تخلیق سے کسی محقق یا فرد کو انکار یا عدم تسلیم کی گنجائش ہے۔سوائے اسکے۔جیسے زمین پر لطیف کیفیتیں ہوا ۔آکسیجن۔ایتھر وغیرہ کیفیتیں غیر محسوس ہیں۔زمین کی ابتدائی۔قوی ناری ہیئتوں کا لطیف اور غیر محسوس ہونا ایک فطری قانون ہے ___ البتہ قرآن کے بیان میں ایک خاص تخلیقی عمل کا اظہار ہے ___ کہ خَلَقَ الْجَآنَّ۔اور بنایا جنوں کو۔یعنی جنوں کی پیدائش اللہ کے منصوبہ تخلیق کے تابع ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان سے قبل دانستہ طور ایک ناری مخلوق بنانے کا منصوبہ مقرر کیا۔لیکن فطری تخلیقی عمل کے تابع ناری زمین سے جیسے زمین پر نباتات۔جمادات۔حیوانات مرکبات سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔اسی طرح جن ایک ناری شعلہ ہے۔جو اپنی تخلیق اور ساخت میں ''ناری ہیولا'' کی صورت رکھتا ہے۔جو۔قوت سمع۔بصر۔فہم۔اور ارادہ رکھتا ہے۔جبکہ۔نباتات۔جمادات میں قوت سمع۔قوت بصر۔قوت فہم کو محسوس نہیں کیا جاتا۔اسی طرح ناری ہیئت میں ناری اعتبار سے جنوں کو نہ دیکھا جاسکتا ہے۔نہ انکے خواص کا ادراک کیا جاسکتا ہے ___ نہ مادی حیثیت میں حواس سے انکا احاطہ ممکن ہے۔تاوقتیکہ انسان سائنس کی ترقی میں ایک غیر محسوس قوتوں کے ادراک کا ذریعہ حاصل کرنے کا اعلان نہ کرے ___ اس حال میں سائنسی اصول و قانون کے تحت زمین کی ہیئت و قوت کا کلی طور ادراک و احاطہ و تجزیہ کرنے سے۔زمین کا ناری ہونا۔اور ناری ہیئت سے ناری مخلوق ہونا ایک فطری تخلیقی عمل کے تابع قابل یقین و تسلیم ہوسکتا ہے۔لہٰذا۔جنات کے قوت سمع۔بصر۔فہم ارادہ بھی ناری قوت کا حامل ہوگا۔اور اس وجود سے ناری قوت کا فعل و عمل صادر ہونا لازمی ہے۔جو مادی قوت و عمل سے قوی و غالب ہے ___ اور اس عمل کا ادراک بھی غیر محسوس ہے۔جو سائنسی آلات کے ذریعہ علم میں آنا ممکن نہیں ___ سوائے اسکے غیر

مادی (ناری یا روحانی) طور ان کے اثرات کا اظہار اسلام میں قابل تسلیم ہے۔ جو سائنس سے نہیں بلکہ انسانی روحانی قوتِ مشاہدہ سے ادراک کیا جا سکتا ہے ـــــ کیونکہ انسانی روح (جس پر اسکی زندگی کا انحصار ہے) بھی ایسی ہی ناری خاصیت وقوت کی حامل ہے۔ انسان زمین کی پیدائش ہے۔ اسکا روحانی جسمانی مرکب بھی زمین کے مرکبات سے ترتیب دیا گیا ہے۔ لہٰذا انسانی روح (روح حیوانی) بھی ناری قوت و خاصیت کی حامل ہے ـــــ ناری اعتبار سے۔ جیسا جنات فطری تخلیقی عمل کے تابع قوت سمع۔ بصر۔ فہم ارادہ ناری قوت کے حامل ہیں اسی طرح انسانی روح بھی۔ بذات خود۔ قوت سمع۔ بصر۔ فہم ارادہ رکھتی ہے۔ جو جسمانی (مادہ) حواس وفہم سے سوئی روحانی عمل واثر رکھتی ہے۔ اسی روحانی عمل سے انسان غیر محسوس قوتوں کے عمل اور وجود کا ادراک کر سکتا ہے۔ اسلئے جنات کا وجود سائنسی تحقیق سے نہ ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ سائنس ایسی قوت کے تسلیم کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ سوائے انسانی روحانی قوت مشاہدہ کے جنوں کا وجود ثابت ہو سکتا ہے ـــــ لہٰذا ایک فطری و سائنسی اصول و قانون کے تحت تخلیقی عمل میں ایک وجود (جن) کا تصور یقینی ہونے کے بعد۔ سائنس کے ذریعہ مشاہدہ (عین الیقین) میں نہ آنا۔ اس نظریہ کی نفی و رد ایک حقیقت سے دیدہ دانستہ ـــــ یا لاعلمی کے باعث انکار۔ محض جہل کی علامت تصور کی جاتی ہے۔

قرآن اس بارے میں واضح اعلان کرتا ہے۔ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ بنایا جنوں کو آگ کے شعلوں سے۔ یعنی جنوں کی ہیئت و مرکب۔ زمین کی ناری قوت سے تعبیر ہے۔ جس کی دلیل آسانی سے مل سکتی ہے۔ لیکن ـــــ دشمن کیلئے قرآنی عقیدہ ونظریہ کا اقرار اس وقت تک لازم نہیں۔ جب تک کہ وہ حاملِ قرآن (اللہ ورسول) کی شخصیت کا احترام وعزت دل میں پیدا نہ کرے۔ لہٰذا اسلامی عقائد ونظریات تسلیم کرنے کیلئے۔ ایک شخص میں۔ اللہ ورسول ـــــ قرآن وحدیث کیلئے دل میں احترام پیدا کرنا شرط ہے ـــــ یہ چیز اسلام تسلیم کرنے والے فرد کو اسلام دوست سے موسوم کرتی ہے۔ ایسا شخص کسی صورت میں قرآنی عقائد ونظریات کی سچائی میں سائنسی ذریعہ سے رد وتکذیب کی جرأت نہیں کر سکتا اور پھر ایسا شخص جسکی شخصیت کا بھرم خود حامل قرآن (سید) کی شخصیت پر ہی مستحکم ہو۔ وہی شخص قرآنی آیات یا اسلام کے عقائد کی رد میں سائنسی نظریات ٹھونسنے کی کوشش کرے افسوسناک امر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ اہل اسلام خواہ عالم ہو یا سائنسدان یا جدید آزاد خیال۔ قرآنی نظریات

وعقائد پر بحث کے وقت قرآنی علم اور سچائی۔ دیانت اور قرآن کی عزت واحترام کا پورا خیال رکھکر۔ قرآن کے حقائق پر تجزیہ کر کے حقیقی تصور حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ والسلام

خیراندیش

محمد نورالدین اویسی

3404 لنک روڈ۔ ایبٹ آباد

ایبٹ آباد 83-5-11

عزیزم محمود احمد صاحب۔ السلام علیکم

آپکا خط بہت دنوں سے ملا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں جلد آپ کو جواب نہ دے سکا۔ میری صحت کچھ ٹھیک نہ تھی اکثر سر درد کی تکلیف رہتی ہے۔ گزشتہ دو ہفتہ سے کچھ زیادہ تکلیف رہی۔ سر درد۔ دانتوں میں درد۔ اور سارے وجود۔ بازو گھٹنوں میں کافی درد اور تکلیف رہی۔ ساتھ ہی۔ ان دنوں مہمانوں کا بھی رش رہا۔ اس وجہ سے خط لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس تاخیر پر میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے آپ کو جلد جواب دینا چاہیے تھا۔ انشاءاللہ آئندہ تاخیر نہ ہوگی۔

شکر ہے اللہ تعالیٰ کا آپ کی آنکھ کا آپریشن کامیاب رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بینائی کو محفوظ رکھے۔ اور دل کی بینائی بھی عطا فرمائے ـــــــ عزیزم ہمارے طریق طریقت میں یہی ہوتا ہے۔ کہ جو شخص سلسلہ سے مستقل نسبت رکھے۔ اسکے لئے ہمارا ذمہ ہوتا ہے۔ کہ ہم اسکے باطن کو پاکیزہ اور روشن ہونے کیلئے۔ ہر لحہ فکرمند رہیں۔ سو یہ لازمی شرط ہے۔ کہ میں آپ کی باطنی ترقی کیلئے۔ توجہ اور دعا استعمال کروں۔ اللہ تعالیٰ اسکے رسول آپ پر راضی ہوں۔ اور آپ کو عبادات وتقویٰ کی توفیق عطا ہو۔ جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

ذوالقرنین۔ انکی والدہ۔ اور سہارا والی ہمشیرہ زیتون بیگم اور سب عزیزان کو میری طرف سے السلام علیکم پہنچادیں۔

خیر اندیش

نورالدین

ازایبٹ آباد مورخہ 26 مئی 83ء

عزیزم محمود احمد صاحب۔ السلام علیکم

آپکا خط ملا۔ گزشتہ ذوالقرنین صاحب کا بھی خط ملا تھا۔ انہیں میں جواب دے چکا ہوں۔ واضح ہو کہ یہ خط لکھنا صرف طریقت کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ کہ آپ سے رابطہ قائم رہے۔ تا کہ آپ اپنی عبادت و درود خوانی میں مستقل طور قائم رہیں۔ آپکا خط لکھنا بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔ کہ آپ اللہ ــــ رسول۔ دین و شریعت سے لگاؤ رکھیں۔ دنیا کے مقابلہ میں دین کو اولیت دیں۔ آپکے میرے تعلقات اسی نظریہ کے تحت ہیں۔ سو اللہ سے دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپکو اپنی۔ اپنے حبیب۔ اور دین سے لگاؤ اور محبت دل میں پیدا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیاوی تفکرات سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین ــــ

میری صحت گو اللہ کے فضل سے ٹھیک ہے۔ لیکن کبھی کبھی سر درد اور بلڈ پریشر کی اچانک تکلیف ہو جاتی ہے۔ گزشتہ $1\frac{1}{2}$ ہفتہ سے گلے میں سخت تکلیف رہی اب آرام ہے۔ اللہ کا شکر ہے چلتا پھرتا ہوں۔ بستر پر نہیں پڑا ہوں۔ باقی میری طرف سے آپکے جملہ احباب و اہل خانہ کو دعا و السلام علیکم۔ ذوالقرنین۔ انکی والدہ۔ جملہ اہل خانہ کو السلام علیکم۔ ہمشیرہ زیتون بیگم صاحبہ اور انکے گھر میں سب کو دعا و سلام۔

خیر اندیش

نور الدین

کتابیں میرے پاس پندرہ نسخے ہیں۔ ان میں سے تین کتابیں ایک تو پڑھنے کے قابل نہیں اسکے بہت سے ورق گم ہیں۔

ایک کو میں چھپائی کیلئے درست کر رہا ہوں۔ دوسری اپنے لئے۔ تین کتابیں میں دے چکا ہوں۔ ابھی تک سرور صاحب کسگمہ والوں کو بھی کتاب نہیں دی۔

تین کتابیں درست ١ کی تھیں۔ جب بھی کتاب درست کرتا ہوں سر میں درد ہو جاتا ہے۔ زیادہ دیر لکھ نہیں سکتا۔ اسلئے ابھی تک کتاب درست نہ ہو سکی۔ سرور صاحب جلدی میرے پاس آ رہے

---

١ نور العرفان کا جو ایڈیشن 1982ء میں سری نگر میں طبع ہوا۔ اس میں کتابت۔ طباعت اور بائنڈنگ کی خاصی غلطیاں رہ گئیں۔ "درست" سے یہاں مراد متذکرہ اغلاط کی درستی اور نشاندہی ہے (ناشر)

ہیں انکے ہاتھ آپ کو ایک کتاب بھیج دونگا۔ لہذا آپ۔ ذوالقرنین۔ ادریس وغیرہ کیلئے ایک کتاب بھیجدونگا۔ انشاء اللہ۔ کشمیر سے یہ کتابیں ایک آدمی کی دستی آئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ کوئی اور آدمی ملا۔ تو اور کتابیں بھیجدینگے۔ فی الحال آپ اسی پر گزارہ کریں۔ اور آئیں۔ تو اور بھیجدونگا۔ ورنہ اللہ نے چاہا میں یہاں پر ہی نیا ایڈیشن [1] چھپاؤنگا۔ پھر جتنی چاہیں کتابیں دے سکونگا۔ والسلام۔

خیر اندیش

نورالدین

---

[1] متذکرہ ایڈیشن جسکے بارے میں پیشگوئی کی گئی تھی فروری 1994ء میں آپکی زیرنگرانی شعبہ نشرواشاعت سلسلہ اویسیہ ایبٹ آباد نے طبع کرایا (ناشر)

محترم جناب مینجر صاحب (تنظیم جشن آزادی یوم آزادی پاکستان)

جرعہء عیش جو کبھی پی لیتے ہیں مجبوراً   اس میں تلخی بھی ترے غم کی ملا لیتے ہیں

صحابہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ ہمارے لئے بھی مثل قریش تفریح وخوشی کا شغل مقرر ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ ''عید کا دن'' ــــــ عید کے معنی خوشی کے ہیں۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دن مقرر فرمائے ــــــ ایک دن ایک ماہ کی مسلسل عبادت۔ ریاضت وتزکیہ کی محنت کے بعد اللہ ورسولؐ کی رضا کیلیے خوشی۔ ''عید'' منانا ــــــ دوسرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رضائے الٰہی میں۔ اپنی جان۔ مال۔ اولاد قربان کرنے کے نتیجہ میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی ''برسی'' منانے پر اللہ تعالیٰ نے اُس عمل کو مخلوقِ انسانی کیلیے۔ ایک نمونہ عمل مقرر کیا۔ کہ ہر ''برسی'' کے دن رضائے الٰہی۔ رضائے رسول حاصل کرنے کی تحریک دینے کیلیے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسوۂ ابراہیمی کے مطابق اپنی زندگیوں کو دینِ اسلام کی ترویج کیلیے۔ عبادت۔ ریاضت۔ تزکیہ۔ اور جانی۔ مالی قربانی کا جذبہ پیدا کرنا۔ اہل اسلام کیلیے۔ خوشی منانے کا اصل طریق یہی ہوگا۔

یوں تو ہمارے ارباب حکومت۔ دانشوروں۔ محققوں۔ عالموں نے 14 اگست کے دن یومِ آزادی پر جو جشنِ آزادی کا جوش وخروش کا مظاہرہ عملی صورت میں کیا۔ جو مظاہرہ اپنی دانست میں معقول سمجھا گیا اس پر غور کیا جائے۔ تو یہ اندازِ نظر۔ نظریہ پاکستان کے سراسر منافی ہے ــــــ معلوم نہیں کہ یہ انداز سوچ سمجھ کر اپنایا گیا ــــــ یا ایک کھیل کود (لہو ولعب) کی صورت میں اختیار کیا گیا ــــــ ظاہر ہے۔ چودہ دن کی مصروفیت اور جانفشانی میں قوم نے کاغذوں۔ در ودیوار کی آرائشوں۔ چراغاں پر زرِ کثیر صرف کر کے اپنا تمام وقت انہیں مصروفیات میں گزارا۔ جسکا نتیجہ۔ بلاشبہ ایک زندہ قوم کا آزادی حاصل کرنے کی خوشی میں۔ جوش وخروش کا مظاہرہ کرنا تھا۔ کہ زندہ قومیں اسی انداز سے اپنی آزادی کا جشن مناتی ہیں۔ لیکن ایسے محسوس ہوتا تھا۔ کہ یہ تمام مظاہرات جیسے ایک ہندوانہ رسم ــــــ ''دسہرے'' کی مانند۔ ہندو قوم۔ کاغذی نمائشوں کی صورت میں۔ دسہرے کے بت بنا کر۔ سری رام چندر جی کی فتح کی آزادی میں راون کے مجسمہ کو آگ لگا کر خوشی مناتے ہیں۔ اسی طرح دیوالی کے تہوار پر چراغاں کر کے مٹھائیاں تقسیم کر کے خوشی کا اظہار کرتے ہیں فرق اگر ہے۔ تو وہ لوگ کافر کہلاتے ہیں۔ اور ہم مسلمان۔ ویسے

مسلمان بھی عید میلاد النبی کی دینی خوشی ''عید'' میں۔ کاغذی جھنڈیوں۔ محرابوں کی سجاوٹ۔ اور تعزیہ نما جلوس کی شکل میں یہ دن مناتے ہیں ــــــ لیکن اسلام نے اہل اسلام کو آزادی یا میلاد منانے کیلئے۔ ''عید'' کا ایک خاص تصور دیا۔ جس میں احکامِ شریعت کے مطابق۔ عبادات۔ ریاضت و تزکیہ کو لازم رکھا گیا۔

جہاں تک نظریۂ پاکستان کا تعلق ہے۔ مسلمانوں کیلئے جشنِ آزادی منانے کا بہترین اور واحد طریق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ ''عید'' کی صورت میں مقرر ہونا چاہیے۔ اور خصوصاً جبکہ ــــــ صدرِ پاکستان صدر محمد ضیاء الحق کی نفاذِ۔ نظام اسلامی کیلئے شدید جہد میں ــــــ اور نفاذ اقامتِ الصلوٰۃ کی منصوبہ بندی کا عظیم منصوبہ پیش کیا گیا۔ ایسی صورت میں اہل پاکستان کیلئے ''جشنِ آزادی'' ــــــ ''زندہ قوموں کی جشن آزادی'' ــــــ میں عید منانے کی یہ ہندوانہ بے معنیٰ (لہوولعب کی) رسم مسلمان اور نظریہ پاکستان ــــــ اور نفاذ اسلام ــــــ نفاذِ اقامت الصلوٰۃ کے تصور کے یکسر خلاف ہے۔

بلاشبہ زمانۂ حال (یا ماضی) کے عرب تمدن میں۔ شاہ فیصل سے لیکر عرب کے ایک ادنیٰ فرد تک ''ڈانس'' کا مظاہرہ ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اس ڈانس کا انداز! ــــــ قلبی جذبات! ــــــ اور ادا ــــــ ایک منفرد تصور رکھتا ہے۔ وہ ہے تلوار! ــــــ تلوار میں اسلام کی مجاہدانہ سپرٹ اور اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عظمت کا ایک موہوم تصور شامل ہے لیکن ہمارے تمدن میں۔ ان جذبات کو خٹک ڈانس۔ پٹھواری ڈانس۔ گرل گائیڈ کے ٹیبلو ڈانس کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ نہ معلوم ان اداؤں میں کیسے جذبات قلب و ذہن پر طاری ہوتے ہیں؟

میرا یہ بیان تنقیدی حیثیت میں نہیں۔ بلکہ اربابِ حکومت اور قوم کے دانشوروں۔ محققوں کیلئے ایک ''لمحۂ فکریہ'' کی صورت میں۔ اپنی دانست میں ــــــ 14 اگست کے موقع پر ایک مسلمان قوم کو ــــــ ایک زندہ قوم کے جشنِ آزادی منانے کا حقیقی تصور کی نشاندہی کرنا مقصد ہے۔ تا کہ اہلِ پاکستان کی سوچ اور اسکے کردار پر نظر ڈالنے کی تحریک پیش کی جائے۔

مسلمان بلاشبہ ایک زندہ قوم کہلاتی ہے۔ لیکن زندہ قوموں کے اوصاف مسلمان میں پائے جانے ضروری ہیں۔ ورنہ ہندوانہ رسمیں ادا کر کے مسلمان زندہ قوموں کی صف میں شامل نہیں ہوسکتا ہے۔

جب تک کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ ''عید'' کی روح کو اپنے کردار وعمل اور فکر میں لازم نہ رکھا جائے۔ لہٰذا۔ اہل پاکستان۔ حکومت پاکستان آئندہ۔ 14 اگست کے یوم آزادی پر۔ جشن منانے کی خوشی میں۔ بھارت کے مسلمانوں پر روا رکھے گئے مظالم کو نہ بھولے۔

جرعۂ عیش جو کبھی پی لیتے ہیں مجبوراً اس میں تلخی بھی ترے غم کی ملا لیتے ہیں

کیونکہ نظریہ پاکستان میں تمام ہندوستان کے مسلمان شامل ہیں۔ انہیں علیٰحدہ رکھکر اہل پاکستان کا یوم آزادی کے جشنِ مسرت پر خوشی منانا ایک حقیقت سے چشم پوشی کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس کا بہتر طریق ـــــ عالمِ اسلام کے تمام مظلوم مسلمانوں کو اس جشن آزادی کی مسرتوں میں شامل کرنا ـــــ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ ''عید'' کے تصور کے ساتھ۔ خوشی منانا ـــــ وہ ہے۔

اول۔ پاکستان میں حقیقی اسلام۔ شریعتِ اسلام کا بنیادی تصور قائم رکھنا۔

دوم۔ نفاذِ اسلام کیلئے ''عید'' کے تصور کے ساتھ عبادت۔ ریاضت۔ تزکیہ۔ واتحاد ملی کو قائم رکھنا ـــــ جسکی ایک صورت صدر مملکت پاکستان جنرل ضیاء الحق نے نفاذِ اقامت الصلوٰۃ میں پیش کیا۔ اس سلسلہ میں۔ 14 اگست کے جشنِ آزادی منانے کیلئے۔ اسی بنیادی تصور پر چند معروضات پیش کرتا ہوں۔

تجویز (1) اول۔ یکم اگست سے 14 اگست تک۔ پاکستان کے کونہ کونہ میں۔ ہر محلہ کی مسجد میں ہر مسلمان ـــــ پانچ وقت اذان سنتے ہی۔ تمام کاروبار چھوڑ کر مسجد میں با جماعت نماز ادا کرے اس حال میں۔ کہ کسی جگہ۔ بازار۔ محلہ میں کوئی مسلمان باہر پھرتا نظر نہ آئے۔ اس موقع پر نفاذ اقامت الصلوٰۃ کی ایک مخصوص کمیٹی کو محلہ۔ بازار میں۔ نگران کی حیثیت میں تعینات کیا جائے۔ جو مسلمان مسجد میں حاضر نہ ہو۔ اسکا نام پتہ درج کر کے اقامت الصلوٰۃ کمیٹی کو دیا جائے ـــــ اس سے قبل اس تجویز پر غور کرنا ضروری ہے ـــــ جیسا کہ ہر محلہ میں اقامت الصلوٰۃ کا ایک ناظم مقرر کیا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی۔ ہر محلہ۔ میں چند دیانتدار۔ بے غرض۔ با اخلاق۔ پابند عبادات افراد۔ سات یا گیارہ۔ یا اس سے زیادہ۔ افراد کی نظام صلوٰۃ کمیٹی کے نام سے تشکیل دی جائے۔ انہیں افراد میں سے منتخب افراد کو یکم اگست سے 14 اگست تک۔ پانچ وقت اذان پر ہر شخص کو مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنے کی صورت میں نام پتہ لکھ کر اقامت الصلوٰۃ کمیٹی کو پیش کیا جائے۔ تا کہ آئندہ لائحہ عمل میں انکی اصلاح کی جائے۔

(2)۔اسلام میں اجتہاد ایک بنیادی نظریہ ہے۔اسلئے 14 اگست کے جشن آزادی میں نظریۂ پاکستان (اورنظریہ صدر مملکت پاکستان) کو مستحکم بنانے کیلئے۔''عید'' کو قائم کرنے کیلئے۔ایک اجتہادی صورت پیش کی جائے۔کہ شریعتِ اسلامی میں مقرر کردہ۔''عید''۔ماہ رمضان (عید الفطر) اور عید الاضحیٰ کی عیدوں سے سوا ــــ عید میلاد النبی کی طرح ''عید آزادی'' منانے کا اہتمام کیا جائے۔جسکی پہلی صورت تجویز نمبر 1 میں بیان کی گئی ــــ کہ چودہ دنوں میں ہر محلہ۔ہر مسجد میں۔ہر مسلمان۔پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کرے۔

(3) دوسری تجویز: 14 اگست کو اسلامی عید کی صورت میں منایا جائے۔جیسے شریعت کی عیدوں میں اہتمام کیا جاتا ہے کہ تمام اہل پاکستان ــــ اگر علمائے اسلام کے نزدیک دو رکعت نماز نفل (اجتہادی صورت میں) پڑھنا جائز ہو۔تو بجائے عیدگاہ کے۔ہر محلہ میں۔ہر مسجد میں۔ہر بالغ مرد (لڑکا بچہ) جمع ہوکر دو رکعت نماز ادا کریں۔اس حال میں کہ پاکستان کے کونہ کونہ میں۔بیک وقت۔ایک آواز یعنی مقررہ وقت پر (صبح دس بجے یا جو وقت نفاذ اقامت کمیٹی مقرر کرے) تمام مسجدوں میں مسلمان جمع ہوں ــــ اگر علمائے اسلام اس اجتہادی عمل کو جائز قرار نہیں دیتے۔تو اسکے متبادل طریق ــــ یہ کہ ہر محلہ کی مسجد میں محلہ کے تمام بوڑھے۔جوان۔نوجوان۔بچے۔پڑھے لکھے۔ان پڑھ جمع ہوکر۔قرآن شریف کی تلاوت کریں۔اوران پڑھ کلمہ توحید کا ذکر کریں۔دو گھنٹہ تک۔اسکے بعد علمائے اسلام میں مخصوص علما۔محلہ کی مسجد میں وعظ کریں۔جس میں نماز ــــ اخلاق حسنہ۔اتفاق۔اتحاد کا درس دیا جائے۔اور ہر برائی کی نشاندہی اوراسکے عذاب کا تصور۔اور پانچ وقت مسجد میں حاضری کی تلقین کریں۔وعظ کے بعد۔بحیثیت مجموعی۔ذکر ودرود آدھ گھنٹہ جاری رکھا جائے۔اسکے بعد یہ ''عید'' کا عمل ختم ہوکر لوگ گھروں تک زور زور سے تکبیر پڑھتے جائیں۔اسکے بعد (مثل عید الفطر۔الضحیٰ) گھر میں حسب توفیق کھانا پکا کر ایک دوسرے کے مہمان بنا کر اکٹھے کھانا کھائیں۔

(4) تجویز ــــ 14 اگست کے جشن آزادی منانے کیلئے ایک بنیادی منصوبہ پر نظر رکھنا ضروری ہے۔کہ منصوبۂ نفاذِ اقامت الصلوٰۃ میں ایک فرد کو امیر بنا کر سند دینے سے علاوہ۔ایک امیر کی ارادت میں نیک نفس افراد کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔جو محلہ کے تمام افراد۔چھوٹے۔بڑے۔مرد۔عورت کی اصلاح

کیلئے کام کرے۔ جسکے ذمہ۔ محلہ کے تمام افراد کی اخلاقی۔ اصلاح میں معاشرتی۔ تمدنی اصلاح بھی لازم رکھی جائے۔ اور محلہ کے ہر فرد کے کردار کو نظر میں رکھکر اسکی اصلاح کی جائے۔ جسکے لئے ایک تجویز یہ ہے کہ ہر محلہ میں مغرب کی نماز کے بعد محلہ کے تمام بالغ افراد مسجد میں جمع ہو کر۔ محلہ کے ہر فرد کے کردار و عمل کا جائزہ لیں۔ محلہ کے لوگوں کی تکالیف کا جائزہ لیا جائے۔ اسکے ساتھ ہی۔ بے راہ رو۔ آوارہ افراد کو نظر میں رکھکر ۔ ہر شام انہیں مسجد میں بلا کر۔ حسنِ اخلاق۔ اور نماز وغیرہ کی تلقین کی جائے تا کہ رفتہ رفتہ ایسے افراد شریف اور عبادت گزار بن کر محلہ میں ایک خوبصورت ماحول پیدا ہو۔ لہٰذا ہر شام محلہ کے لوگ آپس کے حالات پر غور کریں ــــ اسکے بعد نماز جمعہ کو ہر حال میں محلہ کے تمام لوگ نماز با جماعت کیلئے حاضر ہوں۔ اس روز اہتمام کے ساتھ غسل اور صاف ستھرے کپڑے پہننا لازم رکھا جائے۔ جمعہ میں بجائے۔ آپس کے عقائد پر کیچڑ اچھالنے کے علماٗ صرف لوگوں کو عبادت سے لگاؤ۔ رجوع اور آپس میں اتفاق واتحاد کا درس دیں۔

(5) 14 اگست کے موقع پر ــــ یہ بات بہت مناسب ہوگی۔ کہ پاکستان میں نفاذِ اقامت الصلوٰۃ۔ کو ایک نیم آئینی حیثیت دی جائے۔ کہ اس تنظیم کو مستحکم بنیادوں پر منظم کیا جائے ــــ

(i) یہ کہ محلہ میں سب سے زیادہ عالم (گریجویٹ) مدبر۔ با اخلاق۔ شریف النفس انسان کو امیر منتخب کرنا ضروری ہے۔

(ii) محلہ کے افراد میں۔ ایسے ہی پڑھے لکھے۔ شریف النفس لوگ جو تنظیمی امور میں بحث وغور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ان پر نماز پانچ وقت لازم رکھی جائے۔ اسکے ساتھ ہی ایسے لوگ جو قرآن وحدیث پر کسی حد تک فہم رکھتے ہوں۔ اس حال میں کہ وہ کسی جماعت کے (اہل سنت۔ وہابی۔ دیو بندی۔ مرزائی) نظریات پر عقیدہ نہ رکھتے ہوں کہ کسی فرقہ کی بالادستی۔ مسجد یا محلہ میں قائم کر کے جماعت بندی کا رجحان پیدا کیا جائے ــــ ایسے ہی افراد میں سے اقامت الصلوٰۃ کمیٹی تشکیل دی جائے۔ جنہیں اختیارات دیئے جائیں۔ کہ وہ ہر مسلمان کو اخلاقاً۔ ملائمت کے ساتھ۔ تدبیر اور خوش گفتاری کے ساتھ شریعت کے احکام کا پابند کریں۔ اور کسی فرد کی عدم قبولیت انحراف کی صورت میں۔ اسے قانونی تعزیر کے ذریعہ نرم کیا جائے ــــ یا کسی کی غیر اخلاقی حرکت وعمل پر اسے سرزنش کی جائے۔ جرم کی صورت میں۔

اسے قانون کے حوالے کیا جائے ــــ تا کہ اس طرح محلہ وار جرائم کی روک تھام سے شہر اور ملک میں جرائم کو بڑھنے کا موقع نہ مل سکے۔اس طرح نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمہ میں۔آسانی۔اور کامیابی حاصل ہوگی۔اس حال میں کہ آئندہ پولیس اور قانون کی بھی ضرورت پیش نہ آئیگی۔

(iii) اقامت الصلوٰۃ کمیٹی کو استحکام پیدا ہو۔تو زکوٰۃ کی تقسیم اور صاحبِ ثروت لوگوں سے۔صدقات کے حصول۔اور زکوٰۃ کی رقوم الصلوٰۃ کمیٹی کو دیئے جائیں۔تا کہ کمیٹی محلہ۔محلہ کے مستحق افراد میں بیواؤں ۔یتیموں۔ضرورت مند ذہین طالبعلموں کی مدد میں۔جائز طور رقم تقسیم ہوکر۔شریعتِ اسلامی کے ضابطہ کے تحت صحیح مقام پر زکوٰۃ وصدقات تقسیم ہوکر صحیح معنوں میں ثواب حاصل ہو۔بجائے اسکے کہ غیر ضروری طریق پر بیواؤں کو مشینیں دی جائیں۔جبکہ ان مشینوں کا صحیح استعمال نہیں ہوتا اس طرح نفاذ اقامت الصلوٰۃ کمیٹی کے ذریعہ محلہ۔شہر۔ملک کے ہر مستحق کو اسکی ضرورتیں پوری ہوکر قوم ملک کے افلاس ختم ہونے میں مدد ملے گی۔

یہ کام۔14 اگست کے جشن آزادی کے دن۔ایک دن مقرر کیا جائے۔کہ اس عید کے موقع پر جبکہ سال بھر میں۔محلہ کے غربا۔بیوائیں۔یتیم۔طالبعلموں کی ایک فہرست مرتب ہوگی۔اور ہر فرد کی ضرورت کے مطابق اسکے لئے امداد کا تعین کیا جائے۔اور 14 اگست کے دن۔ہر مستحق کو۔زکوٰۃ۔صدقات میں سے۔کھانے پینے کی ضرورتیں۔کپڑے اوڑھنے کی ضرورت ــــ کسی مجبور قرض دار کی ضرورت۔طالب علم کی تعلیمی ضرورت۔کسی یتیم لڑکی کی شادی کی ضرورت۔سب اقامت الصلوٰۃ کمیٹی کے ذریعہ انجام پائیں تو ایک خوبصورت تنظیم سے ہر مستحق کو اسکی ضرورت کے مطابق امداد میسر ہوگی۔ جس سے معاشرہ میں غریب عوام کو بھی سکون میسر ہوسکیگا۔

(6) نظام صلوٰۃ کمیٹی۔ہر مسجد کو نظام صلوٰۃ کمیٹی کا مرکز بنایا جائے ــــ محلہ کے تمام افراد منتخب کمیٹی کے افراد کی تجاویز۔مشوروں۔اور احکام کو قبول کریں۔(یہ کمیٹی کی آئینی حیثیت ہوگی)

(7) نفاذ اقامت الصلوٰۃ کمیٹی۔محلہ کے تمام افراد (بالغ لڑکے) کی ایک فہرست مرتب کرے۔جس میں اولاً مسجد میں باجماعت نماز میں حاضری کو لازم سمجھا جائے۔دوسرے مغرب کے بعد محلّہ کے معزز۔بڑے بوڑھے افراد کی حاضری کو لازم قرار دیا جائے۔تا کہ روزمرہ حالات جو واقعات۔خیر وشر۔اچھے

برے۔ پیش آئیں۔ان پر غور و فکر۔ اور اصلاح کے طریق طے کئے جائیں۔ مزید براں پانچ وقت نماز میں اکثر غیر حاضر افراد کی نشاندہی ہوکر۔ ان کی اصلاح اور عبادت سے لگاؤ کی تدبیر دینی حیثیت میں کی جائے۔

(8) مسجد کے جملہ لوازمات صلوٰۃ کمیٹی کے ذریعہ پورے کئے جائیں۔ جن میں۔ ایک صحیح امام کا انتخاب ۔جس میں امام کیلئے دیانتدار۔ بے غرض۔ لالچ وحرص سے پاک۔ امامت کے تمام ارکان وعقائد سے مکمل طور آگاہ۔ قرآن وحدیث پر کسی حد تک عبور ـــــ جماعت بندی سے علیحدہ کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ ایک صورت یہ بھی ہو۔ کہ امام محلہ کا ایک عالم جو قرآن وحدیث کی فہم رکھتا ہو۔ ارکان نماز سے اچھی طرح واقف ہو۔ کثرت عبادات کا عادی ہو۔ نیک نیت۔ بااخلاق ہو ـــــ امام میں یہ صفات ہونا ضروری ہیں۔ اگر محلہ میں ایسا امام میسر نہ ہو۔ تو باہر سے ایک امام لایا جائے۔ جو اپنی ضرورتوں میں مجبور نہ ہو۔ برسر روزگار ہو۔ اور مسجد کی آمدنی پر انحصار نہ رکھتا ہو۔ دوسری صورت اگر برسرِ روزگار نہ ہو۔ تو اقامت الصلوٰۃ کمیٹی ایسے امام کیلئے اسکی ضرورتوں کو پورا کرے۔ اس حد تک کہ امام۔ سنت نبویؐ۔ سنت خلفاؑ کی حد سے باہر اپنی ضرورتوں کو نہ پھیلائے۔ روٹی۔ کپڑا۔ اور بقیہ مختصر ضرورتوں سے سوا۔ وہ مزید (شب قدر۔ فطرانہ۔ صدقات وغیرہ) کا طلبگار نہ ہو۔ نہ اسے ایسی مدوں میں سے کچھ دیا جائے ـــــ امام کیلئے۔ اسی طرح کثرتِ عبادت۔ ریاضت۔ تزکیہ۔ تقویٰ۔ رات جاگنا لازم۔ تاکہ اس میں امام کی صفات پوری ہوں۔

(9) امام کیلئے روزینہ مقرر کرنے کی صورت میں۔ خواہ وہ جنس قبول کرے۔ یا نقدی کی صورت میں۔ محلہ کے تمام ہوشمند بچوں کو قرآنی تعلیم۔ اور حسنِ اخلاق وادب سے آراستہ کرنے میں دیانت وامانت کو لازم رکھے۔

(10) 14 اگست یوم آزادی کے جشن کے موقع پر۔ ملک کے تمام دانشوروں۔ سیاست دان لیڈروں کا ایک ملک گیر اجتماع کی ایک تجویز قابل غور ہوسکتی ہے۔ کہ ملک کے تمام ذمہ دار افراد ایک مقام (اسلام آباد) پر اکٹھے ہوکر اس جشن آزادی۔ ''عید'' میں شامل ہوکر نظریہ پاکستان کا عملی مظاہرہ کرکے ملک کی فلاح ـــــ اول مسلمان کی دین اور احکام کی تابعداری کی رغبت اور دوسرے ملکی ترقی کیلئے بہتر تجاویز اور

ان پر عملی اقدام کے کامیاب منصوبے طے کئے جائیں تا کہ کسی ایک جماعت کو ملک کے استحکام کیلئے منتخب کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ تمام قوم اور قوم کے لیڈر حسن نیت سے ملکی مفاد کے جذبہ کے تحت ملک کی فلاح واستحکام کے منصوبے طے کرکے۔ 14 اگست یوم آزادی کے موقع پر ایک کنونشن یا اجلاس کی صورت میں۔ اپنے اپنے منصوبے پیش کرکے۔ تمام لیڈر متفق ہوکران منصوبوں میں کامیاب ذرائع استعمال کرنے کی تجویزیں پیش کریں۔

(11) جہاں تک نظریہ پاکستان کا تعلق ہے۔ اس نظریہ کے تحت اہل پاکستان سے سوا بھارت کے مسلمانوں کو بھی جشن آزادی میں شامل کرنے کا ایک بہترین انداز ـــ جشن آزادی کو شریعتِ اسلامی کے مطابق۔ ''عید'' کی صورت میں منایا جائے۔ جس میں امتِ محمدیؐ کیلئے۔ جشن۔ ''عید'' منانے کا طریق۔ عبادات۔ ریاضت وتقویٰ کو شامل رکھا جائے۔ یہ عمل ہر مسلمان خواہ پاکستان میں ہو۔ یا بھارت میں مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ اس جشن میں عبادات کے تصور کے ساتھ سب مسلمان شامل ہوسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں۔ 14 اگست کے موقع پر یہ جشن صرف اہل پاکستان کیلئے مخصوص نہیں ہوگا۔ بلکہ بھارت کے مسلمان بھی عبادات وریاضت کی صورت میں حصہ پاسکینگے۔ اسی طرح یہ جشن آزادی۔ شریعت اسلامی کے تصور کے ساتھ تمام عالمِ اسلام تک وسیع ہوسکتا ہے۔ کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے۔ ہر ملک میں اسی انداز سے دینی مظاہرہ کی صورت میں۔ اسلامی جشن۔ عید کا مظاہرہ کرکے۔ دنیا پر اسلامی پاکیزگی کا نمونہ پیش کرکے۔ اسلام اور پاکستان کی عظمت غیروں کے دلوں میں بٹھاسکینگے۔

یہ تمام تجاویز ایک طرف نفاذ اقامت الصلوٰۃ۔ اور دوسری طرف۔ اہل پاکستان کے یوم آزادی کے موقع پر۔ نظریہ پاکستان کی بنیاد پر۔ جشن آزادی منانے کا بہترین طریق ہے۔ کہ ہر اہل پاکستان اس نظریہ توحید (کلمہ پاک) کے تصور کے ساتھ۔ اپنی دینوی۔ اور روحانی (شرعی) اصلاح کو بنیادی حیثیت دیکر۔ عبادات۔ ریاضت۔ تزکیہ۔ اخلاق حسنہ۔ اور اتحادملی کے جذبہ کے ساتھ روحانی تزکیہ حاصل کرکے اپنے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کیلئے بھی جشن آزادی کی خوشی کا خواہاں ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ ہماری احکامِ خداوندی سے لاتعلقی۔ محض مادی فروعی ذریعوں کو خوشی کا ذریعہ بنا کر حقیقت سے

تغافل کی صورت میں۔ ہمارے گناہ معاف کر کے فی الحقیقت پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنا کر تمام عالم کے مسلمانوں۔ خصوصاً بھارت کے مسلمانوں کیلئے امن وسلامتی کا ذریعہ بن سکیں۔ فقط

العارض

محمد نور الدین

3404 لنک روڈ۔ ایبٹ آباد

از مظفر آباد مورخہ 24 نومبر 83ء

عزیزم ذوالقرنین صاحب۔السلام علیکم!

آپکا خط ملا۔ میں 19 نومبر کو مظفر آباد آ گیا تھا۔یہاں کچھ ضروری کام تھا۔خیال تھا کہ 24 نومبر واپس ایبٹ آباد جاؤنگا۔مگر رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ایک تو مجھے خود تکلیف ہوگئی۔دانت میں شدید درد ہوا۔دانت نکالنا پڑا۔دوتین دن سر درد میں مبتلا رہا۔اسکے ساتھ ہی ہمارے ایک عزیز کا اپریشن ہونا تھا۔کل اسکا اپریشن ہوا۔اس وجہ سے۔مجھے مجبوراً یہاں رکنا پڑا۔کچھ دن مجھے یہاں ٹھہرنا پڑیگا۔خیال ہے انشاء اللہ 26-27 نومبر میں واپس ایبٹ آباد جانے کی کوشش کرونگا۔گھر پہنچکر پھر میرپور آنے کا پروگرام طے کرونگا۔اس سلسلہ میں آپ کو راجہ محمد سرور صاحب کے ذریعہ اطلاع کردونگا۔اسلئے آپ میرا انتظار کریں۔اللہ کو منظور ہوا۔تو میرپور آپ سے ملاقات ہوجائیگی۔

باقی آپ کو مبارک ہو کہ آپ انتخاب میں کامیاب[1] ہوگئے اس سلسلہ میں اب آپ پر قوم کی خدمت کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔کہ اپنی کوئی غرض۔مطلب دل میں نہ رکھیں۔صرف اپنے گاؤں کے لوگوں کیلئے جو کچھ خدمت ہوسکتی ہے۔بے لوث خدمت کریں۔آپ سے ان لوگوں کو ہر طرح کی آسانی ملنی چاہیے۔آپ کو قدرت نے ایک مقام دیا۔کہ لوگوں نے تمہیں اپنا مددگار۔اور رہبر بنایا۔اسلئے یہ موقع کہ آپ اپنے مقام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔گاؤں میں ایک اسلامی انجمن بنائیں۔انکے ذریعہ گاؤں کے بالغ لوگوں کو نماز کی تلقین کریں۔اور اکثر جمعہ کے دن مسجد میں اجتماع کر کے لوگوں کو نماز کی طرف بلائیں۔اور جو لوگ ایک دوسرے کے مخالف ہوں ان میں دوستی و محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔کہ گاؤں میں کوئی ایک دوسرے کا مخالف نہ رہے۔ہر شخص ایک دوسرے کی مدد اور خیر خواہی کیلئے آپ کا ساتھ دے۔تو معاشرہ اچھا بن جائیگا۔معاشرہ نیک ہوا۔تو اللہ کی مدد اور ہدایت بھی میسر ہوگی۔اس طرح لوگوں کو آسودگی۔اطمینان اور خوشحالی عطا ہوگی۔اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے مشن میں کامیابی عطا کرے۔اور آپ کو عزت و سلامتی عطا ہو۔والسلام۔گھر میں آپکی والدہ کو السلام علیکم۔مبارکباد۔اہل خانہ بیوی بچوں

---

[1] راجہ محمد ذوالقرنین صاحب آزاد کشمیر میں 1983ء کے بلدیاتی الیکشن میں ڈسٹرکٹ کونسلر منتخب ہوئے۔(ناشر)

کو دعا۔۔۔۔ ایوب معلوم نہیں کہاں ہے۔ اسے چاہیے مجھے خط لکھے۔ اگر گھر پر ہو۔ تو انشاءاللہ آخر ہفتہ نومبر یا دسمبر پہلے ہفتہ میں میر پور آنے کی کوشش کرونگا۔ دراصل میرے سر میں مستقل درد رہتا ہے۔ اس وجہ سے سفر کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ انشاءاللہ میر پور تک آنے کی کوشش کرونگا۔ والسلام۔ تین چار دن سے یہاں بھی خط لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ سرور صاحب کو بھی خط نہ لکھ سکا۔

خیر اندیش

نورالدین

ایبٹ آباد 23-2-84

برادرم اکرم وادریس صاحب۔ السلام علیکم

آپکا خط ملا۔ حالات سے آگاہ ہوا۔ یہ رونا دھونا تو رہیگا ہی۔ کیونکہ انسان۔ انسان ہے۔ بندہ ہے۔ مجبور ہے اور پھر دنیا پر کوئی کر ہی کیا سکتا ہے۔ مجبور جو ہوا۔ انسان فطری طور مجبور ہے۔ کتنا چلائے۔ کتنے حیلے کرے۔ کتنی باتیں بنائے مگر۔ ان باتوں سے انسان کی مرضی اور خواہش پوری ہو نہیں سکتی۔ مجبور ہے۔ باقی یہ ''دم مارنے کی مجال نہیں'' وغیرہ یہ سب ترس دلانے کیلئے الفاظ ہیں۔ دم مارنے کی مجال نہیں۔ لیکن کہہ سب گئے۔ بھلا مجھے بھی پتہ ہے میں وکیل ہوں۔ میں نے وکالت کا عہدہ آپ ہی کیلئے سنبھالا ہے۔ پھر میں نے وکالت ہی تو کرنی ہے۔ آپ کے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں صرف اپنی مرضی کے مطابق کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ انسان ہیں۔ بشر ہیں۔ آپ کسی طرح اپنی مرضی کے مطابق۔ دنیا نہیں چلا سکتے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ سے کہا تھا جب میں چاہوں اس وقت دھوپ دے۔ جب میں چاہوں بارش دے۔ حضرت موسیٰ کی مرضی کے مطابق دھوپ بارش ہوتی رہی۔ فصل بہت عالی شان ہوا۔ حضرت موسیٰ خوش ہوئے۔ کہ بروقت سامان ملنے سے فصل کتنی اچھی ہوئی ــــــ اللہ تو کبھی بارش نہیں دیتا۔ کبھی دھوپ بروقت نہیں دیتا۔ فصل بھی کم ہوتا ہے۔ اس سال امت جی کھول کر کھائیگی۔ مگر بدقسمتی سے جس نے گندم کھائی اسے جلاب شروع ہو گئے۔ کوئی گندم نہ کھا سکا۔ سارا فصل آخیر کیڑے کھا گئے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی توبہ میری اب میں اپنی مرضی سے کچھ نہ مانگونگا۔ یہی تو ہے۔ کہ یہاں دم مارنے کی مجال نہیں۔ آپ کی بات تو دل میں اتر گئی مگر آگے بھی تو کوئی ہستی بیٹھی ہے جہاں کسی کو بھی دم مارنے کی مجال نہیں۔ لہٰذا صبر شکر کر کے وقت گزاریں اور اپنا عمل جاری رکھیں۔ باقی مقدمہ جناب والد صاحب کے ذمہ ڈال دیں۔ انکا شغل جاری رہیگا۔ آپ خود اس میں Interest نہ لیں۔ خود ہی مقدمے ختم ہو جائینگے ــــــ یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ آپ کو کس قسم کی مالی پریشانی ہے۔ کیا بنک والوں نے روپیہ بند کر رکھا ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو سلیم صاحب سے مشورہ لیں۔ اور Head of the department کو درخواست دیں۔ باقی میں تو پھنسا ہی ہوں۔ وکالت خود ہی مول لی آپ کی اور وکالت بھی کر رہا ہوں ــــــ مزید خصوصی طور توجہ کرونگا۔ فکر نہ

کریں۔اللہ سب کا اچھا کریگا ـــــ یہاں کافی سردی ہے۔شدید برفباری ہوئی ہے۔میں سردی سے کافی متاثر ہوں۔اللہ کا فضل ہے۔زیادہ تکلیف نہیں میں گزشتہ غالباً 2-3 فروری سرور صاحب سے رخصت ہو کر گھر 6 فروری کو پہنچا تھا۔کبھی کبھی شکایت ہوتی ہے۔ویسے عام طور اچھا ہی دن گزرتا ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر۔

اس سال 16 مارچ کو عرس کرنے کا پروگرام ہے۔آپ ذوالقرنین صاحب۔محمود صاحب کو بھی مطلع کریں۔ذوالقرنین سے کہیں کہ وہ مطلع کریں۔کہ کون کون سہار۔کالا ڈب سے شرکت کریگا۔

محمود صاحب کو میں نے وعدہ کیا تھا کہ میر پور پہنچکر سلیم صاحب کے ہاتھ تعویذ بھیجونگا۔مگر موقع نہ مل سکا طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہ تھی ـــ اب یہاں سے بھی جلدی تعویذ نہ لکھ سکا۔نام کا پرچہ صحیح پتہ نہ لگ سکا۔اب میں تعویذ بھیج رہا ہوں۔آپ ان تعویذوں پر محمود سے پوچھکر نام لکھدیں میں نے نام کی جگہ.........Blank رکھی ہے۔تعویذ میں نے کھلے رکھے ہیں۔کھول کر نام لکھدیں اور تہہ کر کے۔گلے میں ڈالنے والا سبز کپڑے میں منڈھ کر گلے میں ڈالے دوسرا بھی سبز کپڑے میں منڈھ کر درخت میں باندھیں۔

راجہ ذوالقرنین صاحب۔انکی والدہ۔اہلیہ اور اہل خانہ بچوں کو دعا والسلام علیکم۔سہار میں سب بہن بھائیوں خصوصاً ہمشیرہ زیتون کو میرا السلام علیکم۔میر پور جانا ہو تو سلیم صاحب انکی والدہ اور گھر میں سب کو السلام علیکم پہنچا دینا۔باقی خیریت۔

خیر اندیش

نورالدین

از ایبٹ آباد مورخہ 27 جون 85ء

محترمہ ہمشیرہ زیتون بیگم صاحبہ۔ السلام علیکم

آپکا خط ملا۔ پڑھکر بہت دکھ ہوا۔ کہ آپ پر بہت آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل کرے۔ ہمشیرہ اللہ تعالیٰ۔ اسکے حبیب جس کو پسند کریں۔ اسکو آزمائش ضرور ہوتی ہے یہ بھی اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ میں آپ کو اکثر یاد کرتا ہوں۔ آپ کے لئے دعا گو ہوں۔

میں جلدی خط نہ لکھ سکا۔ اول تو مقدمہ کی پریشانی۔ مہینے میں ایک دو۔ بلکہ تین بار عدالت جانا پڑتا ہے۔ لوگ رشوت کھاتے ہیں۔ انصاف نہیں کرتے۔ جس وجہ سے مجھے بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ دو مقدمے عدالت میں ہیں۔ ایک مقدمہ کورٹ مارشل میں ہے۔ ابھی تاریخیں لگتی ہیں۔ کسی مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس وجہ سے مصروفیت بہت رہتی ہے۔ دوسرے صحت کمزور ہے۔ یہاں بھی کافی گرمی ہے۔ بارش 1½ ماہ سے نہیں ہوئی۔ روزے بھی تھے۔ پندراں روزے اچھی طرح سے گزارے۔ ایک دن اچانک سحری کھائی۔ معدے میں سخت درد ہوا۔ تین گھنٹے الٹی ہوتی رہی۔ ڈاکٹر نے ہسپتال داخل ہونے کیلئے کہا۔ ہسپتال میں ڈاکٹر نے بتایا۔ گردے میں تکلیف ہے۔ تین دن دوا استعمال کی پھر یرقان ہو گیا۔ سخت تکلیف رہی۔ حکیم صاحب سے علاج کرایا۔ دو دن ہوئے دوائی چھوڑ دی آج تک دوا استعمال کرتا رہا۔ روزے رکھنے سے ساتھ بیماری کی وجہ سے کمزوری بہت ہو گئی۔ بستر پر ہی لیٹا رہتا ہوں۔ اللہ کا فضل ہوا۔ روزے پورے ہو گئے صرف الٹی۔ قے کی وجہ سے اور گردے میں تکلیف کی وجہ سے چار روزے نہ رکھ سکا۔ باقی روزے اللہ نے پورے کر دیئے۔ عید بھی اچھی ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے۔ آج مجھے کوئی تکلیف نہیں سب بیماری دور ہو گئی۔ یہاں بھی گرمی سخت ہے۔ بارش نہیں ہوئی۔ پھر روزانہ مہمان آتے رہتے ہیں۔ اسلئے فرصت نہیں ملی کہ آپ کو خط لکھوں۔ بہر حال اللہ کا فضل ہے۔ اب میں صحت یاب ہوں۔ پنجاب میں بھی بہت گرمی ہے۔ میں ایسے موقع پر گھر سے نہیں نکل سکتا۔ میر پور آنا تو بہت مشکل ہے۔ اللہ نے زندہ رکھا تو انشاء اللہ ملاقات کرینگے۔ میری طرف سے گھر میں سب کو۔ اور گاؤں میں سب پوچھنے والوں کو السلام علیکم۔ راجہ بشیر صاحب آئیں تو انکو بھی میرا السلام علیکم کہہ دیں۔ گزشتہ رمضان شریف میں۔ میجر ایوب۔ انکی والدہ۔ بیوی بچے میرے پاس آئے تھے۔ ان سے ملاقات ہو گئی۔ باقی

خیریت۔ سلیم کی والدہ وہاں ہوں تو انکو بھی میری طرف سے السلام علیکم کہدیں۔ زاہد حسین۔ امین وغیرہ کو دعا۔ اللہ تعالیٰ امین کو صحت عطا فرمائے۔ اسے مستقل طور ہسپتال میں رکھیں۔ وہاں پورا علاج کیا تو انشاء اللہ صحت ہو جائیگی۔ والسلام۔

خیر اندیش

نورالدین

ازایبٹ آباد

عزیزہ ہمشیرہ زیتون بیگم۔ سلامت رہو۔

السلام علیکم۔ یہ سن کر شدید دکھ اور غم ہوا کہ الطاف دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ اسکی عمر مجھ سے بہت کم تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے آگے کسی کا چارہ نہیں۔ یہ دکھ کی بات ضرور ہے۔ مگر ایسے موقع پر ہر ایک کے لئے صبر وضبط ضروری ہے۔ اسکے عزیزوں۔ بیوی۔ بچوں کو میری طرف سے افسوس کا اظہار کریں۔ خصوصاً آفتاب کو اگر وہ گھر میں ہو۔ اور الطاف کی بیوی کو میری طرف سے افسوس کا اظہار کریں اور نصیحت کریں۔ کہ اللہ کی مرضی پر راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بچے کو سلامتی سے رکھے۔ وہ آپ کی خدمت کیلئے ہر وقت حاضر رہینگے۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ ابھی آپ کے بچے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ الطاف کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آپ کو صبر کرنا چاہیے اللہ آپ کو صبر اور ہمت دے۔

باقی تمام عزیزوں کو میری طرفسے اظہار افسوس کریں۔ میں اللہ کے فضل سے خیریت سے ہوں۔ رمضان شریف میں پندراں روزے کے بعد۔ گردے میں تکلیف اور یرقان کی تکلیف ہوگئی تھی۔ اب اللہ کا فضل ہے۔ کوئی تکلیف نہیں ٹھیک ہوں۔ مقدمہ ابھی چل رہا ہے۔ ابھی تک کسی مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ امید ہے آئندہ بہتر ہوگا۔ میری طرف سے گاؤں کے سب بہن بھائیوں۔ بیٹیوں کو دعا و السلام علیکم۔

خیر اندیش

نورالدین

ازایبٹ آباد مورخہ 13 اکتوبر 85ء

جناب اکرم ادریس صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ بہت عرصہ بعد ملا ___ ابھی تو خط وکتابت کا یہ حال ہے کہ مہینوں بعد ایک خط لکھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ میرا سایۂ رفاقت معلوم نہیں قیامت تک رہ سکتا ہے۔ یا نہیں۔ ہے بھی یا نہیں۔ ہوتو نظر نہیں آتا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سایۂ رفاقت کی آس وامید میں برسوں گزار دیں۔ یہاں تک کہ قیامت بھی سر سے گزر جائے تو سایہ کہیں نظر ہی نہ آئے ___ یہ شک وشبہ والی باتیں آپ لکھ رہے ہیں۔ میرا کیا قصور۔ آپ خود ہی خط چھ چھ ماہ بعد لکھ کر یاد فرماتے ہیں۔ ایسی صورت میں سایہ بھی لمبا ہو جاتا ہے۔ البتہ یقین محکم ہو۔ تو چاہے ادراک ہو یا نہ ہو۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ___ یہ سمجھا جائے کہ فقیر۔ فقیر ہوتو سایۂ رفاقتِ روحانی ہر لحہ قائم ہوتا ہے۔ اس کو سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف یقین کے ساتھ اطمینان حاصل کیا جائے۔ تو سایہ ہی سایہ ہے۔ ورنہ ادراک کا بہانہ درمیان میں رکھکر انسان شک وظن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور زبان پر شکایت آجاتی ہے۔ طالبِ صادق کیلئے شکایت جائز نہیں۔ دراصل قلب میں انوار کے جذب کی استطاعت نہ ہو۔ تو خواب میں کیفیت دکھائی جاتی ہیں۔ آپ کو یقین ہی نہ رہا ___ جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔ ابھی تو صبر وضبط کی خو بھی قائم نہیں ہوئی۔ یہاں تو بیس سیر کا کلیجہ ہونا چاہیے۔ چڑیا جتنا دل ہو تو اس میں کسی کیفیت کے سمانے کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا دل بڑا کر کے اپنے کام اور وعدے پر اطمینان سے قائم رہیں۔ اللہ رحم کریگا۔ پرسان حال کیخدمت میں السلام علیکم۔ میں دو تین ہفتہ سے ٹھیک نہیں رہا۔ مصروفیت بہت ہے اسلئے جلدی کسی کو بھی جواب نہ دے سکا۔ آپ کو جلد خط لکھا۔ باقی میں خیریت سے ہوں۔

ارادہ ہے۔ انشاءاللہ نومبر کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں میرپور کا دورہ کروں۔ اگر زندگی رہی ___ اور مقدے کی تاریخیں ساتھ ساتھ نہ ہوں۔ درمیان میں لمبا gap مل گیا۔ تو کوشش کرونگا۔ ویسے بھی انشاءاللہ آئندہ ماہ سرد موسم ہوگا تو ملاقات کیلئے کوشش کرونگا۔ والسلام

خیراندیش

نورالدین

ازایبٹ آباد مورخہ 20 فروری 86ء

عزیزم ذوالقرنین صاحب۔السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔میری صحت دو تین ہفتہ سے ٹھیک نہیں۔میرا ارادہ تھا۔کہ گزشتہ آخر جنوری میں میر پور آنے کا مگر صحت کمزور تھی۔اور تکلیف بھی تھی۔مقدمات بھی تھے۔ایک مقدمہ۔/107 خارج ہو گیا۔دوسرا بھی چلتا ہے آئندہ 3 مارچ تاریخ ہے۔میرا ارادہ پہلے تھا۔میں میر پور آؤں۔مگر صحت ٹھیک نہیں رہی۔بلکہ گزشتہ 2 فروری راجہ معظم خانصاحب مرحوم کی وفات کی خبر بھی ملی تھی مگر صحت کی خرابی کے باعث میں گھر سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔اب بھی ارادہ تھا۔کہ 19 فروری روانہ ہونگا۔مگر تین چار دن سے پھر بلڈ پریشر اور سر درد کی تکلیف زیادہ ہوگئی جس وجہ سے ابھی پروگرام ملتوی کردیا۔ارادہ ہے۔انشاء اللہ 22 فروری ہفتہ کے دن پھر کوشش کرونگا۔دیکھئے اللہ کو کیا منظور ــــ اس سال اللہ کو منظور ہوا۔زندگی ہوئی تو میں نے عرس شریف ماہ مارچ میں کرنے کا ارادہ کیا ہے۔اس سال 14 مارچ جمعہ کے دن عرس کرنا طے کیا ہے۔اس دن 2 رجب حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی پیدائش کا دن بھی ہے۔عرس سے متعلق میرا ایک نیا پروگرام جسکے متعلق آپ۔ادریس۔محمود صاحب اور دیگر درود خوان احباب کو پروگرام سے متعلق اطلاع دینگے۔خاص کر۔اکرم ادریس صاحب۔اور محمود صاحب کو۔کہ یکم مارچ سے اپنے علاقہ کے قریب رہنے والے درود خوان۔اور اپنے قریبی دوست۔اگر سکول کے بچے جو نماز پڑھتے ہوں۔(خود خواہش کریں) تو روزانہ وقت مقرر کر کے خواہ نماز مغرب کے بعد ہو۔یا جو وقت فرصت کا مناسب ہو۔اکٹھے ہو کر قرآن خوانی کریں۔اور یہ سلسلہ (جہاں تک فرصت ہو) دس دن تک جاری رکھیں۔اور جتنے زیادہ قرآن پڑھے جائیں۔زیادہ سے زیادہ قرآن پورے کئے جائیں۔اسکے علاوہ ہر صبح کم از کم ایک ہزار بار درود شریف پڑھا جائے (اس میں پابندی نہیں۔مجبور ہو کر نہ پڑھا جائے) یا جتنا زیادہ سے زیادہ۔کم سے کم ہو سکے۔دس دن قرآن خوانی سے علاوہ درود شریف بھی۔حضور قبلہ پیر صاحب کی فاتحہ کیلئے پڑھا جائے۔آپ بھی اپنے گاؤں میں نماز کے پابند دوست اور احباب جو خوشی سے قرآن خوانی کرنا قبول کریں۔پروگرام کے مطابق۔وقت مقرر کریں۔دن میں ہو۔یا عصر کے بعد۔یا مناسب ہو مغرب کے بعد۔جو بھی وقت آسانی سے ملے۔دس دن تک قرآن خوانی کر کے جتنے ہو سکیں

قرآن ختم کریں۔اور درود شریف بھی پڑھیں۔

اسکے بعد فی الحال میرا پروگرام یہ ہے۔ کہ آپ لوگ 13 مارچ شام تک ایبٹ آباد پہنچ جائینگے ـــ اور 14 کو یہاں قرآن خوانی ہوگی۔حسب دستور شام فاتحہ ہوگی ـــــ

میں انشاء اللہ 22 فروری میر پور کی طرف روانہ ہونیکی کوشش کرونگا۔ آپ 23 فروری میر پور سے پتہ کریں۔تو ملاقات پر باقی باتیں ہونگی۔سہار والوں کو بھی میرے پروگرام سے متعلق پتہ دیں۔ انشاء اللہ 22 ہفتہ کے دن گھر سے روانہ ہو کر گوجر خان رات ٹھہرونگا۔ 23 کو گیارہ بجے تک میر پور (شہر) پہنچ جاؤنگا اور وہاں سے کسگمہ۔اسی دن روانہ ہونگا۔انشاءاللہ بشرط زندگی۔ جملہ احباب کو میری طرف سے السلام علیکم۔

ایوب کا ایک خط تربیلا سے ملا تھا۔لکھا تھا کہ پنڈی آئینگے اور مجھ سے بھی ملاقات کرینگے۔مگر انکا کچھ پتہ نہیں۔نہ مجھ سے ملنے آئے نہ معلوم ہے۔پنڈی آئے ہیں یا نہیں۔یا کہاں ہے۔انکی بیگم کا انگلینڈ سے ایک خط آیا تھا۔میں آج تک جواب نہ دے سکا۔آپ خط لکھیں تو میری طرف سے معذرت کریں کہ میں بیماری اور مصروفیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔میری طرف سے ان سب کو السلام علیکم لکھدیں۔اگر آپ خط لکھیں۔والدہ صاحبہ کو السلام علیکم۔

باقی۔فی الحال آپ یہاں آنے کی کوشش نہ کریں۔اللہ نے چاہا تو میں میر پور آ گیا۔تو سب سے ملاقات ہوگی۔ اگر نہ آسکا تو میں آپ کو مطلع کرونگا۔بصورت دیگر۔اللہ کو منظور ہوا۔تو عرس پر ملاقات ہو جائیگی۔

خیر اندیش

نور الدین

از ایبٹ آباد مورخہ 15 مئی 86ء

عزیزم ادریس یا اکرم صاحب۔ السلام علیکم

آپکا خط ملا۔ بڑی مدت ہوئی خط پڑھتے۔ ترستا ہوں۔ کبھی کوئی خط کسی دوست کا ایسا ہو۔ جس میں ہر طرح خیریت لکھی ہو۔ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں وارد ہے اسلئے میں خیریت سے ہوں۔ آپ کی خیریت خداوند کریم سے صاف ستھری چاہتا ہوں۔ باقی اللہ کا فضل ہے۔ باوجود بیماری کے روزے اللہ پورے کر دیتا ہے۔

آپ نے درود شریف کے متعلق لکھا ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کتاب میں بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ درود شریف میں بھی ایسی ہی کتابت کی غلطی ہے۔ ویسے آپ نے میری زبانی بھی درود شریف سنا ہوگا۔ جو آپ پڑھتے ہیں۔ وہی آپ دوسروں کو بھی دیتے ہیں۔ اس میں شک اور تذبذب نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ اگر کتاب میں لکھا ہوا دیکھیں۔ تو اس میں اعراب کی غلطی نظر آئے۔ تو آپ جو کچھ پڑھ رہے ہیں۔ وہی درود شریف بتایا کریں۔

اصل درود شریف میں الگ کاغذ پر لکھتا ہوں۔ یہی درود شریف اسی زیر و زبر سے لوگوں کو بتایا کریں۔ اسکے علاوہ اگر کوئی عورت۔ یا لڑکی ہو اور پڑھنے میں کمزور ہو۔ تو اسے مناسب سمجھ کر نمبر 2 درود شریف ۱؎ دے سکتے ہیں۔ باقی لوگ تزکیہ مجاہدہ کرنے کے عادی نہیں۔ فقیری بغیر مجاہدہ اور تزکیہ کے بااثر نہیں ہوتی۔ ولی کا دعویٰ ہر کہہ و مہہ کیلئے نہیں ہوتا۔ اصل طالبِ حق کیلئے ہوتا ہے۔ کہ اسکے دل میں حقیقت کی طلب اور لگن ہو۔ خود عبادت و تزکیہ کا شوق رکھتا ہو۔ کوئی اسے مراتب و مشاہدہ نہ دے سکے تو ایسے طالبِ حق کیلئے۔ فوری نتیجہ حاصل کرنا ــــــ یا عطا کرنا ممکن ہو سکتا ہے ورنہ ایک آدمی آرام طلب ہو۔ صرف شوقیہ درود پڑھتا ہو۔ لگن۔ محنت اور پابندی آداب نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے دعوے کی شرط نہیں۔ ایسا آدمی مفت خورہ۔ مفت مانگتا ہے کہ بغیر آداب مشاہدات وغیرہ حاصل ہوں۔ لہٰذا۔ عام حالت

۱؎ نمبر 2 درود شریف سے مراد یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ہے۔ یہ درود شریف اکثر مستورات یا ایسے افراد کو جو درود حضوری آسانی سے یاد نہ کر سکتے۔ آپؒ ارشاد فرماتے۔ (ناشر)

میں۔حضوری کرانے کا دعویٰ کسی کے سامنے نہیں کرنا چاہیے۔ایسی صورت میں دعوے کے پابند ہو جائینگے۔اسلئے کسی سے یہ نہ کہیں۔کہ ہم شرطیہ مشاہدہ کرائینگے۔تو ہر شخص مشاہدہ طلب کریگا۔بس درود شریف پڑھائیں۔جیسا قلب ہو ویسا نتیجہ حاصل ہوگا۔اس میں کوئی (سلسلہ اویسیہ میں) بعض جلدی کھل جاتے ہیں۔بعض دیر سے کھلتے ہیں۔بعض کو کافی وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔یہ اصول ہی ہے۔ دعویٰ اپنی جگہ قائم ہے۔لیکن ایک ضابطہ کے تحت۔

باقی کتاب جیسا میں نے کہا اس میں بہت سی غلطیاں ہیں۔انکو صحیح تصور میں لانے کی کوشش کریں۔یا درست اگر سمجھ سکیں۔کریں۔ورنہ جو عمل آپ تک پہنچا ہے۔اس پر ہی قائم رہیں۔

باقی نوکری بھی کرتے ہیں۔دیہات میں رہتے ہیں۔نہ معلوم ادھار کس لئے لیتے ہیں۔ اخراجات کم کرنے چاہیں۔قناعت ہو سکتی ہے۔مگر قرض زیادہ نہیں لینا چاہیے۔باقی خیریت۔محمود صاحب کو السلام علیکم۔باقی سب درود خوان احباب کو السلام علیکم۔

روضہ شریف کی تصویر نہ ہو۔تو بہتر ہے۔کہ قبلہ پیر صاحب مرحوم کا تصور بتائیں۔میرا تصور دینا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔والسلام۔

خیر اندیش

نور الدین

ازایبٹ آباد مورخہ 28 جولائی 86ء

عزیزم ادریس صاحب۔السلام علیکم

گمان ہوتا ہے۔کہ آپ پھر سائیں رکن الدین کی بیعت کا ارادہ فرمار ہے ہیں ــــ یہ بہت اچھی بات ہے۔پہلے تو آپ نے ان سے کچھ فیض حاصل نہ کیا۔اب کم از کم اتنا فیض حاصل تو کرو۔کہ آپ کا قرض اتر جائے۔

محترم۔آپ نورالعرفان ۔صرف غلطیاں نکالنے کیلئے پڑھتے ہیں۔تو آپ کو ہر سطر میں غلطیاں نظر آئینگی۔اس طرح آپ نورالعرفان کی کلام کو سمجھ نہ سکینگے۔تو پھر لازمی ہے۔کہ آپ کتاب کا دعویٰ پورا نہ ہونے کی صورت میں۔سائیں رکن دین کا علم ہی گلے لگا ئینگے۔

آپ نے صفحہ 639 پر مضمون ''بِحَبْلٍ'' کے معنی رسی لکھے ہیں۔اور میں نے اسکے ترجمہ میں ''ڈول'' لکھے ہیں ــــ اس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ آپ کتاب میں خامی زیادہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ابھی کتاب پونے سات سو صفحات کی ہے۔سب کتاب کا مطالعہ کریں۔آدابِ طریقت۔ آداب پیری۔آداب مریدی کا بھی مطالعہ کریں۔اسکے بعد جو غلطی کتاب میں نظر آئے تو مجھے نوٹ کر کے لکھیں۔صرف ایک حرف کی غلطی سے کتاب کی افادیت ــــ اہمیت متاثر نہیں ہو سکتی۔

دراصل صفحہ 639 پر حدیث کے الفاظ شاید آپ نے پڑھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔جلدی میں ''بِحَبْلٍ'' کے معنی پر نظر جما کر۔''ڈول'' ــــ کے مفہوم کو خلاف معنی سمجھا۔محترم حدیث میں ہے۔

لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ ــــ ہے۔اشارہ دَلَّيْتُمْ کی طرف ہے۔قرآن نے حضرتِ یوسف علیہ السلام کے واقعہ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ہونے میں بیان کیا۔جب قافلہ کا ایک آدمی کنویں سے پانی نکالنے کیلئے آیا ــــ تو قرآن نے ان الفاظ میں ذکر کیا۔ فَاَدْلٰی دَلْوَهٗ پس اس نے کنویں میں ''ڈول'' ۔ڈالا ــــ یعنی رسی میں باندھا ہوا ڈول ڈالا ــــ صرف رسی نہیں ڈالی۔اصل فعل دَلْوَهٗ ہے۔تو اس حدیث میں دَلَّيْتُمْ ہے۔(جس کی طرف آپ نے توجہ نہیں دی) جسکے معنی ہیں ڈول ڈالنا ــــ بِحَبْلٍ ۔اسلئے کہ موضوع کی مناسبت سے۔ڈول رسی کے ساتھ ڈالنا ــــ یہاں تک کہ رسی۔ زمین کی نچلی سطح پر پہنچے۔مگر اصل بات۔ دَلَّيْتُمْ کی ہے۔لہٰذا اس مقام پر ڈول ڈالنا ہی معنے ہو سکتے

ہیں۔اور رسی ڈالنا صحیح ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ہاں۔چونکہ اصل فعل دَلَّیْتُمْ ہے۔اسلئے ___ معنی = ''رسی کے ساتھ ڈول ڈالو'' ___ ہے۔لیکن اصل فعل کے اظہار کے بعد۔رسی نہ لکھو تو۔رسی کا مفہوم خود شامل ہو جاتا ہے۔امید ہے۔کہ آپ میری تفہیم پر اتفاق فرمائیں گے۔اگر نہیں تو سائیں رکن الدین سے ہی ترجمہ کرا کے اپنی تسلی کرالیں۔

باقی میں دعا گو ہوں۔کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرض کے دباؤ سے نجات دے اور میرے ہاتھ سے نکل کر کسی اور کے ہاتھ نہ آئیں۔سوائے اسکے۔کہ سائیں۔کی بیعت میں قرض ادا ہونا یقینی ہو سکتا ہے۔بصورت دیگر آپ نور العرفان کی غلطیوں پر نظر نہ رکھیں۔پوری کتاب غور سے پڑھکر۔آخری فیصلہ کریں۔باقی آپ نے لکھا ہے۔کہ خط انسانی احساسات و جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔یہ بات درست ہے۔مگر میں نے کہا نا۔کہ آپ نور العرفان کا پورا مطالعہ کریں۔آداب پیری۔آداب مریدی کا بھی مطالعہ کریں۔یہ بھی تو ہے کہ دعا انسان کے احساسات و جذبات کا آئینہ دار ہوتی ہے۔اے خدائے رحیم و کریم۔میری فلاں حاجت پوری کر ___ میرا فلاں کام ہو نہیں رہا۔میرا قرض بہت زیادہ ہو چکا ہے۔یہ ادا کردے۔جیسے خدا ان احساسات و جذبات سے آگاہ نہیں۔پھر ذرا دعا مانگ کر دیکھیں۔کہ آپ کس حد تک اپنے احساسات و جذبات کو خدا کے سامنے بیان کر کے اس سے اپنے کام پورے کرا سکتے ہیں ___ عالم اجل صاحب۔ولی عالم الغیب ہوتا ہے۔اسکے سامنے۔احساسات و جذبات کا اظہار۔پیری کمزوری اور مقامِ فقر سے عاری ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔پیر اگر مریدوں کے احساسات سے باخبر نہ ہو۔تو ولی نہیں ___ اور اگر مریدوں کے احساسات پر ہی انکی خواہشات پوری کیں۔تو اسکی فقیری زیادہ دیر نہیں رہ سکتی۔کیونکہ مرید۔کمزور۔بے ہمت۔واویلا کرنے والا۔جلد باز ہوتا ہے۔ایسے میں مرید کی ہر خواہش پوری کی جائے۔تو دنیا کا نظام درہم ہو جائے ___ لہٰذا فقیر کے سامنے خط کے ذریعہ اپنے احساسات و جذبات کو دہرایا نہ کریں۔ہاں فقیر کے ساتھ رہنا ہے۔تو خود کو اسکے حوالے کر دیں ___ سمجھدار ہوا۔تو خود آپکے احساسات سے آگاہ ہو کر جو ضرورت ہو اسے پورا کریگا۔اللہ تعالیٰ کسی بندے کی مرضی پر کائنات نہیں چلاتا۔اپنی مرضی پر چلتا ہے۔اگر نہیں منظور تو سائیں رکن دین سے ملاپ کریں ___ باقی آپ لوگوں کو درود شریف بتاتے ہیں۔اس میں پیر کے فرمان پر آمنا کہکر وہی کریں جو پیر کہتا

ہے ــــ اسکا ترجمہ تفسیر نہ کریں۔ یا جو آپ کا دل چاہے۔ ویسے ہی کریں۔ اس میں تجزیہ نہ کریں۔ خواہ اپنا تصور دیں۔ یا میرا تصور دیں۔ یا حضور قبلہ پیر صاحب کا تصور دیں یا حضورؐ کا تصور دیں۔ یا روضہ شریف کا تصور دیں۔ سب جائز ہے۔ یہ تصور۔ روحانی ــــ باطنی ہوتا ہے۔ اس میں شکل پہچاننے کی ضرورت نہیں بلکہ۔ روح سے روح کی نسبت ہوتی ہے۔ ہمارے سلسلہ میں جو تصور دیا جائے درست ہے۔ کیونکہ اس تصور میں اصل مقصد "قرب حضورؐ"۔ ہوتا ہے۔ لہٰذا۔ آپ بھی اجلاس میں ہیں (اگر سائیں رکن دین کا خیال نہ آئے) میں بھی ہوں۔ پیر بھی ہے۔ حضورؐ تو مقصود ہیں۔ لہٰذا مقصود حاصل کرنے میں۔ حضوری اجلاس کا تصور ــــ ذریعہ بنانے سے مقصد (قرب حضورؐ) حاصل ہو جاتا ہے۔ اب آپ جو بھی تصور دیں۔ تو پورے عقیدہ اور یقین کے ساتھ دیں ــــ البتہ تصور پیر کے بغیر اندھیرا ہی ہوتا ہے۔ تصور پیر سے مراد۔ آپ بھی اس میں شامل ہیں۔ میں بھی اس میں شامل ہوں۔ حضور قبلہ پیر صاحب بھی شامل ہیں۔ جن سے نسبت قائم کی جاسکتی ہے۔ یاد رکھیں۔

میری صحت ایک ماہ سے زیادہ عرصہ سے ٹھیک نہیں رہی۔ تاہم اتنی تکلیف نہیں کہ معذور ہو جاؤں۔ چلتا پھرتا ہوں۔ البتہ کمزوری کی وجہ سے پست ہمتی ہو گئی ہے۔ خطوط بہت سے جمع ہو جاتے ہیں۔ جنکا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ کو اسلئے جلد جواب دیا۔ کہ آپ کو سمجھاؤں۔ کہ ہماری فقیری باقی فقیریوں سے الگ ہے۔ جس میں غلطیاں نہیں نکالنی چاہیں۔ بلکہ ہر غلطی کو اچھے روپ میں ترجمہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ مرید اپنے پیر کی غلطیاں نہیں نکالتا۔ بلکہ اسے فنافی اللہ کہتا ہے۔ باقی آپ جب ایبٹ آباد کا پروگرام بنائیں۔ تو پہلے مطلع کریں۔ بہتر ہوگا۔ کہ عید کے بعد ہفتہ وقفہ سے آئیں۔ اور کتنے آدمی آئیں مطلع کریں۔ میری طرف سے محمود صاحب۔ سلطان صاحب۔ دیگر احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

خیراندیش

نورالدین

ایبٹ آباد مورخہ 5 مئی 88ء

عزیزم ایوب صاحب۔ السلام علیکم

کل عالم صاحب۔ میرے۔ پاس آئے تھے۔ آپ کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ آپ کے خطوط دکھائے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں بھول گیا۔ مجھے آپکی پریشانی کا احساس اور فکر تھا۔ میں پیشتر ایک خط آپ کو لکھ چکا ہوں۔ پہلے خط کے جواب میں۔ شاید آپ کو ملا ہوگا۔ یا نہیں ملا۔ میں خیال کر رہا تھا۔ کہ میں نے آپ کو خط لکھدیا ہے۔ مگر دیکھا تو آپ کے جوابی خطوں کا جواب نہیں دیا۔ بہت افسوس ہوا۔ اسلئے آج آپ کو خط کا جواب دے رہا ہوں۔ بہر حال گزشتہ باتوں کو بھول جائیں۔ اور فکر چھوڑ دیں۔ طبیعت کو پر سکون رکھیں۔ اور اپنی تعلیم اور کورس میں توجہ کریں۔

البتہ یہ بات خیال میں رکھیں۔ کوئی کام ایسا نہ کریں۔ جو آپ سمجھتے ہوں۔ کہ لوگوں کے سامنے کیا جائے تو وہ برا سمجھیں۔ اسلئے پردے میں بھی ایسا کام نہ کریں۔ جو برا سمجھا جاتا ہو اور آپ چھپائیں۔ اور معاشرے میں جو چیز۔ جو بات اچھی نہ سمجھی جاتی ہو۔ خواہ وہ تمہارے سامنے اچھی ہو۔ نہ کریں۔ اس طرح فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ ایک اچھے اور مستقل خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ سب لوگ اچھے ہیں۔ بلا وجہ کسی سے نفرت نہ کریں۔ نہ دل میں نفرت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ منہ سے اچھی بات نکالیں۔ سخت بات سے دل میں نفرتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جسکا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ آپ پریشانی میں مبتلا ہیں۔

میں آپ کو تعویذ بھیج رہا ہوں روزہ رکھیں۔ نماز بھی ادا کریں۔ درود اگر پڑھتے ہیں۔ تو بہتر ہے۔ شام کو افطار کر کے ساتھ ہی ایک زعفرانی رنگ کا

نمبر 1۔ تعویذ۔ کسی چشمہ کے پانی میں گھول کر پئیں۔

نمبر 2۔ تعویذ دوسرے دن پانی میں گھول کر پئیں۔ افطار کے وقت

نمبر 3۔ تعویذ تیسرے دن افطار کے وقت پانی میں گھول کر پئیں

نمبر 4۔ سبز کپڑے میں بند کر کے گلے میں ڈالدیں

(نوٹ) نمبر تعویذ کی پشت پر لگا ہے۔

میں اللہ کے فضل سے صحت مند ہوں۔ صرف روزوں کی وجہ سے کمزوری ہے اس وجہ سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ خط لکھنے میں بھی ہمت نہیں رہتی۔

مقدمے تین چار بدستور چل رہے ہیں۔ نوکر شاہی حکومت میں لاقانونیت اور ظلم کا دور دورہ ہے۔ رشوت سفارش کی وجہ سے مقدمات طے نہیں ہوتے۔ مخالف رشوت اثر و رسوخ کی وجہ سے مقدمات طے نہیں ہونے دیتا۔ اسکے الزامات بے بنیاد ہیں۔ مگر سفارش بڑے افسروں کی وجہ سے عدالت اسکے خلاف فیصلہ نہیں دیتی۔ اسلئے مقدمات میں تاریخیں دیکر Case کو لمبا کیا جاتا ہے۔ اس میں عدالت میں حاضری دینے میں تکلیف ہوتی ہے۔ $7\frac{1}{2}$ سے دو بجے تک عدالت میں ٹھہر کر سر چکراتا ہے۔ ایک مقدمہ جو میرے خلاف کئے ہیں انکا ثبوت اس سے فراہم نہیں ہوا۔ اسلئے مجسٹریٹ لمبی تاریخیں دیکر مقدمہ کو طول دیتا ہے۔ دوسرا گیٹ کا مقدمہ۔ اے۔ سی۔ بوگس رپورٹیں لکھ کر case خرد برد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر کمشنر کا اسسٹنٹ بہت اچھا مومن آدمی ہے۔ وہ case کو دوبارہ اے۔ سی کو بھیجتا ہے۔ دو دفعہ بوگس رپورٹیں اے۔ سی لکھ کر بھیجتا رہا۔ کہ کسی طرح file ہو جائے۔ مگر ابھی واپس نہیں گیا۔۔۔۔۔ بس یہ الجھن جاری ہے۔

دلکشا کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ بچے امتحان میں پاس ہو گئے ہیں۔ مبارک ہو آپ کو۔ گھر شاید گئی ہیں۔ شاید ان دنوں جہلم میں ہیں۔ آپ میری طرف سے بے فکر رہیں مجھے آپ کا فکر اور غم ہے۔ میں آپ سے ناراض نہیں۔ ہر وقت دعا کرتا ہوں اللہ آپ کو کامیاب کرے۔

ابھی ابھی۔ آپ کا عید کارڈ ملا۔ حالات تحریر نہیں۔ اسکے ساتھ ہی دلکشا کا جہلم سے خط آیا ہے۔ آپ کو بھی اس نے لکھا ہے۔ کہ برخوردار شہر یار کو ٹائیفائیڈ ہوا ہے۔ یرقان بھی ہے۔ جہلم ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ اللہ اسکو صحت یاب کریگا۔ میں انہیں آج ہی خط لکھونگا۔ فکر نہ کریں۔ والسلام۔

خیر اندیش

نور الدین

از ایبٹ آباد مورخہ 13 اکتوبر 88ء

عزیزم محمد سلطان طاہر صاحب۔ السلام علیکم

واضح ہو۔ کہ میرے علم میں آیا ہے۔ کہ اس وقت پاکستان میں بعض لوگوں نے نئی تنظیمیں بنائی ہیں۔ جو اصولاً پاکستان کے ضابطہ کے خلاف عمل ہے۔ ان تنظیموں کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔

لہٰذا۔ آپ کو شدت کے ساتھ ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر کوئی ایسی تنظیم آپ کو شرکت کی دعوت دے تو آپ کسی صورت میں ایسی تنظیموں سے رابطہ نہ رکھیں۔ آپ لاہور میں گھر سے دور صرف تعلیم کیلئے گئے ہیں۔ لہٰذا۔ آپ کو سوائے تعلیم کے کسی غیر ضروری کام میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

اسلئے میں آپ کو تاکید کرتا ہوں۔ کہ سوائے تعلیم کے آپ کسی تنظیم میں نہ شریک ہوں نہ ان سے رابطہ رکھیں۔ اگر آپ نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا۔ تو آئندہ آپ کا مجھ سے کوئی تعلق قائم نہ رہیگا۔ اپنی تعلیم بس تعلیم۔ اسکے بعد جو فرصت کا وقت ملے۔ عبادت۔ درود میں مشغول رہیں اسکے سوا اور کوئی کام آپ کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ تاکید۔ والسلام

خیر اندیش

نورالدین ایبٹ آباد

واپسی مجھے اپنے حالات سے آگاہ کریں۔

ازایبٹ آباد مورخہ 11 نومبر 88ء

عزیزم محمد سلطان صاحب۔ السلام علیکم

آپ کے خطوط ملتے رہتے ہیں۔ جواب دینے میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ اکثر صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ میں نے آپکو خصوصی طور خط اس لئے لکھا تھا۔ کہ آجکل لوگ آوارہ ذہن ہو چکے ہیں۔ انکی کوئی ذہنی اخلاقی تربیت نہیں۔ آوارہ ذہن ایسے ہی کاموں کو جہاد سمجھتے ہیں۔ نہ دین کا کام۔ نہ نماز۔ نہ روزہ۔ نہ اخلاق۔ بس تخریب کاری کو دین سمجھ کر لوگوں کو برگشتہ کرتے ہیں۔ دین اسلام کا یہ کام نہیں۔ بلکہ دین۔ عبادات کے ذریعہ اخلاق سکھانا۔ لوگوں تک علم پہنچانا۔ جس میں بم بنانا۔ تخریب کاری کرنا۔ شرط نہیں۔ ایسی تنظیمیں کسی طرح بھی سودمند۔ یا نتیجہ خیز نہیں۔ جبکہ ایسی تنظیمیں چالیس سال سے ایسی حرکتیں کر رہی ہیں۔ مگر کسی جگہ کامیابی نہیں۔ اور یہ لوگ دھوکہ سے لوگوں کو خاص کر کالج یونیورسٹی کے نوجوان طالب علموں کو پھنسا کر شریک بناتے ہیں جسکا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا ــــــ اسلئے کوئی بھی تنظیم ہو۔ یا خود حکومت کوئی تنظیم بنا کر جہاد کرنے کی تحریک پیش کرے۔ آپ کسی تحریک میں شامل نہ ہوں۔ آپ کا کام صرف علم حاصل کرنا۔ اور معاشرے میں ایک شریفانہ مقام حاصل کرنا ہے۔

باقی آپ نے جو سوال کسی کا لکھا ہے۔ ایسے جاہل لوگوں کے سوالات کا جواب دینا ضروری نہیں۔ آپ کو شاید علم نہ ہو ــــــ ٹیلی ویژن پر ہر شام خبروں میں موسمی حالات پر بتاتے ہیں۔ کل فلاں جگہ بارش ہوگی۔ فلاں جگہ گرج چمک ہوگی۔ موسم خشک رہیگا۔ جو درست ثابت ہوتا ہے۔ ایسی خبروں سے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے بیان کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا قرآن کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یورپ میں ایسی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ جن سے آئینے کی طرح۔ سکرین پر رحم میں بچہ کی تصویر آتی ہے۔ جس سے بچہ کی تمام حالت دیکھی جاتی ہے۔ کتنی عمر کا تو دائی بھی بتاتی ہے کتنے ماہ کا ہے۔ کب تک پیدا ہوگا۔ لڑکے کا جسم لڑکی کا جسم نظر آتا ہے۔ اسکے لئے دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ دنیا۔ ٹیلی ویژن پر سکرین کے ذریعہ رحم میں بچہ کی تصویر دیکھتے ہیں۔ یہ عام بات ہے۔ جسکو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا۔ ایسی باتوں سے قرآنی بیان جھوٹا ہوتا ہے ــــــ کیا دنیا کی کوئی طاقت کوئی علم قرآنی آیات کو جھٹلا سکتا ہے؟ ــــــ ایسا نہیں۔ یہ کم علم لوگ جو نہ قرآن کا ترجمہ پڑھ سکتے ہیں۔ نہ سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن

نے کیا کہا۔ کب کہا ـــــ کیسے کہا۔ صرف ایک نقطہ پکڑ لیا۔ کہ قرآنی دعوے غلط ہو رہے ہیں۔ ایسے لوگ بغیر علم کے قرآن پر بحث کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ و احترام قرآن پر نہیں۔ مسلمان ہو تو ایسی باتوں سے وسوسہ شیطانی کا شکار نہ ہو ـــــ

میں آئندہ اس سلسلہ میں لکھونگا۔ آج میں تین دن سے پیچش جلاب میں بیمار ہوں۔ بمشکل آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ تفصیلی خط لکھونگا ـــــ اگر کوئی درود خوان ہو ایسی باتیں کرے تو اُسے منع کریں۔ کہ جب تک قرآنی علم پر عبور نہ ہو ایسے مسائل پر بحث نہ کرے۔ نماز پڑھے۔ درود شریف بمعہ مراقبہ پڑھے۔ اچھا اخلاق پیش کرے۔ باقی خیریت والسلام۔

خیر اندیش

نورالدین

کتاب الاویس مل گئی بہت شکریہ۔

ایبٹ آباد مورخہ 12 نومبر 88ء

عزیزم محمود صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط ملا ـــــ اصل بات یہ ہے۔ پاکستان ہو یا آزاد کشمیر۔ یہ سب لوگ غیر شعور قوم ہیں۔ خدا جانے انہیں اس خطہ پر حکومت کا کیسے۔ اور کیوں موقع ملا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصہ گزرا۔ دنیا کی کمتر قومیں بھی اپنی زندگی گزارنے میں ایک معقول طرز اختیار کرتی ہیں۔ لیکن ہماری قوم پانی سے مکھن نکالنے میں سرگرداں ہے۔ آج تک کوئی کامیاب تحریک ان سے نہیں چلی کہ کسی موقع پر کامیابی کی کوئی رمق بھی ظاہر ہو۔ اور یہ جو تحریکیں پیدا ہوئی ہیں بیکار وقت ضائع کر رہی ہیں۔ آج تک کوئی تحریک سوائے بلند بانگ دعوؤں کے ایک ذرہ بھر کسی مشن میں کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔

اور اب ہر ملک میں ایسی تنظیمیں چلائی جا رہی ہیں۔ جن کی کوئی معقول یا نتیجہ خیز تحریک نہیں۔ صرف لوگوں کو غلط راہ پر چلا کر بیکار وقت ضائع کرتے ہیں اور انکا اصول تخریب کاری ہے۔ یہ کوئی دانشمندانہ قدم نہیں۔ نہ انہیں کامیابی ہوتی ہے نہ انہیں کوئی بہتر نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ کوئی تنظیم جہاد کا ضبط لے کر تخریب کارانہ طریق کار اختیار کر کے لوگوں کو اپنی تنظیم میں شامل کر رہے ہیں ۔حقیقتاً یہ بے مقصد بے نتیجہ سرگرمی ہے۔ انکا لائحہ عمل تخریبی نتیجہ رکھتی ہے۔ جسکا ہم سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم مجاہدوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اسلئے کسی بھی تنظیم میں شامل ہو کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کیا جائے۔ بس ایسے زمانہ میں جو بھی ذریعہ روزی کمانے کا ہے غنیمت سمجھیں۔ اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا بھی ایک اصل جہاد ہے۔ لہٰذا اپنی ذات تک ہی محدود رکھا جائے۔ میں ناراض نہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہر انسان دوسروں کے دکھ درد کا احساس رکھتے ہوئے باطل طاقتوں سے محاذ آرائی کرنے کا جذبہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کے لئے حالات سازگار ہونا۔ قوت۔ اور نتیجہ خیز عمل کا منصوبہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہمارے پاس ایسا کوئی منصوبہ نہیں جس میں کوئی کامیابی حاصل ہو سکے۔ چالیس سال گزر گئے۔ ہم ہر زمانہ میں اپنوں کے غلام چلے آتے ہیں ـــــ اسلئے اپنی ہی حفاظت لازمی ہے۔ ہاں۔ میں آپ سے ناراض نہیں آپ مطمئن رہیں۔ اور اس دن بھی ناراض نہ تھا۔ حالات ایسے تھے۔ کہ میں آپ کو دوسروں کی مجلس میں بٹھا نہ سکتا تھا ـــــ بعد میں ادریس۔ ذوالقرنین۔ محبوب اور بہت سے لوگ اچانک آ گئے۔ جبکہ انکا آنا

مناسب نہ تھا۔سوائے انکے جنہیں دعوت دے گئی تھی۔ بعد میں سرور صاحب نے انہیں روک لیا۔ مجھے بھی افسوس ہوا۔ کہ میں نے کھڑے کھڑے آپ کو واپس کر دیا۔ اصل میں اس حرکت میں آپ سے اپنائیت کا تاثر تھا۔ کہ آپ کو اپنا سمجھ کر ایسا کیا کہ آپ بھی محسوس نہ کرینگے۔ یقین جانیں باقی لوگوں کے آنے پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ کہ آپ کو میں نے واپس کر دیا۔ بہر حال یہ وقتی بات تھی۔ اس وقت مجھے اس بات کا علم نہ تھا۔ بعد میں محمد عالم کی زبانی معلوم ہوا۔ بہر حال آپ محسوس نہ کریں۔ شکریہ۔

میں کافی دنوں سے بیمار ہوں۔ آج بھی صحت نہیں۔ ارادہ ہے۔ انشاء اللہ آخر ہفتہ نومبر میں اگر مقدمہ کی تاریخ میں طول ہوا۔ میر پور آنے کی کوشش کرونگا۔ آج میں سفر کرنے کے بھی قابل نہیں۔

جملہ احباب کو السلام علیکم۔

خیر اندیش

نورالدین

محترم جناب اشفاق احمد صاحب۔ سلام مسنون۔

مورخہ 30 دسمبر رات دانش کدہ کے پروگرام میں۔ عزیزہ فوزیہ کے خط میں۔ ''تقدیر'' کے متعلق بحث ہوئی ـــــ اس سلسلہ میں دانشور حضرات نے اگرچہ مختلف قرآنی آیات کا حوالہ دیکر۔ تقدیر کے مسئلہ کی وضاحت کی۔ لیکن بقول آپکے۔ یہ وضاحت فی الحقیقت تسلی بخش نہیں تھی۔ جس سے عزیزہ فوزیہ یا ناظرین مطمئن ہوسکیں ـــــ اسکی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے۔ کہ مسئلہ تقدیر جیسے مسئلہ پر تھوڑی سی مدت میں مکمل بحث نہیں ہوسکتی۔ دوسرے پروگرام میں شریک علماً نے جو دلائل پیش کئے۔ وہ اگرچہ وزن رکھتے ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر مسئلہ تقدیر پر بحث نہ ہونے کے باعث۔ یہ مسئلہ ادھورا رہ گیا۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ ٹیلی ویژن پر سننے والے قارئین بھی۔ مسئلہ اور علماً کے دلائل سنتے ہیں۔ بعض قارئین کے ذہنوں میں بھی مسئلہ سے متعلق دلائل ابھرتے ہیں۔ لیکن قارئین کے دلائل۔ نہ تو پروگرام میں آسکتے ہیں نہ ہی یہ دلائل مسئلہ کو حل کرنے میں معاون ہوسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں قارئین پر اضطرابی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

بہتر ہوگا۔ کہ دانش کدہ سے متعلق پروگرام میں ناظرین کے احساسات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ پروگرام کے طریق کار میں کچھ اضافہ کیا جائے ـــــ وہ یہ کہ جیسے عزیزہ فوزیہ نے خط میں تقدیر سے متعلق سوال کیا اور آپ نے اسی خط کو پروگرام میں زیر بحث لایا ـــــ بہتر ہوگا۔ کہ آئندہ آپ کو جو بھی خط موصول ہوں۔ ان میں اسی قسم کے سوالات جن پر بحث کرنا مناسب سمجھیں۔ یا اپنی طرف سے کوئی موضوع منتخب کریں۔ پروگرام میں ایک مسئلہ بحث کیلئے منتخب کرلیں۔ اسکے ساتھ ہی مسئلہ سے متعلق جن دانشوروں کو آپ نے دعوت دینی ہو۔ انہیں پروگرام سے قبل اطلاع دیں۔ کہ وہ ''فلاں مسئلہ'' پر مذاکرہ یا بحث میں شریک ہوکر۔ قبل از وقت مسئلہ سے متعلق مواد پیش کریں۔ نیز پروگرام میں ہی۔ ناظرین ٹیلی ویژن کو بھی مخاطب کیا جائے کہ ''فلاں مسئلہ'' سے متعلق مضمون پیش کریں۔ تاکہ دانشور آئندہ پروگرام میں مسئلہ سے متعلق بحث کریں۔ یا اگر ناظرین کے کسی خط میں بہتر مواد ہو۔ اسے پروگرام میں شامل کیا جائے۔ اسطرح ایک مسئلہ سے متعلق وسیع مواد حاصل ہوکر مسئلہ آسانی سے طے ہوسکیگا اور قلیل وقت میں مسئلہ پر تسلی بخش نتائج بھی حاصل ہونگے۔

چونکہ ٹیلی ویژن پر گزشتہ پروگرام میں۔ میں بھی علماً کے دلائل سنتا رہا۔اور جیسا کہ بقول آپ کے ''فوزیہ شاید ان دلائل سے مطمئن نہ ہوں۔'' مجھ پر بھی یہ کیفیت طاری رہی ــــ کہ میں سن رہا تھا۔لیکن کہہ نہ سکتا تھا ــــ اس اضطراری کیفیت کو ذہن سے نکالنے کی صورت میرے لئے یہی ہے۔کہ میں بھی ان نکات کو پیش کروں۔جن کو میں آپ تک پہنچا نہ سکا ــــ

جیسا کہ مولانا صاحب نے فرمایا۔کہ تقدیر کے مسئلہ پر بحث سے قبل تقدیر کے مفہوم کو اسلامی نقطہ نظر سے سمجھا جائے۔یہ حقیقت ہے کہ عربی الفاظ میں ہر شے کی کیفیت پر ہی۔اسکی پہچان ہوتی ہے۔ مثلاً ''فَجَر'' ''یا ثَمَر'' بہنے والی کیفیت۔یا پھلنے والی کیفیت۔اسی طرح تقدیر کے لفظ میں خود کیفیت پرہی۔تقدیر کا مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے۔تقدیر۔قدر سے ہے۔قدر سے مراد۔وزن بھی ہے۔یعنی کسی کیفیت کی ہیئت میں اسکی صفت کو احاطہ تحریر میں لانا۔یا قبل از وقت تحریر میں لانا۔یہاں مسئلہ تقدیر میں انسانی۔ہیئت۔ فَـقَـدَّرَ۔اور حرکت وعمل کو جو اس سے اسکی زندگی میں سرزد ہو۔قبل از وقت تحریر میں لانا ہے ــــ

یہ حقیقت ہے۔کہ قرآن کریم میں۔کسی بھی کیفیت سے متعلق بیان ہو۔ان آیات میں۔وہ کسی فکر کا حامل ہو۔یعنی۔سائنسدان۔فلسفہ دان۔ہیئت دان۔مادی علوم سے تعلق رکھنے والا ہو۔ہر کس کیلئے قابلِ تسلیم۔قابلِ یقین مواد فراہم ہوتا ہے۔شرط صرف قرآنی آیات کے حقیقی مفہوم۔سمجھانا ــــ اور سمجھنا لازمی ہے ــــ اگر مادہ پرست انسان بھی۔اسی مسئلہ تقدیر کو اسلامی نقطہ نظر سے۔یا اس سے علیحدہ صرف مادی نقطۂ نظر سے سمجھنا چاہے۔تو قرآن ہر فرد کیلئے مکمل دلائل ــــ مواد پیش کرتا ہے ــــ

مسئلہ تقدیر میں سائنٹفک طریق کو ہی لیجئے۔تو اس زبان میں بھی مسئلہ تقدیر حل ہوتا ہے ــــ کہ تقدیر سے مراد وزن کرنا ہے ــــ وزن سے کیا مراد ہے ــــ؟ یہ امر مسلمہ ہے۔کہ کائنات کی ہر شے کا مرکب ایک Material سے بنتا ہے۔کیفیت خواہ ارادۂ الٰہی سے تخلیق ہو۔یا خود بخود۔دونوں صورتوں میں ہر چیز چند اجزأ کے مرکب کا وجود ہوتا ہے ــــ اور ہر وجود۔ہر جز کی ایک خاصیت۔ایک صفت ہوتی ہے ــــ ہر وجود۔ایک ہیئت (شکل وصورت) رکھتا ہے۔اور اس وجود کے اجزأ میں ایک اثر۔ تاثیر ہوتی ہے۔مثال کے طور۔سورج ایک وجود ہے ــــ ایک ہیئت ہے ــــ محققین مغرب سورج کی

تحقیق میں۔ اسکی ہیئت اور اجزا کو پہچان چکے ہیں۔ کہ سورج پیدائشی نظام کے تحت کسی سورج کی جز ہے۔ جسطرح۔ زمین اور دیگر سیارے زمین کی جز ہیں۔ سورج میں۔ ہیئت ـــ تمازت۔ روشنی اور حرکت و عمل (گردش) ہیں۔ سورج کی ذاتی ہیئت کا تقاضا ہے۔ کہ اس میں مقناطیسی کشش ہے۔ یہ اسکی ذاتی صفت وخاصیت ہے ـــ لہٰذا ـــ کشش۔ تمازت۔ روشنی۔ اور گردش کا خاصہ ہے۔ کہ وہ بغیر کسی غیر کی تحریک کے اپنی صفت وخاصیت کے مطابق۔ گردش کرے۔ روشنی دے اور گرمی دے ـــ اس حرکت وعمل میں سورج کسی غیر کے "جبر" کا پابند نہیں۔ بلکہ اپنی ہیئت کے اثرات کے تابع ہی وہ اپنی حرکت وعمل جاری رکھتا ہے۔ اور اسکی حرکت وعمل ایک فطری اصول کے تابع "خیر" کی حامل ہے ـــ اسی فطری اصول تخلیق کے تابع۔ سورج کیلئے۔ کسی ارادہ کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنی متعین راہ سے ہٹ کر کسی دوسری راہ پر گردش کرے۔ ایسے موقع پر یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ سورج ایک متعین راہ پر گردش کیلئے مجبور ہے تو "جبر" کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ کہ کسی غیر کے ارادہ پر ہی اسکی حرکت موقوف ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ سورج کی صفت اسی جبر سے مکمل اور "خیر" (نفع) کی حامل ہوتی ہے۔ اور اگر سورج ایک ذرہ بھر اپنی مقدر سے ہٹ جائے۔ تو وہ حرکت اسکے لئے باعثِ "شر" (نقصان) ثابت ہوگی ـــ اس کیفیت میں دو صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ کہ اگر سورج کو کسی غیر (خالق) کے ارادہ سے متعلق کیا جائے تو یہ "جبر" بہتر نظام کا حامل ہے۔ اور اگر سورج کو کسی غیر کے جبر سے متعلق نہ کیا جائے۔ تو اسکی حرکت وعمل۔ خود سورج کی ہیئت وصفت کے تابع ہے جس میں جبر کو دخل نہیں۔ اسکے باوجود ایک حرکت وعمل کا ظہور ہو جاتا ہے اور جہاں تک اسکی صفت کے اعتبار سے۔ اس سے نفع حاصل ہو۔ تو یہ حرکت وعمل بہتر ہے۔ اور بہتر نتائج کا حامل ہے ـــ اور جب کسی شے میں اپنی فطری خاصیت سے ہٹ کر حرکت وعمل کا ظہور ہو۔ تو اس سے تخریب اور نقصان کے اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں ـــ گویا اصول فطرت کے تابع کسی بھی شے کا عمل ہر حال میں نفع بخش ہوتا ہے۔ اور اعتدال سے ہٹ کر ہر قدم نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ایک فطری اصول مرتب ہوا۔ کہ فطری اصول کے تابع جو بھی عمل کیا جائے۔ اس میں شر اور نقصان کا کسی بھی طرح احتمال نہیں۔ جب تک کہ خلاف اصول حرکت وعمل سرزد نہ ہو ـــ

یہی ایک اصول ہے۔ جس پر مسئلہ تقدیر کو سمجھا جا سکتا ہے۔

انسان۔ بھی کائنات کی ایک پیدائش ہے۔ یہ ارادۂ الٰہی کے تابع ہو یا خود بخود پیدا ہو ــــ اسکی بھی ایک ہیئت (شکل وصورت)۔ ہیئت کے مطابق۔ صفت وخاصیت ہے۔ اسی صفت کے مطابق اس سے حرکت وعمل سرزد ہونا ضروری ہے۔

انسانی ہیئت = مٹی (زمین) کی جوہری قوتوں کا مرکب جسم۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ حواس۔ دماغ۔ ارادہ۔

جوہری قوتوں کے اثرات۔ وہی ہیں جس قسم کے جواہر انسانی وجود میں پائے جاتے ہیں۔ یہ فطری اثر ہے۔ کہ یہ قوت اپنا اثر ضرور رکھتی ہے اور استعمال ہوتی ہے۔

جسم۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ حواس۔ دماغ کا بھی ایک عمل ہے اور باقی مخلوق کے مقابلہ میں۔ انسان میں ارادہ کی قوت بھی ہے یعنی۔ سورج میں ارادہ نہیں۔ کہ وہ فضائے آسمانی میں کسی جگہ جانے پر قادر ہو۔ یا اپنی۔ روشنی۔ تمازت۔ کم زیادہ کر سکے۔ کیونکہ سورج اپنی تخلیقی بناوٹ ایسی ہی رکھتا ہے۔ اسکے مقابل۔ انسان اپنی ہر قوت کو جسطرح چاہے۔ استعمال کر سکتا ہے۔ پیدائشی طور تو وہ اپنی ہیئت اور خاصیت وصفت میں اسی قدر حرکت وعمل جاری رکھ سکتا ہے۔ جتنی اس میں قوت ہے ــــ لیکن ارادہ کی صورت میں۔ وہ اپنی خواہش ومرضی سے کم۔ زیادہ کر سکتا ہے مثال کے طور۔ انسان ایک ٹانگ اپنی مرضی سے اٹھانے پر قادر ہے۔ مگر اسکے ساتھ بیک وقت دوسری ٹانگ اٹھا نہیں سکتا ــــ پہلی کیفیت انسانی ارادہ سے متعلق ہے۔ دوسری کیفیت میں جبر نہیں۔ بلکہ انسانی ہیئت وخاصیت کا اثر ہے۔ کہ زمین کی کشش کے باعث وہ دوسری ٹانگ اٹھانے پر قادر نہیں ــــ اسی طرح خشکی پر چلنے میں اسے آکسیجن ملتی ہے۔ پانی میں رہنے سے وہ مجبور ہے۔ کہ وہاں گیس میسر نہیں۔ ایسی صورت میں تقدیر سے مراد انسانی ہیئت وخاصیت کے اثرات ونتائج کا ضابطہ۔ جو قدرت نے ازل سے مقرر کر رکھا ہے۔

مثال کے طور۔ انسان کے بازو کی خاصیت یہ ہے۔ کہ انسان اپنے حرکت وعمل سے۔ فطری اصولوں کی حد میں۔ بہتر تعمیر کر سکتا ہے۔ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ یہ اس کی فطری خاصیت ہے۔ اس میں کسی خالق کے جبر کو دخل نہیں۔ کہ انسان اپنے عمل میں کسی کا محتاج ہے۔ اسکے برعکس اپنی قوت سے کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تو یہ دونوں صفات خیر وشر اسکی ہیئت میں ودیعت ہیں ــــ ارادہ اس لئے ہی

ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے خیر کو پسند کرے یا شر کو ـــ ان دونوں صورتوں میں کسی غیر۔ یا خالق کے ''جبر'' کو دخل نہیں۔ البتہ خالق کی تقدیر الٰہی یہ ہے۔ کہ انسان میں ـــ کیا ہر شے کائنات میں خیر و شر کے دو پہلو رکھے ہیں۔ ان کے اثرات فطرت کے مطابق ہیں۔ جب کائنات کی اشیاء فطری اصول کے تابع حرکت و عمل کریں۔ تو نتائج خیر کے حامل ہونگے ـــ اور جب کسی کیفیت میں فطری نظام کے خلاف کوئی اثر ظاہر ہوا۔ تو اس میں شر ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں۔ نہ کسی کا ارادہ استعمال ہوتا ہے۔ نہ جبر استعمال ہوتا ہے ـــ لہٰذا انسان کا عمل اسکی ذاتی حیثیت۔ ہئیت۔ صفت و خاصیت اور عمل پر منحصر ہے۔ کہ اللہ کی تقدیر الٰہی یہ ہے۔ کہ اس نے ہر کیفیت کیلئے ایک مقام مقرر کیا کہ ہر شے اپنے ماحول۔ زمانہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ اور اس ہئیت کی ذاتی خاصیت و صفت کے مطابق خود بخود عمل جاری ہوتا ہے۔ اس مقام پر اگر چہ ارادہ الٰہی ہی تقدیر ساز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں شر نہیں۔ بلکہ شر ایک ہئیت کی پیدائشی صفت ہے۔ جسکے استعمال کیلئے۔ ایک موزوں۔ مناسب موقع ہوتا ہے ـــ شر کو موزوں مقام پر استعمال کرنے سے بھی خیر کا نتیجہ مقصود ہوتا ہے جیسے انسان کسی کی بھلائی میں ہاتھ استعمال کرے تو یہ صفت خیر کی ہوئی۔ اگر کسی شخص کو نقصان پہنچائے۔ تو یہ عمل شر سے تعبیر ہوگا ـــ اور اگر یہی ہاتھ کسی مظلوم کو بچانے کیلئے ظالم کو قتل کر دے تو اس عمل میں زیادہ عنصر خیر کا ہے ـــ مقصد اس بیان سے یہ ہے ۔ کہ کائنات میں۔ ہر شے کا عمل۔ اسکی ذاتی ہئیت۔ صفت۔ خاصیت کے تابع ہے۔ اس میں کسی غیر کے ''جبر'' کو دخل نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مخلوق کیا۔ اس میں مقصود سوائے خیر کے کچھ نہیں۔ خیر سے مراد نفع۔ اور شر سے مراد۔ نقصان۔ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں یہی اصول جاری ہے۔ کہ انسان۔ اپنی ہئیت و صفت کے مطابق خیر کا حامل ہے۔ اور اس پر فطری طور پر قدرت رکھتا ہے۔ اور انسانی عمل میں خیر کی صفت میں کبھی شر پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور اگر شر پیدا ہوا۔ تو اس سے مراد۔ انسان۔ یا کوئی شے فطری اصول۔ اور ضابطہ سے ہٹ کر عمل کرتا ہے۔ جسکا نتیجہ نقصان میں ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے عمل میں نقصان کا ذمہ دار خود۔ انسان ہی ہوسکتا ہے۔ اسکی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو۔ اس سے مراد۔ انسان کے ہر فعل۔ حرکت و عمل کا انسان خود ذمہ دار ہے۔ جبکہ اس میں ارادہ کی قوت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانی حرکت و عمل میں۔ کسی مقام پر بھی۔ نہ ارادہ استعمال کرتا ہے۔ نہ ''جبر''۔ سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے

میں یہ شامل ہے۔ کہ اس نے انسان کو مخصوص انداز میں ایک مخصوص مقصد کی خاطر پیدا کیا۔ کائنات میں کی تمام اشیا کے مقابلہ میں۔ انسان سے اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہ ہے۔ کہ اس نے انسانی ہئیت کو ایک خاص مقام پر پیدا کیا۔ جہاں اسکے وجود میں۔ روح۔ نار اور نور اور زمین کی جوہری قوتوں سے اسکا مرکب بنا۔ اللہ تعالیٰ کی یہی تقدیر ہے کہ اسے عظیم قوتوں کا مرکب عظیم الشان بنایا۔ پھر اسکی ہئیت و خاصیت کے اثرات اعلےٰ بنائے ــــــ نہ جانور بنایا۔ نہ جن بنایا۔ نہ فرشتہ بنایا ــــــ ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خود چاہتا تھا۔ کہ انسان ان عظیم قوتوں کا حامل ہو۔ یہ تقدیر الٰہی ہے۔ اس عمل میں جبر کا تصور نہیں۔ ظاہر ہے۔ ایک ہئیت کی صفت و خاصیت۔ خود ظاہر ہے۔ جسکی تحریر کرنے کی ضرورت نہیں سوائے اسکے کہ اللہ جانتا ہے۔ کہ جو صفات انسان کو دی گئیں انکے اثرات و نتائج کیا ہیں۔ خیر و شر ــــــ

اللہ تعالیٰ قرآن میں بتاتا ہے۔

''تمہارے لئے وہی ہے۔ جو حرکت و عمل تم سے ظاہر ہو''۔ اس میں جبر کا تصور نہیں۔

''پس جس نے ایک ذرہ بھر عمل کیا۔ ویسا ہی اسکا نتیجہ ہوگا''اس میں بھی جبر کا تصور نہیں۔

''خیر میری طرف سے ہے''۔ کہ میں نے تمہیں مجسم خیر کی قوتوں سے بنایا اور''شر تمہارے نفسوں سے ہے۔'' کہ اگر اپنے ارادہ سے میری دی ہوئی خیر کی قوتوں کو شر میں استعمال کیا تو تم خود ہی ذمہ دار ہو۔ اس میں میرے جبر کا کوئی دخل نہیں۔ فقط والسلام۔

خیر اندیش

محمد نور الدین اویسی

3404 لنک روڈ۔ ایبٹ آباد

واجب التعظیم۔ محترمہ شمل ۱؎۔ ازلی جمیلہ صاحبہ ___ السلام علیکم

بہت مدت سے آپکو پاکستان میں ''مذہب''۔ کی تحقیق میں جدوجہد کرتے دیکھتا ہوں۔ پاکستان ___ اسلام ___ کے محققین کے علمی ادب پر تحقیق ومحنت۔ اور گہری دلچسپی قابل تحسین ہے۔ آپ ایک نیک نفس اور محترم خاتون ہیں ___ پاکستان میں خاص ہستیوں ___ جیسے ڈاکٹر محمد اقبالؒ ___ یا صوفیا میں شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ۔ کے علم وکلام پر آپ کی تحقیق ایک بڑا کارنامہ ہے۔

ایک دوبار آپ کا ٹیلی ویژن پر انٹرویو دیکھا اور سننے کا اتفاق ہوا۔ میں آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا ___ جبکہ آپ خلوصِ نیت سے اسلامی علوم پر مطالعہ سے۔ اسلام کی حقیقت کو واضح کرنے میں اسلام کی بہت بڑی خدمت کررہی ہیں۔ اور اس تحقیق وفکر کے نتیجہ میں اپنے لئے بھی ایک حقیقی راہ پانے میں کامیاب ہو چکی ہیں ___ میرے دل میں آپ کی ذات کیلئے انتہائی جذبہ عزت واحترام ہے۔ اس جذبہ کے نتیجہ میں۔ میرے ذہن میں یہ خیال اکثر آتا رہا۔ کہ آپ جیسی محققہ اس حال میں اسلام قبول کرنے پر کیوں آمادہ نہیں ___ یہ سن کر انتہائی مسرت ہوئی۔ کہ آپ نے اپنے تحقیق وعلم پر حقیقی اسلام قبول کیا۔ آپ یقیناً لائق تحسین ومبارکباد ہیں۔

محترمہ! ___ میرے اس خط لکھنے کا اصل مقصد۔ ایک خاص نکتہ کی طرف توجہ دلانا ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے متعلق تصنیفات اور شاعرانہ کلام پر تحقیق میں انکا کائناتی تصور پیش کیا ہے۔ اس میں انکی شخصیت صرف ایک ''صوفی شاعر'' کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے ___ اس سلسلہ میں میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ ___ سے متعلق انکی روحانی شخصیت کے مخصوص حقائق سامنے لانا چاہتا ہوں۔ جو لفظ ''صوفی'' کے حقیقی تصور کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو ''شاعرانہ''۔ تصور سے ہٹ کر انکی روحانی حیثیت کے کمالات ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی میں شاہ صاحب کے طریقت سے متعلق ایک خاص روحانی پہلو کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ جو ابھی تک محققین کے تصور میں نہ آسکا۔ وہ یہ کہ آپ کا اصل طریقِ تصوف۔ ''اویسیہ'' تھا۔ اس سلسلہ میں۔ فی الحال بحث نہیں کرنا چاہتا۔ صرف آپؒ کے طریقہ اویسیہ

۱؎ مشہور مستشرق این میری شمل (ناشر)

سے متعلق۔ ایک کتاب ''نور العرفان'' پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو آپؒ کے طریق اویسیہ کے سلسلہ کے ایک ولی اکمل خلیفۂ خاص کی سوانح حیات کی شکل میں تصنیف کی گئی ہے۔ آپ کا اسم گرامی محمد امین اویسی کشمیری ہے۔ آپ کشمیر کے رہنے والے ہیں۔ محمد امین اویسی مرحوم سلسلہ اویسیہ کے ولی ہیں۔ اس سلسلہ کی نسبت براہ راست شاہ عبدالطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ اویسیہ سے ملتی ہے۔ گویا اس کتاب میں درج حقائق حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن سے آپ کی ملکوتی خصوصیاتِ ولایت ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ پہلو آج تک بھٹائی صاحب کی تصنیفات سے تحقیق میں سامنے نہ آسکا۔ جس وجہ سے انہیں۔ صرف مخصوص لقب ''صوفی شاعر'' کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔

نور العرفان۔ محمد امین اویسیؒ کے اسم گرامی سے منسوب ہے۔ جس میں آپ کے مریدوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اور آپ کی نسبت سے سلسلہ اویسیہ کے مریدوں کو کیا ___ اور کس طرح مشاہدۂ وعرفانِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اور یہ تمام معرفت حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبتِ اویسیہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

اب میں آپ کی خدمت میں اس خط کے لکھنے کا اصل مقصد عرض کرنا چاہتا ہوں۔ محترمہ! میں آپ کی ذات کو ایک عظیم ہستی تصور کرتا ہوں۔ میں آپ کیلئے دل میں انتہائی عقیدت و احترام کا جذبہ رکھتا ہوں۔ اسی جذبہ کے تحت میں۔ یہ کتاب نور العرفان پیش کرتا ہوں۔ کہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ سے عقیدت کے جذبہ کے تحت آپ انکے باطنی ارشادات سے مستفید ہوں۔ اسلئے کہ باطن میں آپ کی انکے لئے عقیدت اور انکے حق میں تحقیق کے نتیجہ میں۔ انہیں آپ سے روحانی لگاؤ ضرور ہے۔ لہٰذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ کتاب نور العرفان کا مطالعہ انہیں سے متعلق عقیدت کے ساتھ کریں۔ اور انکے ارشادات میں۔ جو کتاب میں صفحہ 417 پر درج درود شریف ہے۔ اسکا ورد کریں ___ مجھے یقین ہے۔ کہ آپ پر حضرت شاہ عبداللطیف صاحبؒ کے روحانی مراتب کھلینگے۔

آخر میں چند ضروری گزارشات عرض کرتا ہوں۔ کہ کتاب نور العرفان ___ کشمیر میں چھپی ہے۔ اس کتاب میں چند ادبی خامیاں ہیں۔ اور کچھ کتابت کی غلطیاں۔ اور Binding کی ترتیب میں نقص واقع ہے۔ لہٰذا گزارش ہے۔ کہ آپ کو کتاب کے مطالعہ میں وقت پیش آئیگی۔ میرے قبل از وقت

بتانے پر آپ نفسِ مضمون پر توجہ رکھیں ۔ ترتیب صفحات میں ۔ آپ کے مطالعہ کا تسلسل ٹوٹ جائیگا ۔ اسلئے ۔ تسلسل کو ذہن پر قائم رکھنا پڑیگا ـــــ اور آپ جیسی محققہ سے امید ہے ۔ کہ کتاب کی خامیاں آپ کے مطالعہ میں فرق پیدا نہ کرینگی ـــــ استدعا ہے ۔ کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ۔ اور خاص کر درود شریف پڑھنے کے سلسلہ میں آپ اپنے ارادے سے مجھے آگاہ فرمائیں ۔ والسلام ۔

خیر اندیش

محمد نور الدین اویسی ایبٹ آباد

نوٹ: سلسلہ میں درود پڑھنے کا طریقہ کوئی خاص طریقہ نہیں ۔ صرف ۔ صبح کی نماز کے ساتھ ۔ مراقبہ میں پڑھنا ـــــ روضہ مدینہ شریف کا پورا تصور کرنا ۔ کہ پڑھنے کے ساتھ ۔ باطنی انوار ۔ اور روضہ شریف کا مشاہدہ ہو ۔ پابندی ۔ یا بیٹھنے کیلئے کوئی خاص طریق مخصوص نہیں ۔ کوئی پرہیز نہیں ۔ البتہ پڑھنے کی تعداد ـــــ ہو سکے تو پوری کی جائے ۔ نہ ہو تو حرج نہیں ۔

از ایبٹ آباد مورخہ 15 جنوری 90ء

محترم برادرم ریاض صاحب۔ السلام علیکم

میں گزشتہ 29 دسمبر گھر سے فیصل آباد چلا گیا۔ 2 جنوری واپس کسگمہ راجہ سرور خانصاحب کے گھر آیا۔ یہاں سے دو دن بعد گھر پہنچنا تھا۔ لیکن سرور صاحب کے عزیزوں کی شادی میں مجبوراً شرکت کرنی پڑی جس بنا پر مجھے 12 جنوری تک وہاں رکنا پڑا ۔۔۔۔ 13 جنوری میں سرور صاحب کے ہاں سے اسلام آباد آ گیا۔ ذوالقرنین صاحب کے بھائی ایوب صاحب کیپٹن مجھے کار میں بٹھا کر اسلام آباد لے آئے۔ رات رہ کر 14 جنوری میں واپس بخیر و عافیت گھر پہنچا۔ الحمدللہ۔

عزیزم ریاض صاحب! میں فطری طور ارذل عمر میں داخل ہو چکا ہوں۔ عمر تقریباً ستر سال ہو چکی ہے۔ اس دوران۔ آپریشن۔ بیماری کے حملوں کی وجہ سے صحت میں ضعف آ چکا ہے۔ جہاں تک اجرائے طریقت کا تعلق ہے۔ میں صحتمند حالت میں خود بغیر کسی پروگرام طے کئے اپنے دوستوں تک پہنچ جاتا۔ مہینوں سفر۔ اور محنت کے نہ تھکتا تھا۔ اب ضعف کی وجہ سے مجھ سے خود بھی کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں ۔۔۔۔ یقین جانیئے۔ کالا ڈب۔ میرپور کے درود خوان احباب کے مقابلہ میں۔ آپ کی طرف سے جذبات و عقیدت کی بنأ پر مجھ سے ملاقات کی جستجو میں اقدام پر کسی قدر مایوسی۔ کو ندامت کی حد تک محسوس کیا۔ کہ رفتہ رفتہ بیشتر افراد مجھ سے ملاقات کر گئے۔ لیکن آپ نے محض آداب اور میری عقیدت کے مدنظر ملاقات نہ کی یہ امر میرے لئے آپ کی ذات کیلئے۔ شفقت و عزت کا باعث ہوگا۔ میں آپ کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ یہ صرف میری ضعیف۔ ذہنی کمزوری کے باعث ہوا۔ بہر حال اس کیفیت میں بھی مصلحت ہے۔ کہ آپ کے پاکیزہ جذبات کو جلا ملکر۔ راہِ طریقت میں دوام اور حقیقت سے آگاہی میسر آتی ہے۔ جسکے لئے آپ کو مایوس نہ ہونا چاہیے۔

ریاض صاحب میں پھر اس امر پر خود خلش محسوس کرتا ہوں۔ کہ اس موقع پر آپ مجھ سے ملاقات نہ کر سکے۔ جبکہ بعض احباب حادثاتی طور پر مجھ سے ملے۔ آپ مایوسی محسوس نہ کریں۔ میں آپ کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ اور آپ کا ملاقات کیلئے میرے پاس وقت۔ ناوقت آنا نہ پہلے میرے لئے بار ہوا۔ نہ آئندہ کسی وقت بار محسوس ہوگا۔ یہ صرف میری کم ہمتی۔ سفر کی تھکاوٹ۔ اور ضعف کے باعث

اچانک واقع ہوا۔ یہ بات نہیں کہ میں آپ سے خوش نہیں۔ بلکہ آپ کیلئے پوری۔ عزت افزائی۔ شفقت و قدر کے احساسات رکھتا ہوں۔

(1) مراقبہ میں درود شریف پڑھتے وقت لازمی ہے۔ کہ پیر کی توجہ اسی آن آپ پر پڑتی ہے۔ جس سے مرید کی روح پاکیزہ ہوتی ہے۔ جسم سے روشنی (نور) کا انڈ کر محسوس ہونا روح کا پاکیزہ اور قوی ہونا مراد ہے۔ یہ نور قوتِ مشاہدہ کو قوی کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ یہ علامت ہے، کہ قلب و ذہن میں کسی قدر برداشت کی کمی ہے۔ جو آئندہ پوری ہو جائیگی ــــ ایسی حالت میں کیفیات کا مشاہدہ "حق" ہوتا ہے۔ وہم نہیں۔ نہ ایسا سوچا جائے ــــ آنکھ کے راستے پیٹ میں سمانا ــــ یہ نوری توجہ سے اپنی روح کو تقویت دینا مراقبہ کی صورت میں ــــ پیٹ میں سمانا۔ فناءِ پیر سے تعبیر ہوتا ہے۔ اس فنا سے اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ اغلب ہوتا ہے ــــ اسی طرح پاؤں کا انگوٹھا چوسنا روحانی کیفیت۔ پیر کی توجہ حاصل ہونے سے تعبیر ہوتا ہے۔ یہ کیفیات مراقبہ بالکل حقیقی ہیں۔ صرف قلب اور ذہن کی کمزوری۔ اور نور برداشت نہ کرنے کی صورت میں مثالی شکلوں میں مشاہدہ ہوتی ہیں۔ اپنا عمل جاری رکھیں۔ بغیر کسی وہم کے۔ بہتر آثار ہیں ــــ آپ کا خط پڑھکر میں نے آپکی دلی کیفیت محسوس کرتے ہوئے فوری طور آپ کو آج ہی خط لکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی۔ اپنے حبیب کی معرفت میں کامل اکمل کرے ساتھ آپ کے جملہ احباب کے۔ آمین۔ والسلام جملہ درود خوان احباب کی خدمت میں السلام علیکم

خیر اندیش

نورالدین

از ایبٹ آباد مورخہ 4 دسمبر 90ء

عزیزم نور چشم راجہ انوار صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا بہت بہت شکریہ! آپ نے خط لکھا۔ بہت خوشی ہوئی۔ میری دعا ہے۔ آپ تینوں بھائی اچھے نمبروں پر کامیاب ہوں۔

آپ مہربانی کر کے آج کل کھیلنا چھوڑ دیں اور دھیان سے پڑھائی پر زور دیں۔ آپ ٹیوشن پر بھروسہ نہ کریں۔ اپنی محنت پر بھروسہ کریں۔ اور کتابوں کی طرف دھیان دیں۔ یہ پڑھنا آپ کیلئے ہر کام سے ضروری ہے۔ لہٰذا پاس ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ تو آپ کی قابلیت اور لیاقت پر ہے کہ آپ کو لائق اور سمجھدار ہونا چاہیے۔ تاکہ اپنی محنت اور پڑھائی میں دلچسپی سے پاس ہوں۔ سب لڑکے ٹیوشن پر پاس نہیں ہوتے۔ اچھے لڑکے اپنی محنت سے پاس ہوتے ہیں۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے۔ کہ ان دنوں سب کھیل پر زیادہ زور نہ دیں۔ بلکہ پڑھنے پر دھیان دیں اور درود شریف صبح و شام پڑھیں۔ اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔ اور صحت وسلامتی عطا فرمائے۔ آمین۔ تین عدد تعویذ خط میں ہیں۔ ایک عمار ـــــ شہریار اور انوار کیلئے۔ سبز کپڑے میں سی کر گلے میں ڈالیں۔ میری طرف سے امی صاحبہ کو السلام علیکم۔ ابو صاحب کو بھی السلام علیکم عرض کر دیں۔

ایوب صاحب کو میں نے پروگرام دیا ہے۔ میں اپنی طرف سے تیار ہوں۔ اللہ کرے وقت پر میری صحت ٹھیک ہو۔ آج میں پہلے سے بہتر ہوں ـــــ لہٰذا۔ میں نے پروگرام ایوب صاحب کو بتایا ہے ۔کہ 17 دسمبر شام کو فون پر پتہ کریں ـــــ میرا ارادہ بجائے 18 دسمبر کے 19 دسمبر یہاں سے روانہ ہونے کا ہے۔ لہٰذا۔ ایوب صاحب کو خبر دیں۔ کہ وہ 17 شام فون پر یوسف صاحب سے پتہ کریں ـــــ اور ہم 19 دسمبر صبح انشاءاللہ تیار ہونگے۔ وہ بجائے 18 دسمبر 19 دسمبر کو یہاں تشریف لائیں۔ والسلام

خیر اندیش

نور الدین

ہو سکے تو میر پور میں۔ عالم کو بھی یہ پروگرام فون پر پہنچائیں۔ اور ذوالقرنین کو بھی یہی پروگرام بتائیں

نور الدین

محترم ہیڈ ماسٹر صاحب۔ سلامتی ہو آپ پر

جہاں میں نے زائد عبارت پشت صفحہ پر تحریر کی ہے۔ اس میں بعض اضافے میں نے کاٹ دیئے ہیں اسلئے کہ کسی جگہ پر یہ مضمون پہلے لکھا جا چکا ہے۔ بقیہ مضمون میں آپ بھی مطالعہ کر کے دیکھیں اگر کوئی مضمون دوبارہ میری تحریر میں۔ لکھا گیا ہو۔ تو اسکو بھی کاٹ دیں۔ اضافی مضمون لکھتے وقت میں ایک رو میں بہہ جاتا ہوں اور مضمون لکھ جاتا ہوں۔ بعد میں کسی جگہ لکھا ہوا پاتا ہوں۔ اس لئے میں نے اپنا مضمون کسی جگہ (پشت صفحہ پر لکھا ہوا) پر لکھا پایا تو۔ اپنا مضمون کاٹ دیا۔ اس کتاب میں تقریباً درستی ہو گئی ہے۔ اب مزید ایک بار آپ کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ کہ مضمون میں ترتیب۔ آراستگی پیدا ہو۔

میرے خیال میں جیسے حقیقت تصوف۔ تاریخ طریقت کا عنوان حقیقت تصوف میں دیا گیا۔ اسی انداز پر اس کتاب کے سرورق پر۔ تاریخ اسلامی ــــــ خلافت اسلامی لکھا جائے۔ والسلام

خیر اندیش

نور الدین

ازایبٹ آباد مورخہ 18 اکتوبر 92ء

عزیزم زاہد حسین۔السلام علیکم۔آپ کے محبت وعزت بھرے خطوط مجھے ملے ہیں۔بہت بہت شکریہ۔آپ اب میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپکو عزت وآبرو سے نوازے۔میں آپکی محبت کی بہت قدر کرتا ہوں۔آپ دین سے بہت محبت ولگاؤ رکھتے ہیں۔اللہ آپکو دین ودنیا میں سربلند اور باعزت وسلامت رکھے۔

میری نصیحت یہی ہے۔کہ دین کا کام لگاؤ سے کرنا چاہیے۔اسکے ساتھ دنیاداری میں بھی پوری دلچسپی رکھنی چاہیے۔کیونکہ اللہ کا یہی حکم ہے کہ پادریوں۔راہبوں کی طرح دنیا سے لاتعلق نہیں ہونا چاہیے۔یہ پادریوں کا کام ہے۔دنیا کے ساتھ بھی پوری محنت کرنی چاہیے۔کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام کاروبار خود کرتے تھے۔بہرحال آپ سیدھی راہ پر چل رہے ہیں۔اللہ دین ودنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔راجہ بشیر صاحب کا ابھی کوئی خط نہیں ملا۔گزشتہ ہمشیرہ زیتون صاحبہ کا خط آیا تھا۔میری طرف سے انکو دعا وسلام پہنچادیں ــــ میری صحت پہلے سے بہت بہتر ہے۔مگر ایک تکلیف باقی ہے۔کہ رات کو نیند نہیں آتی ساری رات جاگنا پڑتا ہے۔اس وجہ سے کبھی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔دعا کریں اللہ صحت عطا فرمائے۔راجہ بشیر صاحب۔ہمشیرہ صاحبہ کو السلام علیکم۔دعا۔سب برادران اور عزیزان کو السلام علیکم۔

خیراندیش

نورالدین ایبٹ آباد

ازایبٹ آباد مورخہ 18 دسمبر 92ء

ماسٹر محمد اعظم صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ درود پڑھنے میں۔ مرید کا پیر سے روحانی رابطہ ہوتا ہے ــــ ہونا چاہیے۔ بعض لوگ مشرق میں ہوتے ہیں سلسلہ مغرب میں پیر سے قائم ہوتا ہے ـــ اور پھر ضروری ہے۔ کہ مرید پیر کو اپنا ماتحت نہ بنائے۔ مرید پیر کو اپنی مرضی کیلئے استعمال نہ کریں یہ شدید خلاف ادب۔ خلاف قانون بات ہے۔ مرید ــــ پیر کو اپنے عشق کے خاطر پریشان نہ کرے۔ کہ پیر کو مرید کی مرضی پر چلایا جائے۔ اس میں ظاہری طور محبت کی بے چینی کیلئے پیر کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اپنا درود پڑھو کہ باطنی طور پیر کا تصور قائم ہو جائے۔ یہی اصل چیز ہے۔

محترم آپ کو میرے حالات کا علم نہیں۔ میں تقریباً گزشتہ رمضان شریف سے بیمار ہوں۔ میں انسان چلتا پھرتا آدمی ہوں۔ بیمار بھی ہو جاتا ہوں۔ اور پھر مرید کو پیر کی بیماری کا احساس ہونا چاہیے۔ آپ مسلسل اپنی بیکاری کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ میں طویل بیماری میں خود پریشان رہتا ہوں اس پر آپکے خطوط سے اور پریشان ہوتا ہوں۔ چاہیے کہ خود صبر وضبط سے کام لیں۔ اور درود شریف پڑھیں۔ کہ باطن میں آپ مجھ سے ملیں یہی اصل علم ہے۔ میں ہر وقت بستر پر پڑا رہتا ہوں۔ اس حال میں بھی مہمان مجھ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ اکیلا آدمی گھر میں خدمت کرنے والا ہوں۔ یہ سب بوجھ مجھ پر پڑتا ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ کسی مہمان کیلئے کوئی خدمت کرسکوں۔ کچھ حاصل کرنا ہو۔ تو اصل چیز باطن ہے۔ ظاہری ملنے سے۔ وہ فائدہ نہیں ہوتا۔ جو انتظار اور مراقبہ میں ہوتا ہے ـــ گزشتہ ماہ میرے چھوٹے بھائی [1] کا انتقال مظفر آباد میں ہوا جس وجہ سے پریشانی ہے۔ آپ مہربانی کر کے زیادہ خطوط نہ لکھیں۔ خطوط سے میری پریشانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ رات کو مجھے نیند نہیں آتی۔ میں جاگتا رہتا ہوں۔ پریشانی سے مجھے رات کو جاگنا پڑتا ہے۔ بہتر ہو کہ آپ درود شریف پڑھتے رہیں۔ کہ میرا تصور قائم ہو جائے۔ اسی چیز کی خواہش کرنا اصل طریقت ہے۔ جب تک آپ نے ظاہری طور ملنے

---

[1] محمد شریف قریشی (ناشر)

کی خواہش رکھی۔ وہ تو آنکھوں سے دیکھینگے یہ اصل مقصد نہیں۔ لہٰذا یہ اضطراب ترک کر دیں۔ اسی وجہ سے آپ مراقبہ میں کیفیات نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے اللہ کا فضل ہو کچھ صحت ہو جائے تو میں خود بلاؤنگا۔ خط لکھونگا۔ نذر صاحب سے بھی یہ عرض کر دیں۔ کہ فی الحال میری صحت ٹھیک نہیں۔ انشاءاللہ۔ اگر زندگی رہی۔ تو ملاقات کیلئے اطلاع دونگا۔ والسلام نذر صاحب کو السلام علیکم۔

خیر اندیش

نورالدین

ازایبٹ آباد مورخہ 93-10-17

عزیزم ایوب صاحب۔السلام علیکم

کافی دنوں سے آپ کی کوئی خیریت کی اطلاع نہ مل سکی۔ بہت فکر ہے۔اللہ تعالیٰ بمعہ اہل و عیال کے سلامتی سے رکھے۔

میں اللہ کے فضل سے خیریت سے ہوں۔کوئی بیماری نہیں۔صرف کمزوری بہت ہے زیادہ چل پھر نہیں سکتا۔کل آپ کا خط ملا۔میں خود خط لکھنے سے مجبور ہوں۔کہ ہمت نہیں پڑتی۔آپ اور دلکشا عزیزہ۔اور بچے بہت یاد آتے ہیں۔ویسے ہیڈ ماسٹر ریاض صاحب۔ماسٹر محمود صاحب کی زبانی آپ کی خیریت اور مصروفیت کی خبر ملتی رہتی ہے۔ماسٹر صاحبان گاہے ملتے رہتے ہیں۔واقعی ہیڈ ماسٹر ریاض صاحب لائق تحسین ــــ لائق شکر گزاری کے ہیں۔بہت محنت جانفشانی اور محبت سے کتابیں تیار کی ہیں اور بہت بہتر۔اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزا دے۔ہم ہر حال میں مشکور ہیں۔

گزشتہ نور العرفان کا مسودہ بھی انہیں پہنچایا۔انہوں نے اس کتاب کو چھپانے کیلئے حامی بھری۔اب وہ نور العرفان کی چھپوائی کیلئے کوشاں ہیں۔سب انتظام وہ کرینگے۔میرا خیال تھا۔کہ شاہین صاحب کے رشتہ دار۔طاہر ملک صاحب لاہور میں رہتے ہیں۔انہوں نے بھی نور العرفان چھپانے کی خواہش کی تھی۔مگر میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔جیسے ریاض صاحب کی مرضی ہو۔البتہ میرا خیال تھا۔کہ ریاض صاحب۔طاہر ملک سے اگر رابطہ قائم کریں۔تو ان سے کسی موقع پر چھپائی کیلئے مدد حاصل کریں۔کیونکہ طاہر ملک صاحب خود اس میں شریک ہونے کی خواہش رکھتے تھے۔میں نے عالم سے کہا تھا۔کہ ہیڈ ماسٹر ریاض صاحب سے اس سلسلہ میں پوچھیں۔جو مناسب وہ سمجھتے ہیں ویسے کیا جائے۔اگر طاہر ملک صاحب کی معاونت قبول کریں تو انکی مرضی ــــ ہیڈ ماسٹر صاحب محمود صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں السلام علیکم ۔انوار صاحب۔شہر یار۔عمار صاحب کیخدمت میں السلام علیکم۔عزیزہ دلکشا بیگم کیخدمت میں السلام علیکم دعا۔جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔کالا ڈب میں والدہ صاحبہ اور دیگر اہل خانہ کی خدمت میں السلام علیکم۔انوری بیگم۔نرگس۔عزیز الرحمٰن کی طرفسے السلام علیکم۔یوسف صاحب کی طرفسے السلام علیکم خیریت سے ہیں۔نائب صوبیدار ایوب صاحب کا سندھ سے خط آیا وہ

خیریت سے ہیں سب کوالسلام علیکم کہتے ہیں۔ والسلام۔

خیراندیش

نورالدین

از ایبٹ آباد مورخہ 24 جنوری 94ء

برادرم ذوالقرنین صاحب۔ وعلیکم السلام

یہ خبر سنکر بے حد افسوس ہوا۔ کہ میجر ایوب صاحب حادثہ کا شکار ہوئے۔ تاہم شکر ہے اللہ کا کہ آپ محفوظ ہیں۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ یہ آزمائش ہے۔ یا کسی گناہ کا کفارہ۔ انسان خیال سے بھی گناہ کرتا رہتا ہے تاہم اللہ کا شکر ہے۔ کہ اسی نے مہربانی کی انہیں حادثہ سے بچایا۔ معلوم نہیں کہ گاڑی والے کا قصور تھا۔ یا میجر صاحب غلط Wrong side جا رہے تھے۔ اللہ انہیں محفوظ رکھے۔ میجر صاحب کو تو کوئی چوٹ تو نہیں آئی ہے۔ اللہ انہیں بمعہ اہل وعیال کے ہر آفت سے محفوظ رکھے۔ میجر صاحب سے کہیں کہ وہ خود اپنی خیریت سے آگاہ کریں۔ رمضان شریف میں سفر کرنے کے قابل نہیں۔ ورنہ خود آتا۔ تاہم میری طرف سے اظہارِ افسوس کریں۔ میں خود اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے خیریت سے ہوں۔ آجکل کوئی تکلیف نہیں رمضان شریف کی برکت سے صحت یاب ہوں۔ الحمدللہ۔

میری طرف سے والدہ صاحبہ اور جملہ اہلِ خانہ آپکی بیگم صاحبہ بچوں کو دعا و اسلام علیکم۔ میجر صاحب کی خیریت کی سب کو مبارک باد کہیں۔ کالاڈب کے جملہ احباب کو السلام علیکم خصوصاً ریاض صاحب۔ محمود صاحب۔ اور دیگر احباب کو السلام علیکم۔ یوسف صاحب۔ انوری۔ عزیز الرحمٰن کی طرف سے دعا و السلام علیکم۔

خیر اندیش

نورالدین

محترم ریاض صاحب۔السلام علیکم

آپ کے حسب وعدہ کتاب مجھے مل گئی۔اس کتاب کا نام ’’حضرت امیر معاویہؓ دشمنوں کے نرغے میں‘‘۔اس کتاب میں حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق واقعات ہیں۔ جو میں نے ’’تاریخ اسلام‘‘ میں شامل کیے ہیں۔

مجھے تاریخ اسلام کا ایک مختصر مسودہ بھی ملا ہے۔یہ مسودہ بھی آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔یہ مسودہ۔نور العرفان کتاب کے صفحہ ۱۲۱___ سطر ۱۹ کے بیان کے ساتھ۔اضافی مضمون لکھ رہا تھا۔کہ اسی مضمون کے ساتھ تاریخ اسلام کا مضمون شروع ہوا___اس کتاب (کاپی) میں۔تاریخ اسلام کا مضمون تسلسل سے چلا آتا ہے۔اس کاپی کے صفحہ نمبر ۹۹ سے بقیہ مضمون پھر شروع ہوتا ہے۔اسکا مطالعہ کیجیے اور مناسب ہو تو یہاں سے مضمون درست کر کے اپنے مسودہ ’’تاریخ اسلام‘‘ میں شامل کر دیں۔

اسکے ساتھ۔کتاب بھی بھیج رہا ہوں۔حضرت امیر معاویہؓ دشمنوں دوستوں کے نرغے میں۔ اسکے ساتھ پرانے مسودہ۔تاریخ خلافتِ اسلامی کی کاپی بھی روانہ کر رہا ہوں۔اسکے ساتھ یہ چند اضافی صفحات 1___4 تک اضافی مضمون شامل ہے۔مناسب ہو تو انہیں تاریخ اسلام میں شامل کر دیں۔

مسودہ میں صفحہ ۹۶ سے آگے صفحات (ا،ب........ د تک بھی اضافی صفحات شامل کئے ہیں انہیں بھی شامل مضمون کر دیں۔اسکے ساتھ ہی ایک کتاب نامی ’’ہم اور ہمارے حکمران‘‘۔ایک تاریخی کتاب: تاریخ اسلام بھیج رہا ہوں۔اس میں خاص طور صفحہ ۴۲۶ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تحریر۔ملاحظہ کریں۔کتاب بہت دلچسپ ہے۔والسلام۔جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

ریاض صاحب۔مضمون بے ترتیب ہو گیا ہے۔ہر صفحہ پر آخر میں سلسلہ جوڑنے کی کوشش کریں۔

خیر اندیش

نورالدین

11-4-94

محترم ریاض صاحب۔ السلام علیکم

مجھے اچانک الماری میں سے یہ مسودہ تاریخ خلافت اسلامی ملا۔ یہ مسودہ فیصل آباد سے ریاض مجید صاحب نے میرے اصل مسودہ کی فوٹوسٹیٹ کر کے بھیجا تھا۔ غالباً یہ اصل مسودہ ہوگا۔ اس میں بعض جگہ ادھر ادھر حاشیے زائد عبارتیں لکھی ہیں۔ آخر میں بھی سلسلہ چلانے کے لئے صفحہ ۲۸۸ سے آگے بھی نشان دیا ہے۔ اس میں آپ کو سلسلہ تلاش کرنے میں کافی وقت ہوگی۔ کوشش کریں کہ زائد عبارتوں کا سلسلہ۔ مسلسل ترتیب دیا جائے۔ جو کاپی پہلے آپ کو بھیجی تھی وہ بھی غالباً اسی سلسلہ میں شامل ہے۔ اگر ترتیب درست ہوئی۔ تو غیر ترتیب مضمون کو یکجا کر کے درست کرلیں۔ یہ بات آپ پر ہی منحصر ہے۔ کہ آپ اسکی درستی فرمالیں ـــــ اس میں ۲۳۷ صفحہ پر بھی آگے مضمون لکھا ہے۔ جو درست کرنا ہے۔ اور بھی ایک دو جگہیں ہیں جہاں سلسلہ مضمون چلتا ہے ـــــ اس میں پہلے بھی مختصر درستی کی گئی ہے۔ یہ مضمون بھی پہلے میجر ایوب صاحب نے درست کرایا تھا لیکن مکمل نہیں۔ نہ میں ہی اسے درست کر سکا۔ باقی خیریت۔ یہ مسودہ عالم صاحب کے ہاتھ آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ والسلام۔ جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

خیر اندیش

نورالدین

ازایبٹ آباد29 May 94

محترم جناب ہیڈ ماسٹر ریاض صاحب

وعلیکم السلام۔ آپکا نوازش نامہ ملا۔ محترم! ان دنوں شدید پریشانی میں مبتلا رہا۔ شاہین صاحب مرحوم کی وفات کی وجہ سے دل پر غم کے اثرات طاری رہے۔ اسلئے کسی اور کام میں سکون نہ مل سکا۔ مجھے فکر تھا۔ میں نے اپنی کتابوں میں باقی مسودہ تلاش کیا مگر نہ مل سکا۔ اگر ریاض مجید صاحب کہتے ہیں۔ کہ انکے پاس مسودہ نہیں تو مسودہ تلاش کرنے میں کافی دقت ہوگی۔ مسودہ تو میں نے مکمل کرلیا تھا۔ واللہ اعلم کس کے پاس رہ گیا۔ تاہم ابھی تلاش جاری رکھونگا۔

میری حالت بھی روز بہ روز گھٹ رہی ہے۔ واللہ اعلم۔ خیال ہے کہ مسودہ مکمل کرنے کی کوشش کروں۔ میرا سر ہر وقت چکراتا رہتا ہے۔ کمزوری بڑھ رہی ہے۔ پھر بھی اگر قسمت رہی میں بقیہ مضمون حاصل کرنے کی کوشش کرونگا۔

بقیہ۔ مشاہدہ۔ کا مسودہ میں نے دیکھا۔ اس میں۔ باقی کتابوں علم العرفان۔ حقیقت تصوف میں بھی مشاہدہ کے متعلق مضمون کافی چھپا ہے۔ اب جیسے آپ چاہیں۔ مناسب ہو تو چھپادیں یا فی الحال توقف کریں۔ اللہ کرے تاریخ اسلام کا بقیہ مل جائے تو اسی کتاب کو مکمل کرلیا جائے۔ باقی ان دنوں مرحوم شاہین صاحب کی جدائی کا شدید صدمہ طاری رہا۔ دل بے حد پریشان ہے۔ اللہ رحم فرمائے۔ آپ جملہ احباب کو اللہ سلامتی عطا فرمائے۔ اور سکون قلب عطا فرمائے۔ جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

خیراندیش

نورالدین

ازایبٹ آباد مورخہ 30 اپریل 95ء

برادرم صدیقی صاحب۔السلام علیکم

ہمارا اصول ہے۔کہ درود شریف حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جائے۔اسکی صورت یہ ہوتی ہے۔کہ تصور پیر کر کے روضہ مدینہ شریف دیکھا جائے۔جب تصور پیر پورا قائم ہوا۔تو اس وقت اجلاس محمدیؐ میں داخل ہو کر زیارتِ رسول ہو جائے۔اسلئے پہلے میرا تصور۔یا پیر صاحب محمد امین صاحب۔اور روضہ شریف۔گنبد خضرا کا مستقل تصور قائم ہونا چاہیے۔اور جب مراقبہ کیا جائے۔صرف یہی تصور قائم ہونا چاہیے۔تاکہ تصور مستقل ہو۔اسکے بعد مختلف کیفیتیں نظر آتی ہیں۔مگر ایسی کیفیتوں پر دھیان نہ دیں۔صرف روضہ شریف اور اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ رکھنی چاہیے۔یہ اول اجلاس محمدیؐ ہے۔جو ہمارا مقصود ہوتا ہے اسے عالم ملکوتی کہتے ہیں۔باقی فاضل کیفیتیں ناسوتی کہلاتی ہیں جنکا مشاہدہ ضروری نہیں۔اسلئے گزارش ہے۔آپ اول اجلاس محمدی کا مشاہدہ تک ہی قائم کریں۔اجلاس۔دوئم۔یا کعبہ یا اجلاس سوئم وغیرہ کا مشاہدہ خیالی مشاہدہ کہلاتا ہے۔اور ناسوتی کہلاتا ہے۔یہ اصل نہیں۔بلکہ خیالی تصورات سامنے آتے ہیں۔جنکا مشاہدہ ضروری نہیں۔آپ پہلے پیر محمد امین صاحبؒ کا تصور مستقل قائم کریں۔اسکے ساتھ روضہ شریف۔اس پر توجہ رکھیں۔باقی جو کیفیتیں آتی ہیں۔ان میں بھی روضہ شریف کا تصور رکھیں۔جب مستقل روضہ شریف کا تصور قائم ہو تو مجھے۔یا ہیڈ ماسٹر ریاض صاحب یا میجر ایوب صاحب کو بتائیں۔پھر جو کچھ آئیگا ہم اسکی تفصیل بتائینگے۔

ضروری ہے۔جو کچھ مشاہدہ ہو ـــــ وہ ہمیں بتائیں۔تاکہ اسکی تفصیل بیان کی جائے۔جملہ احباب کو السلام علیکم۔

خیر اندیش

نورالدین

محترم ریاض صاحب۔ السلام علیکم

جلدی میں مختصر۔ دیباچہ تحریر کیا ہے۔ کہ آپ منتظر ہونگے۔ امید ہے۔ آپ کی نظر میں۔ یہ مختصر دیباچہ کچھ پسندیدہ ہو۔ بہرحال جیسا آپ مناسب سمجھتے ہیں۔ مزید ترمیم وتصحیح کیلئے آپ خود بھی۔ اس دیباچہ میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ جملہ احباب والد صاحب۔ والدہ صاحبہ محترمہ اور برادران۔ جملہ اہل خانہ کی خدمت میں السلام علیکم۔

خیراندیش

نورالدین

1-7-95

از ایبٹ آباد مورخہ 6 جولائی 95ء

محترمی ریاض صاحب۔ السلام علیکم

آپکا خط ملا۔ آپ کا عندیہ واضح ہوا۔ میں آپکے ہر فیصلہ پر اتفاق کرتا ہوں. جیسے آپ چاہیں میں اس پر صاد کرتا ہوں۔ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ میں خود آپکے فیصلہ تک رسائی نہیں رکھتا۔ جو بہتر ہے۔ آپ جیسے چاہیں ویسے کریں ہمیں منظور ہے۔ اگر ایک جلد میں ہی کتاب مکمل ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ آپ مجھ سے بہتر سمجھ رکھتے ہیں ــــ آج صبح مجھے لاہور کے ایک کاتب صاحب محمد صدیق۔گلزار ملنے آئے تھے۔ وہ بھی طاہر ملک صاحب کی کتاب نور العرفان کی ایک نئی جلد لکھ رہے ہیں۔ میں نے اسے آپکے متعلق کہا ــــ ان سے میں نے آپ کا ذکر کیا۔ کہ آپ سے ملنے کا موقع ملے۔ میرا خیال تھا۔ کہ اچھے کاتب ہیں۔ اور مجھ سے اچھی عقیدت رکھتے ہیں اگر چاہیں تو ان سے ملاقات اور کوئی مشورہ پوچھنا ہو تو ان سے ملیں پتہ درج کرتا ہوں۔ A-23 شاہ سٹریٹ۔ ابدالی روڈ کرشن نگر (اسلام پورہ) لاہور۔ محمد صدیق گلزار۔ کاتب۔ طارق جنرل سٹور

یہ تو میں نے ضمناً لکھا۔ اگر آپ چاہیں۔ تو انسے ملیں۔ بلکہ نور العرفان کی کتابت کے سلسلہ میں معلومات حاصل کریں۔ باقی میری طرفسے والد صاحب۔ محترمہ والدہ صاحبہ اور برادران و دیگر اہل خانہ کی خدمت میں السلام علیکم۔

ہاں آج صبح 6 جون۔ محمود ماسٹر صاحب بھی یہاں آئے تھے۔ ساتھ ذوالقرنین بھی تھے۔ میجر ایوب اور گھر کی خیریت بتاتے تھے۔ ماسٹر محمود۔ آپ سے ملاقات کا ارادہ ظاہر کر رہے تھے۔ امید ہے۔ آپ سے انکی ملاقات ہوگی۔

اہل خانہ کی طرفسے السلام علیکم۔ باقی میں اللہ کا فضل ہے۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے بہتر صحتمند حالت میں ہوں۔

ہاں بمطابق خط آپکو اختیار ہے۔ کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق ایک ہی جلد میں کتاب بنائیں۔ والسلام

خیراندیش نورالدین

محترم ہیڈ ماسٹر ریاض احمد صاحب

السلام علیکم۔آپ نے کتاب میں دیباچہ تحریر کرنے کی فرمائش کی تھی دراصل۔مجھ پر بیماری۔ فالج اور پیشاب کی تکلیف غالب رہی۔ذہن ماؤف ہو چکا ہے۔ذہنی پراگندگی کی وجہ سے حسب تحریر دیباچہ تحریر کرنے میں شدید دقت رہی۔ذہن میں مضمون دیباچہ مرتب نہ ہوسکا۔وعدہ پورا نہ ہوسکا۔تاہم منتشر خیالی میں ہی مختصر دیباچہ پیش کرر ہا ہوں۔

آپ کو اختیار ہے۔میرے مضمون میں جو کچھ خامی نظر آتی ہے۔اسکی اصلاح کریں اور مناسب دیباچہ تیار کریں۔اگر مناسب نہ ہوتو آپ بذات خود دیباچہ تحریر کر کے کتاب میں شامل کردیں۔ مشکور ہونگا۔کتاب کے نام کیلئے۔الفاظ جو ذہن میں آئے لکھدیئے۔آگے جو نام آپ کی دانست میں مناسب ہو لکھدیں۔

جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم

خیراندیش

نورالدین ایبٹ آباد

3-2-96

﴿تمت بالخیر﴾

مطبوعات سلسلہ اویسیہ پبلیکیشنز

۱۔نور العرفان	از	جناب محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ
۲۔منازل فقر مع شرح		ایضاً
۳۔تاریخ طریقت وحقیقت تصوف		ایضاً
۴۔راہِ حقیقت		ایضاً
۵۔علم العرفان		ایضاً
۶۔فتنہ مرزائیت		ایضاً
۷۔تاریخ خلافت اسلامی		ایضاً
۸۔سیرۃ النبی ﷺ		ایضاً
۹۔روح البیان		ایضاً
۱۰۔عرفان حقیقت	از	ریاض احمد خیال اویسی
۱۱۔نور بصیرت	مرتبہ	ایضاً
۱۲۔صراط مستقیم	مرتبہ	ایضاً
۱۳۔نور ہدایت	مرتبہ	ایضاً

﴿برائے رابطہ وحصول مطبوعات﴾

(۱) محمد بشیر اویسی بلیک برن انگلینڈ فون: 00441254671126

(۲) ریاض احمد خیال اویسی بھمبر آزاد کشمیر فون: 03007424574,03451566483

(۳) محمود احمد طائر پلاہل کلاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر فون: 03465259352